سوانح عمری

حضرت مجدد الف ثانی

سرہندی

925.3

مؤلفہ

علامہ ابوالفضل محمد احسان اللہ عباسی گورکھپوری

مطبوعہ

ہمدرد کمرشیل پریس دہلی

پبلشر

حشمت علی خاں محلہ تھانہ پاکھر ریاست رامپور

(نوٹ) مولوی محمد اسد اللہ عباسی مالک واحد قاضی کمپنی گورکھپور سے بھی یہ کتاب مل سکتی ہے۔

بار اول ایکہزار

قیمت عہ

معارف عرفان حق معرفت قرآنیات

کی

تشریح و توضیح بدرجہ اتم سلسلہ نقشبندیہ میں ہے

اس سلسلہ کے مشہور بزرگ

حضرت شیخ احمد سرہندی

ملقب بہ قیوم اول و مشہور بہ

مجدد الف ثانی

کے حالات

تاریخی۔ مذہبی، صوفیانہ اور فلسفیانہ رنگ میں مذاق حال کے موافق

علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی گورکھپوری

مؤلف و مصنف

ترجمہ قرآن مجید بزبان اردو۔ تاریخ الاسلام۔ زاہدہ۔ المجاہد۔ محسنہ۔ فسانۂ دلپذیر۔
نشتر سخن۔ حریت و اسلام۔ حکمائے یونان۔ مذاہب قدیمہ وغیرہ وغیرہ نے اس کتاب میں لکھے ہیں،

بار اول سنہ ۱۹۲۶ میں
منشی حشمت علی خاں نے محلہ تھانہ پاکلطہ ریاست رام پور سے شائع کیا

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے حالات

دیباچہ

میں ہمیشہ سے علم باطن کا قائل ہوں اور سمجھتا ہوں کہ آنحضرت صلعم کے وقت سے اس کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ چلا آتا ہے۔ اس سلسلہ میں مصنوعی ریا کار گو بہت ہیں، لیکن اہل باطن سے دنیا نہ کبھی خالی تھی اور نہ اب خالی ہے۔ شریعت ظاہری کی تعلیم آنحضرت نے عام طور پر دی اور علم باطن (جو روحانیات سے تعلق رکھتا ہے) خاص خاص لوگوں کو جن میں استعداد روحی و قلبی پائی، سکھایا۔ یہ علم باطن ابتداءً علم سینہ تھا بعد کو علم سفینہ ہو گیا۔ حضرت علیؓ سے کسی نے سوال کیا۔

هل خصكم رسول الله صلعم بشيئ دون الناس (کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات آپ کو ایسی بتائی جو دوسروں کو نہیں بتائی)

آپ نے جواب دیا "لا" (نہیں) یہ بات منافی میرے بیان کی نہیں ہے، کیونکہ میں علم باطن حضرت علیؓ کے ساتھ مخصوص نہیں سمجھتا۔ یہی عقیدہ اہل سنت و جماعت کا ہے۔ اب علم باطن کا بجائے علم سینہ کے سفینہ ہونا بدعت حسنہ ہے یا سیئہ ہے۔ اس پر میں کچھ لکھنا نہیں چاہتا لیکن شروع شروع علم باطن کو تحریر میں لانا یا نااہل کے سامنے اسے تقریر کے ذریعہ سے

ظاہر کرنا مروج نہ تھا۔ اور اہل باطن اس کی اشاعتِ عام پسند نہ کرتے تھے۔ بالآخر یہ علم تحریر
میں آیا، اور علوم ظاہری سے علوم باطن کی کتابیں تعداد میں کم نہ رہیں۔ ان کتابوں سے اسلام
کو فائدہ پہونچا یا نقصان؛ یہ تحقیق کرنا بھی میرا موضوع کلام نہیں ہے۔ لیکن اتنا عقیدہ میرا
بہت استوار ہے کہ شرعی علوم ظاہر کا جو شخص متبع نہ ہوا، اور نہ اوامر و نواہی کا عالم اور عامل
ہو وہ دنیائے اسلام میں بہ حیثیت پیشوائے دین محمدیؐ کوئی درجہ نہیں رکھتا۔ خدا سے جو معاملات
اس کے ہیں اُن سے ہم کو کچھ واسطہ نہیں۔ خدا ذرہ نواز اور نکتہ نواز ہے۔ اس تحریر سے ظاہر
ہے کہ علم باطنی کی عظمت میرے دل میں ہے اور اس کے تحصیل کی تمنا بھی ہے۔ لیکن ابتک یہ
نعمت مجھے نصیب نہ ہوئی اور یہ پتہ نہ لگا کہ مجھ میں استعداد ہی نہیں ہے یا کسی باکمال سے ملاقات
نہیں ہوئی۔ استعداد قلبی اور باکمال کی توجہ دونوں کشود کار کے لئے ضروری ہیں۔ استعداد
قلبی قلب کی فطرتی حالت سے خود بخود پیدا ہوتی ہے اور ریاضات و مجاہدات سے بھی حاصل
ہوتی ہے۔ یہ بہت ممکن ہے کہ کسی میں استعداد موجود ہو لیکن جب تک کسی باکمال کی توجہ نہ ہو
اسے اپنی حالت کا امتیاز نہ ہو۔ بہرحال میں بہت دنوں سے اس تلاش میں ہوں کہ کسی باکمال
کی توجہ ہو تو میرا کام درست ہو جائے، لیکن ابتک یہ تمنا پوری نہ ہوئی۔ کچھ میری طلب
کا بھی ممکن ہے کہ قصور رہو۔ لیکن کسی ایسے شخص کی توجہ جو سنت نبوی کا پیرو نہ ہو میں بیکار سمجھتا
رہا اور سمجھتا ہوں۔ اور مدعیان علم باطن کو میں نے سنت نبوی کا پیرو بہت کم پایا۔

اب کچھ دنوں سے جستجو کا دائرہ میں نے وسیع کر دیا ہے۔ اور گفت و شنید سے معلوم
ہوا کہ سلسلۂ نقشبندیہؒ میں جس میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے نمایاں حصہ پایا تھا سنت نبوی
کی پیروی مقدم سمجھی جاتی ہے مولانا فضل الرحمنؒ گنج مراد آباد کے ایک مرید صادق مولوی
عبدالحی گورکھپوری سے ملاقات ہوئی۔ جن سے بہت کچھ معلومات اس سلسلہ کے متعلق مجھے
حاصل ہوئے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مولانا فضل الرحمنؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے سلسلہ میں
تھے اور انھیں اتباع سنت نبوی کا بیحد خیال تھا۔ ع

"بسا کین عشق از گفتار خیزد"

میں مشتاقانہ مولوی محمد علی خلیفۂ مولانا فضل الرحمنؒ کی خدمت میں بمقام مونگیر ہفتہ

اوّل ماہ نومبر ۲۳ء میں حاضر ہوا۔ گو ممدوح کی علالت اور اپنی عدیم الفرصتی سے میں زیادہ قیام وہاں نہ کر سکا۔ لیکن مولوی عبدالحی کے کلام کی پوری تصدیق ہوئی کہ شریعت ظاہری کے متبع نے اس دربار کو بے انتہا منزہ اور نورانی بنا رکھا ہے۔ وہاں سے واپس آنے پر میں نے ایک خط پایا جسمیں حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری لکھنے کی مجھ سے فرمائش کی گئی ہے میں تو اسے محض قدرت الٰہی سمجھتا ہوں۔ لیکن اہل باطن کے اصطلاح میں اسے تصرف بزرگان دین کا کرشمہ کہیں تو چنداں بیجا نہیں ہے۔ بہرحال اس خط میں جو غیر معمولی بات ہے وہ مضمون خط سے ظاہر ہے کہ جس دن میں سلسلہ مجددیہ کے ایک خلیفہ کے پاس سے واپس آتا ہوں۔ اسی دن سیکڑوں کوس سے ایک خط آتا ہے۔ جس کے بھیجنے والے سے مری دید و شنید پہلے سے نہیں ہے اور خط بھی اس طرز کا گویا مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری لکھنے کا حکم نامہ ہے اور اُن اکثر کتابوں کا ذکر اس میں ہے جن سے میں مدد لے سکتا ہوں۔

خرق عادت۔ امور ما فوق العادت۔ مکاشفات۔ کرامات۔ استدراج۔ اور علم اشراق کو اور ایک اعتبار سے مسمریزم کو بھی روحانیات سے تعلق ہے۔ اور سائنس یعنی علم طبیعات۔ برقیات۔ کمسٹری۔ خواص الاشیاء علم مناظر وغیرہ کے عالم جن باتوں کو بدیہیات میں شمار کرتے ہیں وہ جاہلوں کے لئے خرق عادت میں داخل ہو سکتی ہیں۔ آنحضرت محمد صلعم اخلاق حسنہ اور معاملات و عبادات کی تعلیم اور فلسفۂ الٰہیات کی تعلیم اس طرح کرتے تھے کہ ہر شخص اُسے بہ آسانی سمجھ لے۔ اس کے علاوہ آپ کچھ تعلیم باطنی بھی کرتے تھے، مگر اسے انھیں اصحاب کے ساتھ مخصوص رکھتے تھے جن میں اہلیت پاتے تھے۔ اولیاء کرام سے مکاشفات ہوتی ہیں۔ لیکن ان کے لئے یہ باعث تکلیف ہوتے ہیں۔ گو اوچھوڑے صوفیوں کے لئے وہ باعث زحمت نہ تھے، اور نہ ہیں۔ بلکہ ذریعہ کسب معاش تھے اور ہیں۔ جس طرح نبیوں کو وحی کے رُک جانے سے تکلیف ہوتی تھی اسی طرح اولیائے کاملین کو ظہور مکاشفات سے تکلیف ہوتی ہے۔ روحانیات میں ترقی کرنا خدارسی کے لئے ضروری نہیں ہے۔ گو اس کے ضمن میں وہ اکثر حاصل ہو جاتا ہے۔ امور دنیا کے مکاشفات۔ گل امید کے خار ہیں۔ جو چیزیں پردے میں ہیں وہ ظاہر ہونے لگیں تو ظاہر ہے کہ انسان کی زندگی تلخ ہو جائے اور

بے وجہ دوسروں کا غم اسے اٹھانا پڑے۔ تمام موجودات کے چھپے ہوئے عیوب پیش نظر ہیں تو گلستان عالم میں بہار نظر نہ آئے خزاں ہی خزاں نظر آئے۔ آج کل ایک آلہ اکسریز نام نکلا ہے جس سے انسان کے جسم کے اندرونی حصے نظر آتے ہیں۔ سنتے ہیں کہ روحانیات میں بھی ترقی کرنے سے حجابات اٹھ جاتے ہیں۔ فرض کرو کہ نہایت حسین وجمیل عورت کسی ایسے شخص کے عقد نکاح میں آئے جس کی نظر سے حجاب دور ہے۔ تو وہ عورت شب عروسی میں اسے بجائے دلہن کے گوشت۔ خون۔ استخواں اور غلاظت کا ایک مجسمہ نظر آئے گی۔ اور اس کا عیش منغض ہو جائے گا۔ اسی پر بہت سی باتیں قیاس کیجا سکتی ہیں۔ بہر حال اولیاء کیلئے کشف کوئی وبال جان ہے۔ لیکن وہ اگر مدارج کمال تک پہونچنے میں واقع ہو تو اس سے گریز بھی نہیں ہو سکتا۔

پیغمبر خداؐ کے زمانہ میں علم باطن علم سینہ رہا۔ پھر لوگوں نے اسے علم سفینہ کرنا شروع کیا اور جب علم باطن مدار رزق ٹھہرا تو اس میں غلط اور نامناسب مبالغہ ہونے لگا۔ خلفاء اربعہ تک دین دنیا کی حکومت ایک ساتھ رہی اور علوم ظاہری و باطنی کا مدرسہ ایک ہی تھا صرف طلبا کے درجے الگ الگ تھے۔ اور اگر ایک ہی شخص میں دونوں علوم کے سیکھنے کی قابلیت تھی تو دونوں درجوں میں اس کی رسائی تھی، لیکن صحبتیں مختلف تھیں۔ اور اوقات مختلف تھے۔ بعد خلفائے اربعہ کے دونوں مدرسے الگ الگ ہو گئے اور کچھ دنوں تک سہولت سے کام چلتا رہا۔ دونوں مدرسوں کے منتہی علماء پیشوائے مذہب سمجھے جاتے تھے۔ لیکن بعد ازاں علوم ظاہر کے منتہی سلطنت کے ارکان بن گئے اور صرف علمائے باطن پیشوائے مذہب رہ گئے۔ اور جب اس فرقہ میں کسب معاش کے لئے ریاکاروں کا گزر ہوا تو پھر کیا تھا؟ اوہام پرستی سے دنیا بھر گئی۔ اچھے لوگوں سے گو دنیا خالی نہ تھی۔ وہ بھی جا بجا تھے لیکن مقتدائے امت اور مرجع خلایق نہ تھے۔ اسی زمانے میں حضرت مجددؒ کا ظہور ہوا۔ اور ان کے مریدین کا لفظ استعمال کیا جائے تو لعنت ہوگی۔

دنیا کا کام دنیا کی رفتار سے الگ نہیں ہوتا۔ قرآن لوح محفوظ میں موجود تھا۔ لیکن دفعتاً نازل نہیں ہوا بلکہ محل اور موقع کے ساتھ بتدریج نازل ہوا۔ پیغمبر خداؐ کے وفات

کے بعد اصحاب کو تجہیز و تکفین پیغمبر کے قبل خلافت کا تصفیہ کرنا مقدم معلوم ہوا۔ بظاہر یہ بات نا مناسب تھی۔ لیکن جب آنحضرت کی ایک حیثیت سلطان وقت کی بھی تھی تو جہانداری کے اصول کی پیروی ضرور تھی کہ تجہیز و تکفین کے پہلے ولی عہد کی تخت نشینی ہو جائے۔ اسی طرح آنحضرت نے بہت سے مراسم زمانۂ جاہلیت کے محض اس لئے قائم رکھے کہ اصول اسلام کے وہ مخالف نہیں ہیں تو عوام کی دل شکنی کیوں کی جائے؟ حضرت مجدد کے وقت میں علم باطنی کی ایسی عظمت عوام میں تھی کہ اس سے الگ ہوکر صرف شرع ظاہری کی تعلیم سے اصلاح قوم مشکل تھی۔ اس لئے حضرت مجددؒ نے علم ظاہر اور علم باطن دونوں کی تعلیم کی اور علم باطن کا اخفا نہ کیا۔ مگر درجہ خلافت عطا کرنا انھیں مریدوں کے ساتھ مخصوص رکھا جن میں باطنی اہلیت تھی۔ حضرت مجددؒ سنت نبوی کے بیحد پیروی کرنے والے تھے۔ جو طریقہ پیری مریدی یا بیعت اور تجدید بیعت کے اصطلاحات کے ساتھ نامزد تھا۔ اسے حضرت مجدد نے بھی قایم رکھا۔ بیعت کے متعلق حضرت شاہ غلام علی مجددی سبعہ سیارہ میں لکھتے ہیں کہ بیعت کی تین قسمیں ہیں۔ بیعت اول برائے توبہ۔ دویم برائے انتساب۔ سیوم برائے استفادہ۔ حضرت مجددؒ نے اس کے متعلق اپنے پیر سے استفسار کیا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ حضرت مجدد نے پیری و مریدی میں سنت نبوی کی پوری پوری پیروی نہ کی۔ لیکن میں اس کہنے کی جرأت نہیں کرتا کہ سنت نبوی کی اس میں مخالفت کی گئی۔ یہ ظاہر ہے کہ علم سینہ کو علم سفینہ قرار دینے میں حضرت مجددؒ نے جس قدر سنت نبوی کی پیروی کی اس کی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے۔ اس پر بھی اگر کوئی بات رہ گئی تو وہ شان بشری کا مقتضیٰ ہے۔ دیگر اولیا کے کرامات و مکاشفات کی طرح حضرت مجددؒ کے کرامات اور مکاشفات کو بھی اُن کے مریدین نے کچھ کم ظاہر نہیں کئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت مجددؒ نے منع کیا اور مریدوں نے نہیں سُنا۔ لیکن اگر حضرت مجدد ایسا کرتے تو شاید انھیں بآسانی کامیابی نہ ہوتی۔ آپ کے طرز عمل کا نتیجہ ہوا کہ تمام علما ہر چہار مذہب اور تمام مشایخ ہر چہار سلسلہ بلکہ ہر پنج سلسلہ نے آپ کو مقتدا مانا اور اس اتفاق سے ایک نیا دور ترقی اسلام کا شروع ہوا۔ میری طرح بہت سے ایسے مسلمان ہیں جو آپ کے

سلہ دیکھو مکتوب ۵ دفتر اول

مکاشفات کی وجہ سے آپ کو مقتدا نہیں مانتے بلکہ اس لئے امام جانتے ہیں کہ آپ سنت نبوی کے زندہ کرنے والے تھے۔ شرک و بدعت کے مٹانے والے تھے۔ بلاد اسلام میں خدائے واحد کی تسبیح و تقدیس جاری کرنے والے تھے۔ علماء اور مشائخ کو دانہ ہائے تسبیح کی طرح اپنی امامت کے رشتہ میں گوندھ کر اتفاق باہمی قائم کرنے والے اور اختلافات کے مٹانے والے تھے۔

میں نے اپنے سابق معلومات کی بنا پر سلسلہ مجددیہ کی چند کتابیں دیکھکر اور تصانیف حضرت مجدد کے مطالعہ کے بغیر یہاں تک دیباچہ لکھا تھا۔ کہ اس کے بعد تصانیف حضرت مجدد کے پڑھنے سے میرے خیالات میں تغیر پیدا ہوا جسے میں اصلاح خیال سے تعبیر کرتا ہوں میں نے چاہا کہ دیباچہ از سر نو لکھوں۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ خیالات جدید کا اسی میں اضافہ کر دیا۔ تاکہ دونوں خیالات کا موازنہ کرنے سے حضرت مجدد کا پایۂ علوم ظاہر ہو اور معلوم ہو جائے کہ دوسرے مشائخ اور حضرت مجدد میں کیا فرق تھا۔ اور اسی فرق کی وجہ سے حضرت مجدد کو قیوم لقب دیا گیا۔

تحصیل علوم ظاہر کے بعد میں نے تصوف (علم باطن) کی کتابیں دیکھیں تو میرا خیال یہ قائم ہوا کہ "علم باطن جو آنحضرت صلعم سے منسوب ہے وہ زیادہ تر حقیقت روح کے متعلق ہے اور شاید صوفیہ کرام نے اسی سے ہمہ اوست اخذ کیا ہے۔ انتظام عالم کے درہم برہم ہو جانے کا اندیشہ تھا اسی لئے اُس کی خفیہ تعلیم ہوئی اور عرصہ تک تعلیم خفیہ رکھی گئی۔ اور اسی لئے اس علم سینہ کا علم سفینہ ہونا شروع شروع علمائے باطن نے بھی پسند نہیں کیا[1]۔ لیکن بالآخر یہ علم سینہ جب علم سفینہ ہوا تو سفینہ ہی کا ہو کر رہ گیا"۔ اب میں اس خیال سے باز آتا ہوں۔ کیونکہ اس خیال سے تو یہ مستنبط ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم کے دل اور زبان میں مطابقت نہ تھی۔ معاذ اللہ کیا آپ کی تعلیم ظاہر اور تھی اور تعلیم باطن اور تھی۔ دوسری غلطی میرے خیال کی یہ تھی کہ میں گویا قرآن مجید کو تمام تعلیمات مذہبی کا جامع نہیں سمجھتا تھا۔

لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین۔

[1] دیکھو حالات حضرت جنید بغدادی تاریخ الاسلام باب ۱ (از مولف)

کہتا تو تھا لیکن اس کا مفہوم نہیں سمجھتا تھا۔ اور یہ جانتا تھا کہ تعلیم باطنی قرآن مجید اور حدیث نبوی سے الگ کوئی شے ہے۔ میں قرآن کے محامد کے متعلق مختلف رسالوں میں لکھ چکا ہوں کہ اس کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ عالم و جاہل مہذب اور غیر مہذب سب کی تسکین و تشفی اس سے ہوتی ہے، اور اس لئے یہ اکمل ہے۔ ایسی صاف اور صریح بات تصانیف حضرت مجدد کے مطالعہ کے قبل میرے ذہن سے دور تھی تو یہ جائے حیرت ہے۔

تصانیف حضرت مجددؒ نے مجھے یہ بتایا اور میرے دل نے اسے قبول بھی کر لیا کہ کوئی علم باطن ایسا نہیں ہے جو قرآن میں نہیں ہے۔ قرآن مجید میں بالاجمال اور کتاب سُنّت میں جو بمنزلہ اس کی شرح کے ہے بالتفصیل تمام باتیں آ گئی ہیں۔ زمانہ رسولؐ میں معمولی سمجھ والے عام طور پر ان سے مستفید ہوتے تھے اور غیر معمولی طبیعت و ذہانت والے اصحابؓ خاص طور پر فیضیاب ہوتے تھے۔ اسی فیض خاص کو صوفیوں نے علم باطن سے تعبیر کیا ہے ورنہ علوم باطن میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو تعلیم قرآنی کے مغائر ہو۔

کشف و مکاشفے سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ان کو اہل اسلام سے کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ البتہ یہ اصطلاحی نام مسلمانوں کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ دوسروں میں یہ کمالات پائے جائیں تو انہیں استدراج کہتے ہیں۔ یہ استدراج ہند کے پنڈتوں اور جوگیوں میں تھا۔ یونان کے حکیموں میں تھا۔ عرب کے کاہنوں میں تھا اور ان سب کا مدار عملیات روحی وقلبی پر تھا۔ اگر پیغمبر خدا روحی فداہ اپنی صحبت خاص میں بھی عملیات اپنے اصحابؓ کو سکھاتے بھی تھے تو شان رسالت سے اور تبلیغ کے فرائض سے اسے واسطہ نہ تھا۔ شریعت ظاہر کی صورت جو عام طور پر لوگوں کے سامنے پیش کی جاتی تھی اُسے گو سب برابر سمجھتے تھے لیکن اس کی حقیقت کو اپنی استعداد اور مدارج فراست کے موافق اصحاب رسولؐ جدا جدا سمجھتے تھے۔ پیغمبر تخلیہ میں بھی بیٹھتے تھے تو ساتھیوں کے حلقے میں مراقب نہیں ہوتے تھے پیغمبر خدا کی سی تیز توجہ مشائخ مابعد میں نہ تھی۔ اس لئے مراقبہ اور حلقہ مریدین کا اختراع ہوا۔ آنحضرتؐ کی تعلیم کُھلم کُھلا تھی۔ جس پر نظر کیمیا اثر پڑی اپنا کام کر گئی۔ گو باران رحمت کی طرح۔ ۶ " در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس " کا بھی مصداق تھی

یعنی آیات قرآنی اور ملفوظات نبوی کے علاوہ صحبت نبوی بھی ایک چیز اور بڑی چیز تھی۔ اس صحبت کے اثر سے صحابہ کرام خیر الامم تھے۔ تابعین اور تبع تابعین تک اس صحبت کا اثر باقی رہا پھر کتاب و سنت اور مشائخ امت کی صحبت رہگئی۔ ان مشائخ کو عابد و زاہد کے لقب سے لوگ یاد کرتے تھے جب فرقہ بندیاں شروع ہوئیں تو اہل سنت وجماعت نے ان زاہدوں اور عابدوں کو صوفیہ کا لقب دیا۔ بوجہ زہد وعبادت کے ان میں روحانیت بہ نسبت اوروں کے زائد تر تھی۔ ؁۱

روحی طاقت روحانیت کا زور یا نور فراست اسلام سے ایک جدا شے ہے جسطرح غیر مسلموں کا اس میں حصہ ہے مسلموں کا بھی حصہ ہے۔ یہ کہنا اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ ان میں کم ہے اور ان میں زیادہ ہے۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہاں بے رونقی ہے اور یہاں رونق ہے۔ بہرحال رسولؐ۔ صحابہؓ۔ تابعینؒ۔ اور۔ تبع تابعینؒ کے بعد صحبت رسولؐ کا اثر مسلمانوں میں بہت کم رہگیا۔ فلسفہ یونان نے قلب کو اپنی طرف کھینچا اور ایران کے زردشتوں نے اپنی مذاہب کا فلسفہ از سر نو زندہ کرنا چاہا۔ تو ضرورت اس امر کی ہوئی کہ استدلال سے حقانیت مذہب اسلام ثابت کیجائے۔

قویٰ کمزور ہوئے تو ہضم طعام کے لئے پاچک کی گولیوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تابقائے اثر صحبت رسولؐ استدلال کی ضرورت نہ تھی۔ فیض صحبت کا اثر زائل ہوا تو استدلال کی ضرورت ہوئی۔ اور اہل استدلال متکلمین کے نام سے اکھاڑے میں آئے۔ اور بحث و مباحثہ شروع ہوا اور اس کے متعلق کتابیں شایع ہونے لگیں۔ یہ متکلمین تمام علوم معقول مثلاً ہیئت۔ فلسفہ۔ ریاضی۔ ہندسہ اور منطق وغیرہ کے ماہر تھے۔ ان متکلمین میں کچھ لوگ ایسے تھے جو قوائے روحانی بھی رکھتے تھے ان لوگوں نے استدلال معقولی کے ساتھ اپنے مکاشفات اور الہامات سے بھی کام لیا۔ اور یہ دعویٰ کیا کہ بنائے استدلال ظن پر ہے۔ اور کشف مثل بدیہیات کے درجہ یقین بخشتا ہے یہ مکاشفات والہامات اہالی مکاشفہ اور انکے

؁۱ دوسری ہجری سے پہلے یہ لقب مشہور ہوگیا تھا اور سب سے پہلے ابو ہاشم کوفی کو صوفی کہا گیا۔ (دیکھو نفحات الانس مولانا جامیؒ مطبع [illegible] لاہور)

مریدین اور معتقدین کے ساتھ مخصوص تھے۔ ایک کا کشف دوسرے کے لئے کس کام کا؟ اسلئے متکلمین کی ایک ضمنی تقسیم سے صوفیوں کی ایک جماعت الگ قایم ہوئی اور علم کلام کے ساتھ ساتھ تصوف کی بھی کتابیں شایع ہونے لگیں۔ اگر بدعت حسنہ ہیں تو دونوں ہیں اور بدعت سیئہ ہیں تو دونوں ہیں۔ اسی اثنا میں ہمہ اوست کا بھی مسئلہ پیش ہوا جو یونانی علوم کے سوٗ دخل در معقولات کی وجہ سے حقیقت الٰہی کو زیر بحث لانے سے پیدا ہوا تھا۔ علوم عقلیہ کے رائج ہونیکا یہ اثر بد تھا یا مکاشفے کی غلطی تھی۔ سکر حال اس کا باعث تھا یا سامعین کی غلطی فہمیاں تھیں۔ بہر حال متکلمین کی بدعت، بدعت حسنہ سمجھی گئی اور بعض صوفیوں کی بدعت، بدعت سیہ سے متجاوز ہو کر علمائے ظاہر کے نزدیک کفر ٹھہری۔ کچھ دنوں تک باہم نزاعیں رہیں۔ پھر طبیعتیں خوگر ہو گئیں اور بالآخر یہ کفر، کفر طریقت کے نام سے موسوم ہوا۔ اور حالت سکر میں جائز سمجھا گیا۔ تصوف کی جو کتابیں اول اول شایع ہوئیں وہ شیخ محی الدین بن عربیؒ کی بنائی ہوئی تھیں۔ اور علمائے ظاہر میں وہ مطعون ہوئیں۔ گو اب لوگ ان کا اعزاز اور احترام کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ محی الدینؒ امام الصوفئین خیال کئے جاتے ہیں۔ ان کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محی الدینؒ علم معقولات۔ فلسفہ۔ ہندسہ اور منطق میں بھی یدطولے رکھتے تھے۔ وہ روحانیات کے متعلق سیدھی سادی تحریر نہیں لکھتے بلکہ مصطلحات علوم معقول کے ساتھ منطقی طرز تحریر اختیار کرتے ہیں۔ اور متکلمین کے رنگ میں اپنے مکاشفات بھی جا بجا ذکر کرتے ہیں۔ اسی سے میرا یہ خیال پیدا ہوا کہ معتزلہ۔ ماتریدیہ اور اشاعرہ کی طرح صوفیہ بھی متکلمین کی ایک قسم سمجھے جائیں تو کیا مضائقہ ہے؟۔

یہاں یہ لکھنا بے موقع نہیں ہے کہ مثل شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے حضرت مجددؒ الف ثانیؒ علوم معقولات کے بھی عالم تھے اور متکلمین میں شمار کئے جانے کے لایق تھے۔ اور شیخ محی الدین ابن عربی کے بعض مقولات وخیالات کی تردید یا تائید جس دقائق نظری سے حضرت مجددؒ فرماتے ہیں ان سے نہ صرف نور ایمان میں ترقی ہوتی ہے۔ بلکہ نور فراست میں بھی رونق پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر یہ دونوں باتیں ایک ہی سمجھی جائیں تو یہ کہنا چاہیئے کہ حضرت مجددؒ کے تصانیف موجب افزائش نور ایمان اور باعث

ترکی نور فراست ہیں۔

ابوالفضل محمد احسان اللہ عباسی
گورکھپور ۱۵۔ مارچ ۳۴ء

تتمہ دیباچہ

نقل خط محولہ دیباچہ

بخدمت جناب علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ صاحب عباسی گورکھپوری۔

جنابمن - تسلیم - رسالہ دین و دنیا ماہوار میرے پاس آتا ہے۔ اس رسالہ میں آپکے پاکیزہ مضامین میری نظر سے گذرتے ہیں۔ میں انکو بے حد دلچسپی سے پڑھتا ہوں۔ اور آپ ہی کے مضامین کے باعث میں اس کا خریدار ہوا ہوں۔ آپکی علمی قابلیت - جذبات اور معلومات کا اثر قریب قریب تمام ہندوستان کی مسلمانوں کے دلوں پہ ہے - نامور اور ممتاز مؤلف آپکو شمار کیاجاتا ہے۔ آپ کی فیاض دلی مجبور کرتی ہے - کہ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی کی سوانح عمری لکھنے کی آپ سے التماس کیجائے۔ اگرچہ بظاہر یہ بات بہت تکلیف دہ ہے - لیکن درحقیقت یہ ایک ثواب عظیم ہے - اور بے شمار ثمرات اس میں مضمر ہیں۔ جس کا ایک ادنی ثمر یہ بھی ہوگا کہ اس کتاب کے باعث آپ کا نام ہمیشہ زندہ رہیگا۔ مجھے پیری مریدی سے بالکل شوق نہیں اور اگر کچھ تھوڑا بہت ہے بھی تو کوئی پیر ملتا نہیں۔ ہاں طریقہ نقشبندیہ سے کچھ کچھ الفت ضرور ہے۔ اور وہ اس وجہ سے ہے کہ اس میں اتباع شریعت کا اہتمام رکھا جاتا ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے نام سے دنیا واقف ہے - اگرچہ ان کی سوانح عمریاں کثرت سے لکھی گئی ہیں، لیکن انکو کسی نامور اہل قلم نے موجودہ زمانہ کے عام مذاق کے موافق نہیں لکھا ہے - میں نے اس کام کے لئے آپکو تجویز کیا ہے - براہ کرم ایک جامع اور مفصل سوانح عمری لکھئے لیکن مبالغہ آمیز واقعات اور خوش اعتقادی کا رنگ بالکل نہ ہو بلکہ حضرت مجددؒ کی صاف اور سادہ زندگی کا نمونہ ان کے اخلاق اور عادات کا صحیح صحیح فوٹو دکھانا چاہیئے کہ یہ کس مرتبہ کے آدمی تھے اور ان کی اصول زندگی کیا تھی۔ دین نبوی کو آپ کی ذات سے کیا تقویت ہوئی۔ آپ کے کون کون سے کارنامے دنیا میں باقی ہیں کہ جن پر فخر کیا جاسکتا ہے

عمل ظاہری کے ساتھ علم باطنی کی رنگت پیدا ہوتی ہے جو خلفائے اربعہ کے مدارج سے مناسبت رکھتی ہے۔

اثر صحبت سے مجھے حضرات مجددیہ کی تلاش ہوئی اور میں مولانا فضل الرحمٰن کے خلیفہ مولانا محمد علی مونگیری کے پاس گیا۔ اور وہاں سے ۸۔ نومبر ۱۹۳۳ء کو واپس آیا۔ کیا دیکھا اور اور کیا سنا یہ موضوع بحث نہیں ہے۔ وہاں سے آنے کے بعد آپ کا خط ملا یہ قدرت الہیٰ" کے ہوتے ہوئے اسے "تصرفات بزرگانہ" کہنے کو جی نہیں چاہتا۔ ان باتوں سے میں گھبراتا ہوں۔ لیکن عام لوگ اسے تصرف بزرگانہ خیال کریں گے۔ کہ حضرت مجددؒ کے سیلسلہ کے ایک خلیفہ کے پاس سے میں واپس آتا ہوں اور آپ کا خط مجھے ملتا ہے جو حکمنامے یا پروانے کی صورت میں ہے کہ حضرت مجددؒ کی سوانح عمری لکھو۔ حالانکہ میں نہ آپ کو جانتا تھا اور نہ آپکا نام پہلے کبھی سنا تھا۔ خط دیکھتے ہی میں نے سوانح عمری لکھنا شروع کر دی اور ایک بڑا کام جو میں نے شروع کر رکھا تھا اُسے ادھورا چھوڑ دیا۔

آج تبلیغ اسلام کا چرچا تمام پھیلا ہوا ہے۔ تبلیغ اسلام کے لئے دوسرے مذاہب سے واقفیت درکار ہے۔ اسوقت مبلغین میں یہ اثر کہاں ہے کہ اپنی صحبت سے دوسروں کو اپنی طرف کھینچ لیں۔ اب ضرورت استدلال کی ہے اور استدلال کے لئے فریق مخالف کی کتابوں سے واقفیت ضرور ہے۔ اس لئے میں نے کتب مقدسہ مذاہب قدیم کا خلاصہ لکھنا شروع کیا تھا۔ توریت۔ زبور۔ انجیل کا خلاصہ لکھکر جینیوں کے عقائد ماقبل زمانہ بودھ کی تحقیقات شروع کی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ وید کی تلاش میں بنارس کا سفر اختیار کیا اور ژنداوستہا کی تلاش میں بمبئی جانے والا تھا۔ اسی اثنا میں آپ کے حکمنامے نے مجھے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری لکھنے کی طرف متوجہ کیا۔ آپ خود فرمائیے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔

کوئی رئیس یا والی ملک اپنے کسی ملازم یا وظیفہ خوار کو یہ حکم دیتا تو ایسی جلدی وہ نہ کرتا جیسی کہ میں نے تعمیل ارشاد میں کی۔ روضۃ القیومیہ ہر چہار جلد اور مکتوبات کے ہر سہ دفتر دیکھکر پورے دو ماہ میں میں نے سوانح عمری حضرت مجدد کی تیار کر لی لیکن مفصل

ذیل کتابوں یعنی اخبار الاخیار ۔ مرأۃ العالم ۔ مرآۃ جہاں نما ۔ کرامات آنہ یاد ۔ سکینۃ الاولیاء سفینۃ الاولیاء ۔ حضرات القدس ۔ زبدۃ المقامات کی جن کا آپ نے اپنے خط میں حوالہ دیا ہے تلاش ہے ۔ اگر ممکن ہو تو انھیں میرے پاس بھیجدیجئے ۔ دربار اکبری ۔ تزک جہانگیری اور چند دیگر کتابیں میں بطور خود دیکھنا چاہتا ہوں وہ یہاں ملجائیں گی ۔ جواب خط کی تعویق کا یہی سبب تھا ۔ کہ میں کام کو ایک حد تک پہونچا کر آپ کو اطلاع دوں ایسا نہ ہو کہ وعدہ کر دوں اور کر نہ سکوں ۔

یہاں یہ لکھنا بے موقع نہیں ہے کہ میں نے جہاں تک لکھا ہے میرے اعتقادات اور معلومات میں وہ اضافہ کا موجب ہوا ہے ۔ اور انشاء اللہ جس طرح حضرت مجدد رح نے تمام گذشتہ مجتہدوں کے پیرو اور تمام سلسلہ کے مختلف مشائخ کو اپنا ہم خیال بنا کر اپنی طرف گرویدہ کر لیا تھا اور ایک نیا دور اسلام کا ان کے وقت سے شروع ہوا ۔ اسی طرح ان کی سوانح عمری جسے میں لکھنا چاہتا ہوں اگر لکھ گئی تو ممکن ہے کہ ایک نیا دور اشاعتِ اسلام کا قایم کریگی ۔

فال نیک یہ سمجھئے کہ حال میں مسٹر عبد اللہ یوسف آئی ۔ سی ۔ ایس اتفاق سے گورکھپور آئے تھے ۔ اور اُن کو میں نے مجدد صاحب کے کچھ حالات سنائے ۔ انھوں نے سب کے پہلے اپنا نام خریداروں کی فہرست میں بہ اصرار لکھوایا ۔ اور کتاب سوانح عمری حضرت مجدد رح لندن کے پتہ سے طلب کی ۔ جہاں بظاہر اشاعت علوم کی خدمت انجام دینے کے لئے عرصہ سے وہ مقیم ہیں ۔ اور وہاں کے اخبارات سے بھی تعلق رکھتے ہیں ۔ اگر ان کے ذریعہ سے مجدد رح صاحب کی سوانح عمری یورپ میں شایع ہوگئی ۔ تو بڑا کام ہوگا ۔ اثنا ءِ گفتگو میں میں نے حضرت مجدد کے وہ حالات بھی بیان کئے جن سے شاہ جہانگیر کے تاریخی حالات پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے ۔ اور چند باتیں جو تاریخوں کے پڑھنے سے سمجھ میں نہیں آتیں اُن کی گتھیاں ان سے سلجھ جاتی ہیں ممدوح کو حالات تاریخی سے بیحد دلچسپی ہے ۔ انھوں نے یہ سنکر تصنیفات حضرت مجدد رح کے ملنے کا پتہ دریافت کیا کہ میری تالیف کے قبل بطور خود ان کتابوں سے وہ استفادہ کریں ۔ میرے بغل میں مولوی ظفر الملک اڈیٹر الناظر بیٹھے ہوئے تھے ۔ ان سے میں نے دریافت کیا تو معلوم

ہوا کہ ان کی ایجنسی میں یہ کتابیں موجود ہیں۔ اور ممدوح نے فوراً ان کا آرڈر لکھ کر مولوی صاحب کے حوالہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ میری سرسری گفتگو نے ممدوح کے دل پر بے حد اثر کیا اور امید ہوئی کہ میری کتاب علماء اور مشائخ کے علاوہ نئے خیالات والوں کے دلوں پر بھی عمدہ اثر ڈالے گی۔ جس طرح عمر خیام اور حضرت سعدیؒ کے کلب انگلستان میں قایم تھے اسی طرح عجب نہیں کہ ممدوح کے ذریعہ سے حضرت مجدد کا کلب بھی وہاں قایم ہو جائے۔ اور یہ صرف اخلاق اور لٹریچر کی تعلیم نہ پھیلائے بلکہ شریعت طریقت اور سیاسیات کے متعلق بھی برکات اسلامی کا مظہر ہو۔

اس قدر طول طویل خط لکھنے کی ضرورت یہ ہے کہ آپ اس کام کو مہتم بالشان سمجھیں اور مذکورہ بالا کتابوں کے فراہمی میں آپ سعی فرمائیں۔ میرا یہ خط اگر آپ کسی مقامی اخبار میں شایع کرا دیں تو مجھے امید ہے کہ دیگر حضرات جو اپنے کتابی یا قولی اعانت سے میری مدد کرنا چاہیں گے تو کر سکیں گے۔ کیونکہ اس سلسلہ کے لوگوں سے کوئی شہر یا کوئی بڑا مقام غالباً خالی نہیں ہے۔ اور بہت سے علماء اسی سلسلہ سے مشرف ہیں۔

احسان اللہ عباسی گورکھپور۔
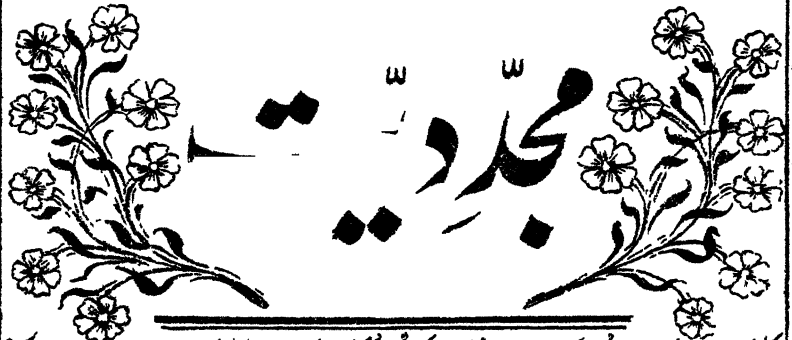
۲۸۔ دسمبر ۱۹۲۳ء

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کو مجدد الف ثانی کہتے ہیں + یہ بحث کہ یہ لقب حضرت مجددؒ نے خود اختیار کیا، یا اُن کے معتقدین نے اُنھیں دیا۔ اور پھر بعد کو قوم نے بھی پسند کیا بے سود ہے + حضرت مجددؒ کا تو یہی دعوے ہے۔ اور ہونا چاہیے۔ کہ اس کی بابت اُنھیں کشف اور الہام ہوا + ایک کا کشف دوسرے کے لئے حجت نہیں ہوتا۔ لیکن جو بات خلاف عقل اور خلافِ شرع نہ ہو۔ اُس کے ماننے میں کیا قباحت ہے + پیغمبر خدا کی ہجرت سے ہزار برس گزرنے کے بعد جب دوسرے ہزار کی ابتدا ہوئی تو از سر نو دینِ محمدی اور

یہ حدیث صحیح بھی مان لی جائے تو متفرق چیزوں سے شریعت اور طریقت مراد لینا اور ملانے والے کو حضرتِ مجددؒ سمجھنا قیاس مع الفارق ہے +

ایک یہودی کا مسلمان ہونا

کہا جاتا ہے کہ ایک یہودی کابل میں حضرت مجدد رح کے ایک اہل بیت کے ہاتھ پر مشرف با سلام ہوا۔ اور حلقہ میں شامل ہوا۔ اُس نے توریت کی ایک آیت پڑھی جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ پیغمبر خدا صلعم کی ہجرت کے ہزار سال کے بعد ایک شخص اُمت محمدی میں اوصافِ محمدی سے متصف مبعوث ہوگا۔ جو پورے طور پر اُس پیغمبر کا نائب ہوگا +

اُس نے یہ بھی کہا۔ کہ مجدد الف ثانی رح کے اوصاف میں نے سُنے۔ تو توریت کے مطابق پایا۔ اور مشرف باسلام ہوا + ممکن ہے۔ کہ اُس یہودی نے کسی اور غرض سے ایسا کہا ہو۔ موجودہ زمانے کی توریت میں کوئی ایسی آیت نہیں دیکھی گئی گر ایسی صاف اور صریح آیت ہوتی۔ تو پیغمبر خدا ص کے زمانے ہی میں یہودیت کا خاتمہ ہوگیا ہوتا

روضۃ القیومیہ میں یہ حکایت درج ہے۔ اور اس کے علاوہ دیگر اولیائے سابق کی بشارتیں بھی درج ہیں۔ لیکن اُن کا بیان کرنا اُن لوگوں کے لئے۔ جو مراقبہ و مکاشفہ اور روحانیات کے کمالات سے بے بہرہ ہیں۔ بے کار ہے + مجددیت کے لئے خود حضرتِ مجدد الف ثانی رح کے کارنامے بہترین ثبوت ہیں۔ جن کے ذریعے سے وہ بلاد اسلام میں مقتدا تسلیم کئے گئے تھے +

پہلا خواب

شیخ سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے۔ جو اکبر بادشاہ کے وقت میں۔ رکن سلطنت تھے خواب اور مکاشفہ کے ذریعے سے حضرت مجدد الف ثانی رح کا پایہ گاہ معلوم کر کے اپنی لڑکی کا عقد اُن سے کیا +

دوسرا خواب

سلطان اکبر کے خانِ اعظم اور مقرب سلطانی سید صدر جہاں۔ ان دونوں نے بھی خواب دیکھے تھے۔ اور خوابوں کی وجہ سے حضرت مجدد الف ثانی کے شیدا ہوگئے تھے

تیسرا خواب

حضرت خواجہ ہاشم کشمی اُس زمانے کے ایک بزرگ اپنی کتاب زبدۃ المقامات میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک سیدہ نے خواب میں دیکھا۔ کہ مخدوم عبدالاحد رح کا ایک فرزند تمام اولیاءِ اُمت سے افضل ہوگا۔ اس لئے اُس نے اپنی بہن کا عقد مخدوم عبدالاحدؒ سے کیا۔ اُس کے بطن سے حضرت مجدد رح کی ولادت ہوئی + یہ واقعہ بھی ثبوتِ مجددیت میں بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن اس سے بزرگی ثابت ہوتی ہے۔ نہ کہ مجددیت۔ مجددیت کی بہترین دلیل عقلی واقعات پر مبنی ہوسکتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ حضرت مجدد رح کے عہد میں اصلاح و تجدید دینِ محمدیؐ کی ایک نئی صورت پیدا ہوئی۔ پھر اُس کے بعد تمام دیگر امور بطور ثبوت تائیدی کے پیش کئے جا سکتے ہیں +

پہلی پیشین گوئی

حضرت شیخ احمد جام رح کی وفات ۵۳۶ھ میں ہوئی + اُن کا مقولہ تھا۔ کہ ہر چار سو برس کے بعد احمد نام ایک شیخ ہوگا۔ جس میں آثار عنایت حق سبحانہ وتعالےٰ ہویدا ہونگے[1] زمانہ مجدد صاحبؒ کا شروع گیارھویں صدی ہے +

دوسری پیشین گوئی

حضرت شیخ خلیل اللہ بدخشانی رح نے فرمایا۔ کہ ہندوستان میں ایک شخص بے نظیر اپنے زمانے کا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ہوگا +

حضرت شاہ کمال کیتھلی رح نے بارہا ایسے خواب دیکھے۔ جن کی وجہ سے۔ اپنے نبیرے سید شاہ سکندر جی رح کی معرفت ایک پیراہن حضرت مجدد رح کی خدمت میں بھیجا۔ جس کی نسبت مشہور ہے۔ کہ وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح کا تھا + یہ پیراہن بڑے اہتمام سے حضرت مجددؒ کے پاس لایا گیا +

یہ واقعہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ نے بحوالہ حضرات القدس مصنفہ شیخ بدرالدینؒ[2] اپنی کتاب سبعہ سیارہ میں نقل کیا ہے۔ سبعہ سیارہ میں یہ بھی تحریر ہے۔ کہ مکتوبات حضرت خواجہ

[1] نفحات الانس مؤلفہ مولانا جامیؒ مطبوعہ لاہور صفحہ ۳۸۹ و رموز العاشقین مصنفہ شیخ ظہور الدین بن حضرت شیخ احمد جامؒ ۱۲

باقی باللہ دہلوی [illegible]
کے لئے چنداں سند کے قابل نہیں ہیں۔ مگر ہاں باطنی کمالات کے متعلق ان کا تحریر کرنا
بے موقع بھی نہیں ہے +

——— ہندوستان میں حدیث کا سلسلہ حضرت مجدد نے جاری کیا ———

حضرت شیخ احمد سرہندی کو ہم تو اس لئے بھی مجدد سمجھا چاہتے ہیں۔ کہ ان کے ذریعے سے
تجدید سُنتِ نبوی صلعم ہوئی۔ اور حدیث کی کتابوں کا سلسلہ درس و تدریس جاری ہوا۔
تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ فقہ کی کتابیں۔ جو حدیثوں و قرآن کی تطبیق سے
بنائی گئیں۔ وہ اغراضِ سیاست وعبادت کے لئے انہیں کافی ثابت ہوئیں۔ اور
علوم اخلاق و مذہب کے لئے صوفیوں کی کتابیں عوام کو زائد تر مرغوب ہوئیں +
نتیجہ یہ ہوا۔ کہ علمائے سیاسیات فقہ کی طرف جُھکے۔ اور پیشوایان دین نے کتب تصوف
پر قناعت کی۔ اور کتب حدیث کی اگر تعلیم بند نہیں ہوئی۔ تو اُس میں کمی ضرور ہوئی
مذہب اسلام میں صحبت نبوی صلعم۔ اور صحبت صحابۂ نبی صلعم کی ایک خاص تاثیر تھی۔
حدیث کی کتابوں کا درس طلباء کو ایک اعتبار سے صحبتِ رسول صلعم اور صحبت صحابۂ
رسول صلعم تک گویا کہ پہنچا دیتا ہے +
کتبِ احادیث سے بے اعتنائی مسلمانوں کے مذہبی اور اخلاقی خیالات پر بُرا
اثر ڈالنے کا باعث ہوئی +
گیارھویں صدی کے شروع میں یہ صورت ہوئی۔ ہمارا خیال تو یہ ہے۔ کہ
حضرتِ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی نے از سرِ نو کتب احادیث و فقہ کی طرف لوگوں کو متوجہ
کیا۔ کیونکہ متابعتِ سنت نبوی صلعم کو مجدد صاحب علمِ باطنی پر مقدم سمجھتے تھے۔ تو بغیر
علم حدیث کو رواج دئے ہوئے وہ اپنے مقصد میں کیونکر کامیاب ہوتے + علمِ ظاہر کو
علمِ باطن پر مقدم سمجھنا حضرتِ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر مکاتیب سے ظاہر ہے + اس موقعہ پر
ہم اُس مکتوب کے کچھ الفاظ لکھنا چاہتے ہیں۔ جو شیخ نظام الدین تھانیسری کی
طرف لکھا گیا ہے۔ جس کے چند فقرے جستہ جستہ یہ ہیں +

مکتوب ۲۹ جلد اول	ترجمہ اردو
مردمِ معتمد نقل کرده اند که بعضے از خلفاء شمارا مرید آں سجده می کنند بر زمین بوس کفایت نمی کنند +	معتبر آدمیوں نے کہا ہے۔ کہ آپ کے بعض خلفا کو اُن کے مرید سجدہ کرتے ہیں۔ اور زمین چومنے پر بھی کفایت نہیں کرتے +
شخصیکه باقتدار خلق خود سر برآورده باشد اجتناب ایں قسم افعال او۔ از اشدِ ضروریات ست +	اُس شخص کے لئے جو خلق کا مقتدا و پیشوا بنا ہوا ہو اس قسم کے افعال سے پرہیز کرنا نہایت ضروری ہے +
که مقلدان با اعمال او اقتدا خواهند کرد و در بلا خواهند اُفتاد +	کیونکہ مقلد اُس کے فعلوں کی اقتدا کرینگے اور مصیبت میں پڑ جائیں گے +
در مجلس شریف از کتبِ تصوف مذکور می شود۔ از کتبِ فقه نیز مذکور شود کتب تصوف اگر مذکور نه شود باک نیست که آں با احوال تعلق دارد، و در قال نمی آید و از کتب فقهی مذکور نه شدن احتمال ضرر دارد + (مطبوعہ نولکشور پریس کانپور)	آپ کی مجلس میں تصوف کا ذکر ہوتا رہتا ہے۔ فقہ کی کتابوں کا بھی ذکر ہونا چاہیئے۔ تصوف کا اگر ذکر نہ ہو تو کچھ ڈر نہیں۔ کہ یہ احوال سے تعلق رکھتا ہے اور قال میں نہیں آتا۔ اور کتبِ فقہ کے مذکور نہ ہونے میں ضرر کا احتمال ہے +

شیخ عبد الحق رہ کا محدث مشہور ہونا

لیکن مشہور یہ ہے۔ کہ حضرت مجدد رہ کے ہمعصر مولانا شاہ عبد الحق دہلوی رہ نے کتبِ احادیث کو از سرِ نو داخلِ درس کیا۔ مگر ہمارے نزدیک اس شہرت کی وجہ یہ ہے۔ کہ حضرت مجدد رہ علمِ باطن میں شہرۂ آفاق ہوئے۔ تو علمِ حدیث کا پھیلانا اُن کی طرف منسوب نہ ہوا۔ بلکہ شاہ عبد الحق رہ کی طرف اس کی نسبت مشہور ہو گئی +

بہرحال حضرت مجدد رہ نے اتباعِ سُنّت کو الہامات و کشوف صوفیہ پر ترجیح دی تو علماء نے ظاہر و باطن میں جو تفرقہ روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ رُک گیا + اس وجہ سے بغیر کسی اور دلیل کے بھی حضرت شیخ احمد سرہندی رہ کو مجدد الف ثانی کہنا بجا تھا

اور اب بھی بجا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رح کی مجددیت سے انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ اُن کی مجددیت پر زمانہ کا اجماع ہو چکا ہے[1] ۔ لیکن یہ ایک نیا خیال ہے۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ حضرت مجددؒ کے خلفاء اور معتقدین کی زبان میں اُن کی مجددیت کے وجوہ بھی بیان کئے جائیں ۔ ”حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی مصنف تفسیر مظہری علماء متاخرین سے ہیں۔ اور بالاتفاق عالمِ باعمل، اور صاحب تقوٰے مانے جاتے ہیں۔ اُن کی کتاب ”ارشاد الطالبین“ سے اُن کے خیالات کا کچھ خلاصہ بیان کیا جاتا ہے“۔

”ولایت اور کمالاتِ نبوت و رسالت کے ہر مقام میں صوفی کی دو حالتیں ہیں اوّل خلقت سے منقطع ہونا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا مقتضائے آیت

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا	اپنے پروردگار کا نام یاد کر۔ اور اُس کے غیر سے پوری طرح منقطع ہو جا۔

دوم رجوع عن اللہ باللہ یعنی پھر خلقت کے ساتھ مناسبت تازہ کرنا۔ جو مقامِ تبلیغ وارشاد کے لوازم سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا	اگر ہم رسول کو فرشتہ بنا کر بھیجتے تو بھی بصورت انسان بناتے

تاکہ فیض رساں اور فیض یاب کے مابین مناسبت ہو۔ کیونکہ بغیر مناسبت فیض حاصل نہیں ہوتا۔ پہلی حالت میں نظر کشفی سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا خدا کی طرف سیر ہے اور دوسری حالت میں نظر آتا ہے۔ کہ گویا درگاہِ الٰہی سے مخلوق کی طرف بازگشت ہے۔

[1] تین ساڑھے تین سو برس کے عرصہ میں سیکڑوں علما فقہا گزر گئے سب نے حضرت شیخ احمد سرہندی رح کو مجدد الف ثانی مانا ہے چنانچہ اُن کی تصانیف میں مجدد الف ثانی لکھا ہوا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز صاحب وغیرہ کی تصانیف میں آں جناب مجدد الف ثانی کے لقب سے یاد کئے گئے ہیں۔ مشرق سے مغرب تک بنگال سے روم تک سب کا اتفاق ہے کہ آپ الف ثانی کے مجدد ہیں۔ بعض حضرات کو اگر حضرت مجدد الف ثانی سے دلی بغض ہے۔ تو وہ النادر کالمعدوم کے حکم میں ہیں یہ واقعہ ہے کہ اتباع شریعت میں قدم رکھ کر بدعات کو ... اور خلاف شرع باتوں کا آپ نے قلع قمع کر دیا۔ اگر یہ دنیا میں نہ آتے تو غالباً آج دنیائے اسلام کی موجودہ حالت بے حد ابتر ہوتی ۱۲

اس حالت میں صوفی غمگین ہوتا ہے۔ اور جس قدر نزول پورا ہوتا ہے۔ اُسی قدر اُس کا فیض عالم میں زائد تر سرایت کرتا ہے۔ یہ تمام مقاماتِ عروج ہزار سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجدد الف ثانی رح کو عطا کئے۔ ان سے پہلے اولیاء کرام میں سے کسی کی زبان سے ان مقامات کا ذکر سُنا نہیں گیا تھا +

درمیان امم سابقہ برائے ہدایتِ خلق در ہر قرن و ہر قریہ انبیا مبعوث می شوند۔

پہلی اُمتوں میں خلقت کی ہدایت کے لئے ہر زمانے میں ایک ہی وقت میں متعدد گاؤں میں انبیا مبعوث ہوتے تھے

در حدیث ست عددِ انبیا یک لک و بست و چہار ہزار + و عددِ رُسل سہ صد و سیزدہ است۔ و بعد ہزار سال یا قریب آں پیغمبرے اولوالعزم مبعوث میشود

حدیث شریف میں انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ اور رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ ہے۔ اور ہزار سال کے بعد یا اُس کے قریب ایک اولوالعزم پیغمبر پیدا ہوتا ہے +

بعد ہزار سال از آدم نوح علیہ السلام و ہمچنیں بعدِ او ابراہیم ع و بعدِ او موسیٰ ع و بعدِ او عیسیٰ ع و بعدِ او محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین شد۔ و بعد وفاتِ آں اولیاء اُمتِ او در ہدایتِ خلق نیابت آں حضرت کردند۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ۔ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ

حضرت آدم ع سے ہزار سال کے بعد نوح ع اسی طرح اُن کے بعد ابراہیم ع اور ان کے بعد موسیٰ ع پھر عیسیٰ ع اور اُن کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوئے آپ کی وفات کے بعد آپ کی اُمت کے اولیاء خلقت کی ہدایت کے لئے آپ کے نائب ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں +

درمیان آنہا شخصے مثل رسولاں و انبیاء

اُن کے درمیان ہر صدی میں ایک شخص

لہ لفظی ترجمہ نہیں ہے بلکہ بامحاورہ وار فہم ترجمہ کیا گیا ہے کہ آسانی سے سمجھ میں آسکے۔

برہر صد بمنزلۂ انبیائے ...، برسر ہر صدی تجدید دین

بر ہر صد بجز یہ آن انبیا زیا فستہ و تجدید کردہ۔

ابو داؤد وغیرہ از آں حضرت علیہ السلام روایت کردند ان اللہ یبعث فی ھذہٖ الامۃ علی راس مائۃ سنۃ من یجدد لہا امر دینہا۔

ممتاز کیا جاتا ہے جیسے کہ نبیوں کے دین کے رسول ہوتے تھے۔ اور وہ تجدید کرتا ہے

ابو داؤد وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ اس اُمت میں ہر صدی پر ایک ایسا شخص پیدا کریگا جو اُس کے دین کی تجدید کرے گا +

ہزار گذشت و نوبت اولوالعزم رسید حق تعالےٰ موافق عادت قدیم برائے ہزارہ دوم مجدّدے پیدا کرد۔ کہ در سائر اولیا مجدد آں مثل اولوالعزم باشد و اورا از بقیہ طینت رسول کریمؐ آفرید و ایں مقامات وکمالات داد کہ کسے ندیدہ بود و بطفیل او ایں کمالات در آخر زماں شائع و جلوہ گر گردانید +

(ارشاد الطالبین مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ ۲۴۲)

جب ہزار سال گذر گئے اور اولوالعزم کی نوبت پہنچی تو اللہ تعالےٰ نے قدیم عادت کے موافق دوسرے ہزار کے لئے ایک مجدد پیدا کیا جو تمام اولیا میں وہ رتبہ رکھتا ہے جو انبیاء میں رسولوں کا درجہ ہے اور اُن کو رسول کریمؐ کی بقیہ مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اور وہ مقامات اور کمالات عطا کئے جو کسی نے نہیں دیکھے تھے۔ اُنکے طفیل سے یہ کمالات آخری زمانہ میں شائع ہوئے +

حضرتِ مجدد رح کا دعویٰ تھا۔ کہ جس طرح خلفائے اربعہ مدارجِ ولایت سے بڑھ کر مدارجِ نبوت تک پہنچے تھے۔ اسی طرح میں بھی اُن مدارج تک پہنچا ہوں۔ اُن کے بعد میرا ہی درجہ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے تھے۔ کہ اصحابِ رسول تمام اولیائے مابعد سے افضل ہیں +

حضرتِ مجدد رح فرماتے تھے "کہ آں حضرت محمد صلعم میں شانِ ولایت بھی تھی۔ گزشتہ اولیا نے درجہ ولایت پسند کیا۔ یا یہیں تک اُن کی رسائی ہوئی۔ اور اسی کی انتہائی ترقی کو انھوں نے انتہائے کمال تصور کیا +

"مجھے مدارجِ نبوت تک ترقی کرنے کا اتفاق ہوا۔ نبوت اور ولایت کے درمیان ایک درجہ قیومیت کا ہے جو مجھے حاصل ہوا +

اس طرح حضرتِ مجدد رح قیومِ اوّل ٹھہرے۔ اور اُن کی نسل میں تین قیوم اور ہوئے۔ چار قیوم یہ ہیں

قیوم	نام	نام پدر	لقب	سالِ ولادت	سالِ قیومیت	سالِ وفات	ہم عصر سلاطین ہند
اول	شیخ احمد رح	مخدوم عبدالاحد رح	امام ربانی محبوب سبحانی مجدد الف ثانی	سنہ ۹۷۱ھ	سنہ ۱۰۱۰ھ	سنہ ۱۰۳۴ھ	اکبر۔ جہانگیر
دوم	شیخ محمد معصوم	شیخ احمد رح	قطب الہدیٰ عروۃ الوثقیٰ	سنہ ۱۰۰۹ھ	سنہ ۱۰۳۴ھ	سنہ ۱۰۷۹ھ	جہانگیر۔ شاہجہاں اورنگ زیب
ثالث	خواجہ محمد نقشبند	محمد معصوم	امام حرب سر حجۃ اللہ	سنہ ۱۰۳۲ھ	سنہ ۱۰۷۹ھ	سنہ ۱۱۱۴ھ	اورنگ زیب۔
رابع	خواجہ محمد زبیر	ابوالعلیٰ ابن احمد محمد	سلطان الاولیا خلیفۃ اللہ	سنہ ۱۰۹۳ھ	سنہ ۱۱۱۴ھ	سنہ ۱۱۵۲ھ	بہادر شاہ۔ معز الدین۔ فرخ سیر۔ رفیع الدرجات۔ رفیع الدولہ۔ محمد شاہ

اُسے مواہب وہابِ مطلق سے تصوّر کرتے ہیں۔ جو حضرتِ مجدد رہ کی ذات پر فائض ہوئے +

مثلاً حضرت مجدّد رہ کے نزدیک انسان دس لطیفوں سے مرکب ہے۔ پانچ عالمِ آمر سے ہیں۔ اور پانچ عالمِ خلق سے ہیں۔ اور سات ولایت جن میں تجلیاتِ صفات، اور اسما کی سیر ہے۔ اور چار کمالات۔ اور تین حقائقِ الٰہیہ۔ اور تین حقائقِ انبیاء ان کے علاوہ ہیں +

حضرت مجدد رہ نے ان سیروں کے مقامات کے دائرے قائم کئے ہیں۔ اور اُن دائروں کو بھی بے جہت مانا ہے + دائرۂ اوّل دائرہ امکان ہے۔ دائرۂ ثانی میں سیر تجلیاتِ افعالِ الٰہیہ ہے۔ جنھیں ظلال اسما و صفات بھی کہتے ہیں۔ دائرۂ ثالث میں سیر در ولایتِ کبریٰ ہوتی ہے۔ دائرہ رابع میں سیر ولایتِ علیا واقع ہے۔ دائرۂ خامس میں تجلیات ذاتی ہیں۔ اسی مقام میں استدلالی باتیں بدیہی ہو جاتی ہیں۔ دائرۂ سادس میں کمالاتِ رسالت ہیں۔ اور دائرۂ سابع میں کمالاتِ اولوالعزم ہیں۔ ہر ایک دائرے کی شان اور ذریعہ حصول فیض و ترقی جُدا جُدا طریقوں سے بیان کئے گئے ہیں +

حضرتِ مجدد رہ تعلیم باطنی حضرت خواجہ باقی باللہ رہ سے حاصل کرکے وطن واپس گئے۔ دوبارہ تشریف لائے تو درجۂ خلافت حاصل کیا۔ اور سہ بارہ دہلی آئے تو حضرت خواجہ باقی باللہ رہ مشل مریدوں کے حضرت مجدد رہ کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ [illegible] نہ درجۂ [illegible] سے حضرتِ مجدد رہ [illegible] مشرف [illegible] ہو چکے تھے۔ حضرت مجدّد رہ نے جو تعلیم حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی سے پائی۔ اس کا خلاصہ ایک مکتوب میں اُنھوں نے درج کیا ہے۔ عوام کے سمجھنے کی بات نہیں ہے۔ لیکن اہلِ دل تو مستفید ہونگے۔ اس لئے اس کا کچھ ذکر کیا جاتا ہے +

ذکر اسم ذات

حضرت خواجہ باقی باللہ رہ نے اس فقیر کو اسمِ ذات جل سلطانہٗ کی تعلیم دی۔

تو لذت حاصل ہوئی۔ اور کمالِ شوق سے گریہ و زاری حاصل ہوئی"۔

مدہوشی و فنا

"ایک روز کیفیتِ بے خودی یعنی غیبت ظاہر ہوئی۔ اس بے خودی میں ایک دریائے محیط ظاہر ہوا۔ جس میں عالم کی صورتیں سایہ کی طرح نظر آتی تھیں۔ یہ کیفیت غیر مستمر تھی۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رح نے سُن کر فرمایا۔ کہ کسی قدر فنا حاصل ہوئی ہے۔ اور ذکر کرنے سے منع فرمایا"۔

مقام ظلال و فناء الفناء

" دو دن کے بعد مجھے فنائے اصطلاحی حاصل ہوئی۔ میں نے اس کا ذکر کیا۔ تو ارشاد ہوا۔ کہ اپنے کام میں مشغول رہو۔ اس کے بعد فنائے فنا حاصل ہوئی میں نے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا" کیا تم عالم کو ایک دیکھتے ہو۔ اور واحد متصل پاتے ہو؟"۔ میں نے کہا" ہاں"۔ آپ نے فرمایا" یہی بات فناءِ فنا میں معتبر ہے۔ کہ باوجود دید کے اتصال بے شعوری حاصل ہو"۔ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا" کہ اپنے علم کو حق سُبحانہٗ و تعالےٰ کے ساتھ حضوری پاتا ہوں"۔

مرتبہ علمی

"اس کے بعد ایک نور ظاہر ہوا۔ جو تمام اشیاء کو محیط تھا۔ میں اُسے حق جلّ و علا سمجھا۔ وہ نور سیاہ رنگ کا تھا۔ میں نے یہ واقعہ بھی عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا "کہ حق جل سلطانہٗ پردۂ نور میں ظاہر ہوا ہے۔ اور یہ انبساط جو اس نور میں معلوم ہو رہا ہے۔ علمی ہے۔ اور اشیاءِ متعدد کے ساتھ متعلق ہونے سے منبسط معلوم ہوتا ہے۔ انبساط کی نفی کرو"۔ اس کے بعد وہ نور سیاہ منبسط منقبض اور مختصر ہوتے ہوتے ایک نقطہ رہ گیا"۔

مقام حیرت و حضور نقشبندیہ

"حضرت خواجہ رح نے فرمایا" اس نقطے کی نفی کرو۔ اور حیرت میں آؤ"۔ میں نے ایسا کیا تو نقطہ زائل ہو گیا۔ اور حیرت حاصل ہوئی۔ میں نے جب یہ حالت

بیان کی۔ تو ارشاد ہوا۔ "کہ یہی حضور حضورِ نقشبندیہ ہے۔ اور نسبت نقشبندیہ عبارت اسی ظہور سے ہے۔" اس حضور کو حضورِ بے غیبت بھی کہتے ہیں۔ اور مقام اندراج نہایت در بدایت اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ یہ نسبت فقیر کو ذکر سے دو ماہ چند روز میں حاصل ہوئی۔

فنائے حقیقی و شرح صدر

اس کے بعد دوسری فنا حاصل ہوئی۔ جسے فنائے حقیقی کہتے ہیں۔ اور دل میں اس قدر وسعت پیدا ہوئی کہ تمام عالم از عرش تا مرکز زمین اس وسعت کے مقابلے میں رائی کا ایک دانہ بھی نہ تھا۔

مرتبۂ حق الیقین و جمع الجمع

"اس کے بعد میں نے ہر ذرۂ عالم کو اپنا عین دیکھا۔ اور اپنے آپ کو ان سب کا عین۔ یہاں تک کہ تمام عالم کو ایک ذرہ میں گم پایا۔ اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو۔ بلکہ ہر ذرے کو بے انتہا منبسط اور وسیع دیکھا۔ اور پھر اپنے آپ کو۔ اور اپنے ہر ذرے کو ایک نورِ منبسط پایا۔ جو ہر ذرے میں پھیلا ہوا تھا۔ اور عالم کی صورتیں اور شکلیں اُس نور میں مضمحل ہو کر لاشے ہو گئی تھیں۔ اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرے کو تمام عالم کا مقوم پایا۔ میں نے حضرت سے یہ کیفیت عرض کی۔ تو ارشاد ہوا۔ "کہ حق الیقین توحید میں یہی مرتبہ ہے۔ اور جمع الجمع عبارت اسی مقام سے ہے۔" اس کے بعد عالم کی شکلیں اور صورتیں جو پہلے حق معلوم ہوتی تھیں۔ اب موہوم نظر آئیں۔ اور نہایت حیرت ہوئی۔ اس حیرت میں فصوص کی عبارت یاد آئی۔

هُوَ هٰذَا اِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ اَىِ الْعَالَمُ حَقٌّ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ بِالْحَيْرَةِ بَعْدَ التَّبْيِيْنِ بَيْنَهُمَا	اگر تو چاہے تو عالم کو ایک وجہ سے حق اور ایک وجہ سے خلق اور دونوں میں تمیز نہ کرنے سے حیرت کہہ سکتا ہے۔
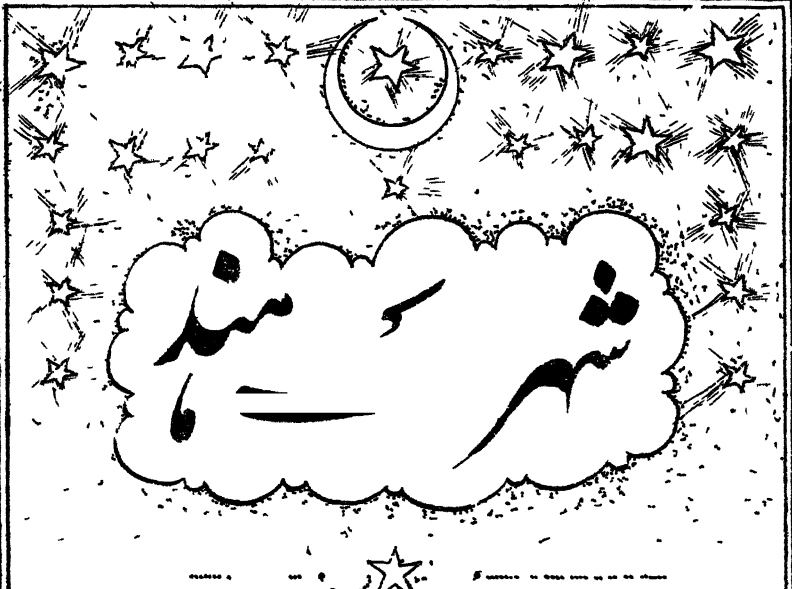
مرتبۂ فرق بعد الجمع

"دو کچھ قدرے اضطراب میں تسکین ہوئی۔ اس کے بعد میں نے حضرت سے یہ حالت عرض کی۔ تو ارشاد ہوا" کہ تمہارا حضور ابھی صاف نہیں ہوا ہے۔ اپنے کام میں مشغول رہو۔ تاکہ موجود کی تمیز موہوم سے ظاہر ہو جائے۔ صاحبِ فصوص نے شیخِ کامل کا حال نہیں بیان کیا ہے "؛ میں پھر اپنے کام میں مشغول ہوا۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے دو روز کے بعد موجود اور موہوم میں حضرت خواجہ کی توجہ شریف سے تمیز ظاہر کر دی۔ اور میں نے موجودِ حقیقی کو موہومِ خیالی سے ممتاز پایا۔ اور صفات و افعال و آثار جو موہوم سے صادر ہوتے ہیں اُن کو حق سبحانہ سے پایا۔ اور ان صفات و افعال کو بھی موہوم محض پایا۔ اور خوارج میں سوائے ایک موجودِ محض کے اور کچھ نہ دیکھا۔ میں نے یہ حالت حضرت سے عرض کی۔ تو ارشاد ہوا" کہ یہی مرتبہ فرق بعد الجمع کا ہے۔ اور کوشش کی انتہا بھی یہیں تک ہے۔ اس کے بعد جو کچھ جس کی استعداد میں رکھا گیا ہے۔ وہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس مقام کو مشائخینِ طریقت نے مقامِ تکمیل لکھا ہے "؛

پھر اس کے بعد حضرتِ مجدد رح کی استعداد میں جو درجہ قیومیت کا رکھا گیا تھا وہ ظاہر ہوا۔ اور اسی وجہ سے حضرتِ مجدد رح کے پیر بھی حضرت مجدد رح کی تعظیم و تکریم کرتے تھے + آخر باب ۶۔ اور ابتدائے باب ۷۔ اور ابتدائے باب ۱۶ پر بھی مجددیت اور قیومیت کی مزید توضیح کی ہے قابل ملاحظہ ہے +

باب سوم

حضرت مجدد الفِ ثانی رح کا مولد اور دار الارشاد "سرہند" ہے + سہرند کی بگڑی ہوئی صورت "سرہند" ہے۔ سہرند بمعنی بیشۂ پلنگ + پہلے یہاں جنگل اور شیروں کا مسکن تھا۔ فیروز شاہ تغلق کے وقت میں یہ مقام آباد ہوا۔ شاہی خزانہ اس جنگل سے گزر رہا تھا۔ ہمراہیوں میں ایک صاحبِ کشف تھے۔ اُنھیں یہ معلوم ہوا۔ کہ یہاں پر گیارھویں صدی ہجری کی ابتدا میں ایک سربرآوردۂ اُمت پیدا ہوگا +

شاہ شرف بوعلی قلندر کا مزاحم ہونا

یہ خبر فیروز شاہ تغلق کے مرشد حضرت مخدوم جہانیاںؒ تک پہنچی۔ اور اُن کے کہنے سے شاہ نے یہاں ایک شہر بسانے کا حکم دیا۔ بادشاہ کے وزیر خواجہ فتح اللہ تھے۔ اُن کے ذریعے سے، اُن کے بھائی امام رفیع الدینؒ اس کام کے لئے تعینات ہوئے۔ اور اُن کے پیر حضرت مخدوم جہانیاںؒ نے یہ فرمایا کہ تمہاری ہی نسل سے وہ سربرآوردۂ امت پیدا ہونگے + امام رفیع الدینؒ جب موقع پر پہنچے۔ تو شاہ شرف بوعلی قلندرؒ بھی تعمیر میں اُن کے معاون ہوئے۔ شاہ شرفؒ پہلے مزاحمت کرتے تھے۔ امام رفیع الدینؒ نے تبدیل خیال کا سبب پوچھا۔ تو شاہ شرفؒ نے بیان فرمایا

..کہ میری مزاحمت اس لئے تھی۔ کہ کام مہتم بالشان ہو۔ اور آپ کے سپرد ہو۔ اور
اس طرح آپ یہاں آکر بسیں۔ تاکہ یہ پیشین گوئی پوری ہو۔ کہ گیارھویں صدی ہجری
میں آپ کی نسل سے ایک سربرآوردہ اُمت یہاں پیدا ہوگا۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔
سرہند دہلی اور لاہور کے درمیان میں ہے۔ امام صاحب جب سرہند کا قلعہ بنا
چکے۔ اور شہر بسا چکے تو سرہند کا انتظام آپ کے سپرد ہوا۔ اور بادشاہ نے بہت
سے گاؤں آپ کو بطور نیاز دیئے۔ اور آپ وہاں کے قطب انتظام باطنی سے
مقرر ہوئے۔ امام صاحب کا مزار سرہند میں ہے۔ امام صاحب کے ساتھ
ستائیس صحیح النسب قبیلے قریش کے سرہند میں آباد ہوئے۔ اور ہزاروں گھر
پٹھانوں اور مغلوں کے بھی بنے۔ کسی زمانے میں سرہند بہت بڑا شہر تھا۔ اور یہاں
کے لوگ باعتبار شرافت و نجابت بہت معزز سمجھے جاتے تھے۔ مثل دیگر اسلامی
شہروں کے یہ شہر اب بھی بہت محترم سمجھا جاتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رہ نے اپنے مکتوبات میں یثرب اور بطحا کے بعد سرہند
کی سرزمین کا درجہ قائم کیا ہے۔ اور اپنے مکاشفے سے اُن نبیوں کے مقبرے
سرہند کے قریب دریافت کئے ہیں۔ جو زمانہ قدیم میں ہندیوں کی ہدایت کے
لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اس لئے بھی سرہند کو عزت حاصل ہے۔ کہ علاوہ نبیِ
آخرالزماں صلعم کی اُمت کے سربرآوردہ امامِ اُمت قیومِ اول اور اُس کے
جانشینوں کے مولد ہونے کے۔ ایک قطب کا بسایا ہوا یہ شہر ہے۔ اور قدیم
زمانے کے نبیوں کا بھی یہ مقامِ ارشاد اور مدفن تھا۔

حضرتِ مجدّد الفِ ثانی رح ستائیسویں[1] پشت میں باپ کے سلسلہ سے حضرتِ عمر فاروق رضؓ اور ماں کے سلسلہ سے حضرت امام حسینؓ تک پہنچتے ہیں + اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آں حضرت محمدؐ صلعم نے جو یہ فرمایا تھا +

"اللھم اعزّ دین الاسلام من عمر بن الخطاب" | اللہ دین محمدیؐ کو حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے رونق دے"

اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے۔ کہ جس طرح آں حضرت محمد صلعم کے وقت میں دین متین کو تقویت ہوئی۔ اسی طرح ہزار برس کے بعد آپ کی نسل میں ایک مجدّد پیدا ہو کر باعثِ تقویت دینِ محمدیؐ ہوگا۔ حضرت عبد اللہ ابنِ عمرؓ سے حضرتِ امام حسنؓ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ منسوب تھیں۔ انھیں سے سلسلۂ اولاد حضرت مجددؒ تک پہنچتا ہے + فیروز شاہ تغلق کے عہد میں حضرت امام رفیع الدین قطبِ وقت سمانہ سے آکر سرہند میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور انھیں کی نسل میں اُن کے سجادہ نشین حضرت مخدوم عبدالاحدؒ حضرت مجدّدؒ کے والدِ بزرگوار تھے + اس طرح کہ امام رفیع الدینؒ کے بعد اُن کے پسر شیخ حبیب اللہؒ۔ اُن کے پسر شیخ محمدؒ۔ ان کے پسر شیخ عبدالحیؒ۔ ان کے پسر شیخ زین العابدینؒ۔ ان کے پسر مخدوم عبد الاحدؒ کے بعد دیگرے سجادہ نشینِ خانقاہ امام رفیع الدین ہوتے آئے + مخدوم عبدالاحدؒ نے

[1] پہلی کتابوں میں ستائیسویں نمبر پر حضرت مجدد سرہندی کا نام آتا ہے لیکن مؤلف جواہر معصومیہ نے بتیسویں نمبر پر حضرتِ مجددؒ کا نام لکھا ہے۔ یہی شجرہ آگے چل کر نقل کیا جائے گا۔ ۱۲

علوم ظاہر سے فراغت پاکر سلسلۂ چشتیہ میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رح سے تعلیم حاصل کی۔ اور اپنے آبا و اجداد سے سلسلۂ سہروردیہ کی خلافت حاصل کی + حضرت شیخ عبدالقدوس رح کی ہدایت سے کچھ فیض سلسلۂ چشتیہ کے حضرت شیخ رکن الدین سے بھی حاصل کیا۔ پھر سلسلۂ قادریہ کی تعلیم حضرت شیخ کمال کیتھلی رح سے حاصل کی۔ جو بعد حضرت غوث الثقلین رح کے اس سلسلہ میں آپ اپنی نظیر تھے۔ حضرت مخدوم عبدالاحد رح طریقۂ نقشبندیہ کی تعریف کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے "کہ کشفی نگاہ سے یہ طریقہ مرکز اور شاہ راہ پر ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ اس طریقے کا کوئی ایسا بزرگ نظر نہیں آتا۔ کہ اُس کی ہمنشینی سے اس طریقے کی برکتیں حاصل ہوں" حضرت مجدد رح نے اپنے پیر حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی رح سے اپنے والد بزرگوار کی اس حسرت کا تذکرہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا "کہ میں ایک مرتبہ سرہند کی طرف جانکلا تھا لیکن اُس وقت مخدوم عبدالاحد رح دو برس قبل رحلت کر چکے تھے"

مخدوم عبدالاحد رح نے اپنی حیات ہی میں سلسلۂ چشتیہ، قادریہ، اور سہروردیہ کی نسبت۔ اور اپنی خانقاہ کی خلافت حضرت مجدد رح کو عطا کی تھی۔ اور بعد اس کے حضرت خواجہ باقی باللہ رح نے خلافت نقشبندیہ دے کر حضرت مجدد رح کو تمام طریقوں سے آگاہ کر دیا +

نسب نامۂ حضرت مجدد رح

(۱) حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔
(۲) حضرت شیخ عبداللہ رح
(۳) حضرت شیخ عاصم
(۴) حضرت شیخ حفص
(۵) حضرت شیخ عمر
(۶) حضرت شیخ عبداللہ

(۷) شیخ ناصر معروف ادھم شاہ بلخی۔

(۸) شیخ ابراہیم (بن ادہم) تارک السلطنت

(۹) شیخ اسحٰق

(۱۰) شیخ ابوالفتح

(۱۱) شیخ عبداللہ واعظ اکبر

(۱۲) شیخ عبداللہ واعظ اصغر

(۱۳) شیخ مسعود

(۱۴) شیخ سلیمان

(۱۵) شیخ محمود

(۱۶) شیخ نصیرالدین

(۱۷) شیخ شہاب الدین (معروف فرخ) شاہ کابل

(۱۸) شیخ یوسف

(۱۹) شیخ احمد

(۲۰) شیخ شعیب

(۲۱) شیخ عبداللہ

(۲۲) شیخ اسحٰق

(۲۳) شیخ یوسف

(۲۴) شیخ سلیمان

(۲۵) شیخ نصیرالدین

(۲۶) امام رفیع الدین (بانی قلعہ سرہند)

(۲۷) شیخ حبیب اللہ

(۲۸) شیخ محمد

(۲۹) شیخ عبدالحی

(۳۰) شیخ زین العابدین

(۳۱) مخدوم شیخ عبدالاحد رح

(۳۲) حضرت شیخ احمد مجدد الفِ ثانی رح

یہ شجرہ جواہر معصومیہ کے مؤلف کی تحقیقات صحیح کا نتیجہ ہے۔ ورنہ دیگر اکثر کتب سابق میں چار ناموں کی کمی ہے۔ یعنی از نمبر ۳ تا نمبر ۶۔ اُن میں نہیں ہے۔ ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ شیخ ناصر ادھم حضرت فاطمہ رض کی اولاد میں تھے۔ ضروریات سیاست کی وجہ سے اُنھوں نے اپنے آپ کو اپنے نانا عبداللہ بن عمر بن حفص کی اولاد میں بتایا۔ تو لوگوں نے اُنھیں فاروقی تصور کیا +

حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے۔ علم باطن کی تعلیم بدرجۂ اتم آں حضرت محمد صلعم سے حاصل کی تھی۔ حضرت ابوبکر رض کو یہ وہم ہوا۔ کہ بعد آں حضرت محمد صلعم کے اُمّتِ محمدی دیگر رسولوں کی اُمّت کی طرح دینِ محمدی کو بھلا نہ دے۔ تو انھیں

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ پ ۴ ع ۳ کہ تم بہترین اُمّت آدمیوں کے لئے ہو۔

اور إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ پ ۱۴ ع ۱ | میں نے نازل کیا۔ اور میں اُس کا محافظ ہوں +

سے قدرے تسلّی ہوئی۔ اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے آں حضرت محمد صلعم کو اور آں حضرت محمد صلعم سے حضرتِ ابوبکر رض کو معلوم ہوا۔ کہ کتنے اولیاء۔ اور [illegible] اُمّتِ محمدی میں پیدا ہونگے۔ لوگوں کی ہدایت ظاہری کی کے لئے۔ آں حضرت نے فرمایا۔ علماءِ امتی کانبیاءِ بنی اسرآئیل۔ اور خصوصیّت کے ساتھ اپنی نسبتِ خاص الخاص کو۔ جو کمالاتِ محمدی صلعم کا منتہا تھی۔ حضرت ابوبکر [illegible] کی طرف القا کی۔ اور اس نسبت کا انھیں مظہر بنایا۔ اور یہ وصیت کی۔ کہ جو اس کا اہل ہو۔ اُس کو یہ نسبت (علمِ باطنی) لبطور امانت سپرد ہوتی رہے۔ اور پھر درجہ بدرجہ ہزار برس کے بعد جو اس نسبت کا وارث ہوگا۔ اُسے یہ نسبت پہنچے گی اور اُس صاحبِ نسبت سے۔ دین اور ملت کی از سرِ نو تازگی ہوگی۔ اُس صاحبِ نسبت

ظہور ایسے وقت میں ہوگا۔ کہ فسق و فجور سے زمانہ پُر ہوگا۔ اور سُنّتِ نبوی کے احیا کی سخت ضرورت ہوگی۔ اس صاحبِ نسبت سے شریعت، طریقت اور حقیقت ایک ہوجائے گی۔ اور ایک نیا دور دین اسلام کی رونق کا شروع ہوگا۔ علم باطن سے ان باتوں کو تعلق ہے۔ کتب سیر سے ان باتوں کی تصدیق نہیں ہوتی۔ لیکن یہ باتیں بعید از قیاس نہیں ہیں۔ اور جنھیں سلسلۂ مجددیہ سے انتساب ہے۔ وہ تو انھیں خواہ مخواہ سچ جانیں گے +

حضرتِ ابوبکر رضہ سے یہ نسبت سلسلہ وار حضرتِ مجدد الف ثانی رحہ تک پہنچی ہے اس طرح۔ کہ حضرت ابوبکر رضہ سے حضرت سلمانِ فارسی رضہ کو ملی۔ پھر اُن سے حضرت ابوبکر رضہ کے پوتے حضرتِ قاسم رضہ کو۔ پھر اُن سے حضرت امام جعفر صادق رحہ کو پہنچی۔ حضرت امام جعفر صادق رضہ میں حضرتِ علی رضہ کی نسبت بھی شامل ہوئی۔ لیکن یہ نسبت صدیقی الگ محفوظ رہی۔ اور سلسلہ یہ سلسلہ حضرت بایزید بسطامی رحہ تک۔ پھر حضرت بہاؤ الدین نقشبند رحہ تک پہنچی۔ اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحہ کے ذریعے سے حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحہ سرہندی کو ۱۰۰۸ھ ہجری میں پہنچی۔ اور پھر اس نسبت کا ظہور بدرجۂ اتم ہوا۔ جس سے حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحہ قیومِ اوّل کے لقب سے مشہور ہوئے + درمیانی نام مسلسل یہ ہیں +

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضہ
(۲) حضرت سلمان فارسی رضہ
(۳) حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر رضہ
(۴) حضرت امام جعفر صادق رضہ
(۵) حضرت بایزید بسطامی رحہ
(۶) حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحہ
(۷) شیخ بوعلی فارمدی رحہ
(۸) خواجۂ یوسف ہمدانی رحہ
(۹) خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحہ
(۱۰) خواجۂ عارف ریوگری (ریوگر ایک مقام کا نام ہے)
(۱۱) خواجۂ محمود انجیر فغنوی (انجیر فغنہ ایک موضع کا نام ہے)
(۱۲) شیخ علی رامیتنی رحہ (معروف حضرت عزیزان)
(۱۳) خواجہ محمد بابا سماسی رحہ
(۱۴) حضرت شمس الدین امیر کلال رحہ
(۱۵) خواجہ سید بہاؤالدین نقشبند (قطب الاقطاب)

(۱۶) خواجہ علاؤ الدین عطار رح[۵] (۲۰) مولانا درویش محمد ابنکی (املنکی)
(۱۷) خواجہ مولانا یعقوب چرخی رح (۲۱) مولانا خواجگی امکنگی (امکنکی)
(۱۸) خواجہ عبید اللہ احرار رح (۲۲) خواجہ بیرنگ خواجہ محمد باقی باللہ شاہ آفاق رح
(۱۹) خواجہ مولانا محمد زاہد رح وخشی (۲۳) قیوم اول مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رح

بعض نے شیخ ابو علی فارمدی اور ابو الحسن کے درمیان شیخ ابو القاسم گرگانی کا نام لکھا ہے اور شیخ ابو الحسن اور شیخ بایزید بسطامی کی نسبت لکھا ہے۔ کہ ان کو اپنے پیروں سے بذریعہ روحانیت فیض پہنچا تھا +

حضرات القدس جلد اول میں سلسلۂ نقشبندیہ کے متعلق ایک قول یہ لکھا ہوا ہے۔ کہ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رح کے پیر تعلیم حضرت خواجہ خضر ؑ اور پیر خرقہ خواجہ یوسف ہمدانی رح تھے۔ خواجہ یوسف ہمدانی رح شیخ ابو الحسن رح خرقانی۔ پھر چند واسطوں سے بایزید بسطامی رح پھر حضرت امام جعفر صادق رح پھر امام محمد باقر رح پھر امام زین العابدین رح پھر امام حسین رح پھر حضرت ابو بکر صدیق رض +

یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت علی مرتضےٰ رض کو جس طرح آں حضرت محمد صلعم سے نسبت حاصل ہے۔ اسی طرح خلفائے ثلاثہ سے بھی ان کی نسبت پائی جاتی ہے + یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ حضرت سلمان فارسی رض کو جس طرح آں حضرت صلعم سے صحبت رہی اسی طرح حضرت علی رض سے بھی صحبت رہی + یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رح کو جس طرح حضرت قاسم رح ابن حضرت محمد رح ابن حضرت ابو بکر صدیق رض سے انتساب ہے۔ اسی طرح اپنے والد حضرت امام باقر رح سے بھی ہے۔ اور امام محمد باقر رح کا سلسلہ

---

[۵] حضرات القدس میں حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رح کا نام نہیں لکھا ہے لیکن مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی کے جانشین حضرت احمد میاں کے خلیفہ سید نور الحسن کے شجرہ منظومہ میں یہ نام ہے ۱۲

[۶] حضرات خلفائے اربعہ کے حالات کے لئے تاریخ الاسلام (از مؤلف) دیکھنا چاہئے۔ جس میں غالباً آئندہ طبع ثالث میں وہ امور بھی اضافہ کئے جائیں گے جو تصانیف حضرت مجدد رح کے مطالعے سے حاصل اور ظاہر ہوئے ہیں ۱۲

حضرت امام زین العابدین رضہ اور حضرت امام حسین رضہ کے ذریعے سے حضرت علی رضہ تک پہنچا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ حضرت قاسم ابن حضرت محمد رضہ کو امام زین العابدین رضہ اور حضرت امام حسین رضہ اور حضرت علی رضہ سے سلسلہ بہ سلسلہ انتساب ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ شیخ ابو القاسم رح گرگانی۔ شیخ ابو عثمان رح مغربی۔ شیخ ابو علی کاتب رح۔ شیخ ابو علی رودباری رح۔ حضرت شیخ جنید بغدادی رح حضرت سری سقطی رح۔ حضرت معروف کرخی رح۔ حضرت امام علی موسی رضا رضہ۔ حضرت امام موسی کاظم رضہ۔ حضرت امام جعفر صادق رضہ۔ حضرت امام زین العابدین رضہ حضرت امام حسین رضہ۔ اور حضرت علی رضہ تک سلسلۂ انتساب ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ حضرت معروف کرخی رح کو حضرت داؤد طائی۔ حبیب عجمی۔ حضرت امام حسن بصری رضہ حضرت امام حسن رضہ اور حضرت علی رضہ سے سلسلۂ انتساب ہے حضرت علی رضہ کی نسبت آں حضرت محمد صلعم سے متفق علیہ ہے۔ حضرت امام حسن بصری رضہ کی نسبت حضرت علی رضہ سے بلا واسطہ صحیح نہیں ہے +

حدیث میں آیا ہے۔ کہ دس صحابی حضرت ابو بکر رضہ۔ حضرت عمر رضہ۔ حضرت عثمان رضہ۔ حضرت علی رضہ۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضہ۔ حضرت طلحہ رضہ حضرت زبیر رضہ۔ حضرت سعد بن وقاص رضہ۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضہ اور حضرت سعید بن زید جنتی ہیں۔ اور ان کو عشرۂ مبشرہ کہتے ہیں۔ بعض صوفیہ نے لکھا ہے کہ ہر زمانے کا قطب حضرت ابو بکر رضہ کا قائمقام ہوتا ہے۔ اور تین اوتاد حضرت عمر رضہ۔ حضرت عثمان رضہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہم کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ اور بقیہ چھ صحابیوں کے بھی قائم مقام دیگر کاملین وقت ہوتے ہیں۔ لیکن علماء ظاہر کے لئے مشکوٰۃ کی یہ حدیث کافی ہے +

بِہِمْ یَقُوْمُ الْاَرْضُ وَبِہِمْ یُدْفَعُ الْبَلَاءُ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ وَبِہِمْ یُرْزَقُوْنَ وَبِہِمْ یُمْطَرُوْنَ۔	ان کی برکت سے زمین قائم ہے اور اہل زمین کی بلائیں دفع ہوتی ہیں اور انہیں کے ذریعہ سے رزق ملتا ہے اور مینہ برستا ہے

جو لوگ اس حدیث کو وضعی کہیں وہ تو الگ ہیں۔ لیکن جو لوگ وضعی نہیں کہتے۔ وہ اس کہنے پر مجبور ہیں۔ کہ اللہ تعالے عالم ظاہر میں حکومتِ ارض کے لئے جس طرح اپنا قائم مقام مقرر کرتا ہے۔ اسی طرح عالمِ باطن میں بھی کسی کو حاکمِ اعلیٰ اور بہت سے اُس کے تابعین مقرر کرے تو کیا مضائقہ ہے" اور اگر اس اعتبار سے حضرتِ مجدد کو یہ کہیں۔ کہ جس طرح جہانگیر عالمِ ظاہر میں شہنشاہِ وقت تھا۔ اسی طرح حضرتِ مجدّد کے متعلق بھی باطنی خدمت دُنیا یا ملکِ ہند کی سپرد تھی" تو کیا بے جا ہے +

خلفائے اربعہ

بعد آں حضرت صلعم کے حضرت ابوبکر رض۔ حضرتِ عمر فاروق رض۔ حضرتِ عثمانِ غنی رض۔ اور حضرت علی حیدر رض یکے بعد دیگرے مراتبِ نبوت او ولایت میں آں حضرت کے جانشین وخلیفہ ہوئے۔ ان سب کا مجموعی زمانہ تیس برس کا تھا۔ اور یہ زمانہ خلافتِ راشدہ کا زمانۂ اہلِ سُنت وجماعت کے نزدیک سمجھا جاتا ہے۔ اور ان کے نزدیک ان خلفاء کے مدارج کمالات باعتبارِ ترتیبِ خلافت ہیں۔ اور سب آں حضرت کے نورِ نبوّت سے مستفیض ہوئے ہیں۔ اور بعض صوفیائے کرام کا یہ خیال ہے۔ کہ خلیفۂ دوم۔ سوم اور چہارم کو علاوہ آں حضرت صلعم کے اپنے سے پہلے خلیفہ سے بھی انتساب تھا۔ اور اس طرح جتنے سلسلے نقشبندیہ۔ چشتیہ۔ قادریہ۔ سہروردیہ۔ اور کبرویہ ہیں۔ سب کی نسبت حضرت ابوبکر صدیق رض تک پہنچتی ہے +

علمائے شیعہ صرف حضرت علی رض کو امام جانتے ہیں۔ اور دیگر خلفا کی عظمت وہ تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ خلیفۂ اول نے سب کے پہلے آں حضرت کی نبوت تسلیم کی۔ اور سب کے پہلے آں حضرت صلعم کی محبت میں جلاوطنی یعنی ہجرت اختیار کی +

حضرتِ ابوبکر صدیق رض

آں حضرت کے بعد جمع مہاجرین وانصار نے بلا استثنا آپ کی خلافت منظور کی اور آپ نے اپنی خلافت کے زمانے میں جھوٹے نبیوں کا استیصال کر کے بناء اسلام

مستحکم کی۔ ان چار بدیہی باتوں سے مقابلے میں دیگر اقوال کے پیش کرنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ ان باتوں کا اعتراف خود حضرتِ علی رضہ نے کیا۔ اور یہ کہنا کہ حضرت علی رضہ نے تقیہ کیا تھا۔ حضرتِ علی رضہ کے علوئے شان کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ حضرتِ ابوبکر رضہ نے اپنے عہدِ خلافت میں اپنے کسی گھر یا کنبے والے کو ترجیح نہیں دی۔ اور نہ کبھی بیت المال سے قوت لایموت سے زائد مستفید ہوئے۔ یہ بات بھی اُن کا علو مرتبہ ظاہر کرتی ہے۔ لیکن یہ صفت اُن کی قابلیت جہاں داری کے متعلق ہے۔ خلافت نبی کے متعلق وہ چار باتیں کافی ہیں۔ جو اوپر بیان کی گئیں +

حضرت عمر فاروق رضہ

حضرتِ ابوبکر صدیق رضہ نے۔ تمام ارکینِ دولت یعنی صحابۂ رسول اللہ صلعم کے مشورے۔ باکثرت رائے سے حضرتِ عمر رضہ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ حضرت عمر رضہ کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسا مدبّر بادشاہ اُن کے قبل یا مابعد پیدا نہیں ہوا۔ آپ نے اپنے کنبے یا گھر والوں کو کسی امر میں ترجیح نہ دی + مالِ غنیمت کو آپ اس حقارت سے دیکھتے تھے۔ کہ مسلمانوں کو تموّلِ دُنیا پر عبرت ہوتی تھی + اُن کے زمانے میں اُس شجرِ اسلام میں شاخیں نکلیں۔ جسے آنحضرت محمد صلعم نے لگایا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضہ نے سینچا تھا۔ لیکن اُن کی علوئے شان کے لئے۔ یہ کہنا کافی ہے۔ کہ تمام صحابہ کرام نے (جو خیر الامم تھے) آپ کو امام تسلیم کیا +

حضرت عثمان غنی رضہ

حضرت عثمان غنی رضہ کی نسبت یہ کہنا کافی ہے۔ کہ حضرت عمر رضہ نے۔ حضرت ابوبکر رضہ کی سُنت پر ولی عہد مقرر کرنا چاہا تو بہترین صحابۂ موجودہ کی کثرت رائے پر اس کا فیصلہ چھوڑا۔ اور اُن میں سے ایک حضرت عثمان رضہ بھی تھے۔ یہاں سے بھی علوئے شان حضرتِ عمر رضہ ظاہر ہے۔ کہ اُنھوں نے کسی ایک کو ایسا نہ پایا۔ کہ اُسے تنہا نامزد کرتے۔ صوفیائے کرام اسے آپ کے کشف پر محمول کرینگے۔ لیکن علمائے ظاہر بھی اسے نور فراست ضرور تسلیم کرینگے۔ کیونکہ حضرتِ عثمان رضہ کے زمانۂ اخیر۔ اور حضرتِ علی رضہ کے عہدِ مبارک

[illegible] جو نفاق پھیل [illegible] ہے۔ کہ حضرت عمر فاروق [illegible]
کے متعلق بے جا نہ تھا +

حضرت عثمان غنی کی شان میں جو حدیثیں مروی ہیں اُن کا بیان کرنا چنداں ضروری نہیں ہے۔ صرف یہ کہنا کافی ہے۔ کہ تمام صحابہ کرام نے آپ پر اعتبار کیا۔ اور آپ کو امام بنایا + آپ سے غلطی اجتہادی۔ یا نظر بہ مصالح مُلکی یہ ایک بات قابلِ تذکرہ ضروری ہوئی۔ کہ آپ نے اپنے رشتہ داروں پر زیادہ بھروسہ کیا لیکن اگر یہ غلطی تھی تو کیا اس کی مکافات یہ نہ تھی۔ کہ آپ نے بلوائیوں کے مقابلے میں ہتھیار نہ اُٹھائے۔ اور مسلمانوں میں جو آتشِ فساد روشن تھی۔ اُس کے بجھانے کے لئے صرف اپنے رگِ گلو کا خون بہنا مستحسن خیال کیا +

حضرتِ علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضہ کے زمانے میں خوں ریزیاں مسلمانوں میں ہوئیں۔ لیکن حضرت علی رضہ کے واقعات پر نظر ڈالی جائے کہ شجرِ اسلام کے لگانے میں آپ آنحضرت محمد صلعم کے دستِ راست تھے۔ تمام حدیث کی کتابیں آپ کی منقبت سے بھری ہوئی ہیں۔ اور کتبِ سیر میں آپ کے وہ مشورے بالتفصیل مذکور ہیں جن سے خلفائے ثلاثہ نے فائدے اُٹھائے۔ تو جو نزاعیں ان کے عہدِ خلافت میں ہوئیں اُنھیں غلطی اجتہادی نا فہمی یا سوءِ اتفاق پر مبنی کرنا چاہیئے۔ یا سیاسیات میں اُنھیں داخل کر کے نظر انداز کرنا چاہیئے۔ اور اہلِ اسلام ایسا سمجھنے پر مجبور ہیں۔ کیونکہ مخالفین حضرت علی رضہ بھی حضرتِ علی رضہ کے کمالات ولایت تسلیم کرنے پر رطب اللسان پائے جاتے ہیں +

حضرت سلمانِ فارسی رضہ

یہ آں حضرت محمد صلعم کے غلام تھے۔ ان کے اہلِ وطن فارس سے اُنھیں لینے آئے تو آں حضرت نے اُنھیں جانے کی اجازت دے دی جو ایک طور پر آزاد کرنا تھا۔ لیکن اُنھوں نے صحبتِ نبوی ترک نہ کی۔ ان کا شمار اہلِ بیتِ رسول میں ہے یہ آں حضرت صلعم کی صحبت میں رہے۔ اور حضرتِ علی رضہ کی صحبت میں بھی رہے +

لیکن ان کا انتساب باطنی حضرت ابوبکر صدیق رضہ سے تھا۔ حضرت عمر فاروق رضہ کے عہد میں یہ مدائن کے حاکم ہوئے۔ اور پانچ ہزار درہم سالانہ بیت المال سے انھیں ملنے لگا۔ لیکن یہ اپنی تنخواہ فقیروں کو دیدیتے تھے۔ اور زنبیل بُن کر اپنا خرچ چلاتے تھے ایک ہی کمبل آپ کا دن کو پہننے اور رات کو اوڑھنے کا کام دیتا تھا۔ بازار میں یہ ایک روز جا رہے تھے۔ کہ کسی شخص نے مزدور سمجھ کر انھیں پکڑا۔ اور یہ اُس کا بوجھ سر پر لے چلے۔ جب راستے میں اُسے علم ہوا۔ کہ یہ حاکم ہیں۔ تو وہ بہت گھبرایا۔ لیکن یہ اُس کا بوجھ اُس کے گھر تک پہنچا کر رہے + حاکم شہر اور یہ سادگی ان کی تعریف کی جائے۔ یا ان کے انتخاب کرنے والے حضرت عمر رضہ کی تعریف کی جائے؟ عقل حیران ہے۔ کہ صحابۂ رسول ص کیسے برگزیدہ لوگ تھے۔ حضرت عمر رضہ نے خالد بن ولیدؓ ایسے شخص کو حکومت کے ناقابل۔ اور حضرت سلمانؓ ایسے سادہ مزاج کو حکومت کے قابل تصور کیا۔ میرے خیال میں یہی وجہ تھی۔ کہ تینتیس ۳۳ سال کے اندر بے خانماں فاقہ کش مسلمانوں کی جماعت نے بحر اسود سے بحر جنوب یمن تک۔ اور سرحد افغانستان اور دریائے جیحوں سے سرحد مراکو تک نہ صرف ممالک پر بلکہ اہالی ممالک کے دلوں پر قبضہ کر لیا۔ وجہ بظاہر صرف یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ اُس زمانے میں ظاہری اور باطنی خدمتیں جُدا جُدا نہ تھیں۔ جیسا کہ زمانۂ مابعد میں واقع ہوا۔ کہ خلفائے راشدین کے بعد سلاطین کے درجے الگ قائم ہوئے۔ اور قطب یا قطب الاقطاب کی خدمتیں جُدا قائم ہوئیں۔ مدائن میں ۳۳ یا ۳۴ھ میں آپ نے وفات پائی۔ عمر آپ کی بعض روایت میں ڈھائی سو سال۔ اور بعض روایت ساڑھے تین سو سال بیان کی جاتی ہے+

یہ امر قابلِ لحاظ ہے۔ کہ ایک طور پر کسریٰ کے قائم مقام تھے۔ کسریٰ اپنی رعایا میں انصاف کرنے سے نوشیروان عادل مشہور ہوا تھا۔ حضرت سلمان رضہ شاہِ فارس کے قائم مقام (حاکمِ مدائن) ہو کر رعایا کے حال بنے۔ پھر بھی وصفِ حالی سے یہ مشہور کیوں نہ ہوئے۔ وجہ یہ تھی کہ صحابۂ کرام میں سے ہر ایک تواضع اور انکسار میں دوسرا بڑھا ہوا تھا۔ کوئی غیر معمولی بات کسی میں ایسی نہ تھی۔ جس کی

وجہ سے وہ اپنے ہمعصروں میں امور اخلاقی میں غیر معمولی طور پر ممتاز سمجھا جاتا +

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رض

یہ حضرت ابوبکر رض کے پوتے تھے۔ لیکن علم باطن میں ان کا انتساب حضرت سلمان فارسی رض سے ہے۔ آپ امام زین العابدین رض کی صحبت میں تھے۔ اور حضرت علی رض سے نسبت حاصل فرمائی تھی۔ علمائے ظاہر آپ کا شمار فقہا میں کرتے ہیں۔ یہ حضرت زین العابدین رض کے خالہ زاد بھائی تھے۔ کیونکہ یزدگرد شاہ ایران کی ایک لڑکی حضرت امام حسین رض کو۔ اور دوسری محمد بن ابی بکر رض کو بیاہی گئیں [۱] +

حضرت امام جعفر صادق رح

آپ امام باقر رح ابن زین العابدین رح کے بیٹے تھے۔ اور محمد ابن ابی بکر کے نواسے تھے۔ آپ کا انتساب اپنے نانا قاسم رح سے تھا۔ اور اپنے والد محمد باقر سے بھی تھا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت جعفر رح میں حضرت ابوبکر رض اور حضرت علی رض دونوں کی نسبتیں تھیں۔ لیکن ان کے بعد۔ یہ دونوں نسبتیں الگ الگ قائم ہوئیں سلسلہ نقشبندیہ میں نسبت صدیقی جلوہ کر رہی۔ اور سلسلۂ قادریہ میں نسبت حیدری کا جلوہ رہا +

ولادت ۸۰ھ وفات ۱۴۸ھ۔ مدفن مدینہ منورہ +

حضرت شیخ بایزید بسطامی رح

انھوں نے بہت سے پیروں سے برکتیں حاصل کیں۔ منجملہ ان کے ایک امام جعفر صادق رض بھی ہیں۔ لیکن بعضوں نے لکھا ہے۔ کہ ان کی ولادت بعد وفات حضرت امام جعفر رح کے ہوئی۔ اور انھوں نے امام جعفر رح کی روحانیت سے تربیت پائی تھی۔ اور امام کے اویسی فیض یافتہ تھے۔ یہ ذوالنون مصری رح کے ہمعصر تھے اور بڑے پائے کے بزرگ خیال کئے جاتے ہیں۔ ۲۳۴ھ یا ۲۶۱ھ میں بعمر تہتر سال وفات پائی۔ مدفن بسطام میں ہے +

---

[۱] ربیع الابرار زمخشری وابن خلکان۔ حضرات القدس ۱۲

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ

یہ بعد وفات حضرت بایزید بسطامی رح کے پیدا ہوئے۔ اور ان کی تربیت شیخ بایزید کی روحانیت سے ہوئی۔ ان کا یہ مقولہ آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے کہ دین کو شیطان سے خوف نہیں ہے۔ بلکہ عالم حریصِ دُنیا۔ اور زاہدِ بے علم سے خوف ہے۔ وفات ۴۲۵ھ۔ مدفن خرقان +

شیخ ابوعلی فارمدیؒ

شیخ ابوالحسن خرقانی سے ان کو انتساب ہے۔ اور بواسطہ شیخ جنید بغدادیؒ وغیرہ کے ان کا سلسلہ حضرت علی رضہ سے مل جاتا ہے۔ انھوں نے شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ سے خرقہ حاصل کیا تھا۔ ان کا اصلی نام فضل اللہ بن محمد ہے۔ اور خراسان ان کا وطن ہے۔ انھوں نے شیخ ابوالقاسم گرگانی خلیفہ شیخ ابوالحسن خرقانی سے تکمیل کی تھی۔ اس لئے بعض نے شیخ ابوالحسن خرقانی۔ اور شیخ ابوعلی فارمدی کے درمیان شیخ ابوالقاسم گرگانی کا نام بھی داخل سلسلہ کیا ہے۔ وفات ۵۱۱ھ یا ۴۷۷ھ مدفن طوس +

حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ

یہ شیخ ابوعلی فارمدی کے مرید اور حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رح اور شیخ احمد غزالی رح کے ہمعصر تھے + یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ آپ کو ابوالحسن خرقانی رح سے بلا واسطہ انتساب ہے۔ آپ کی تصنیفات سے زینۃ الحیات۔ منازل السالکین اور منازل السائرین ہیں۔ وفات ۵۳۵ھ مدفن مرو +

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ

ان کے والد امام عبدالجمیل اکابر اولیا سے تھے۔ اور امام مالک کی نسل میں تھے۔ ان کا انتساب تصوف میں خواجہ یوسف ہمدانی سے ہے۔ نواح بخارا میں ایک مقام غجدوان ہے۔ یہیں آپ کا مدفن ہے۔ وفات ۵۷۵ھ یا ۶۱۵ھ یا ۶۱۷ھ۔

خواجہ عارف ریوگری رح

آپ شیخ عبدالخالق غجدوانی رح کے نامور خلیفہ ہیں - بخارا سے چھ سو فرسنگ پر ایک مقام ریوگر ہے - اور یہی آپ کا مولد و مدفن ہے - وفات ۶۱۵ھ یا ۶۱۶ھ یا ۶۱۷ھ *

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رح

آپ خواجہ عارف کے خلیفہ ہیں - مقامِ ولادت آپ کا انجیر فغنہ علاقہ بخارا ہے - مزار آپ کا وابکنہ علاقہ بخارا میں ہے - وفات ۷۱۷ھ *

حضرت خواجہ علی رامیتنی (عزیزاں) رح

خواجہ محمود رح کے آپ خلیفہ ہیں - مولد آپ کا قصبہ رامیتن ہے - جو بخارا سے دو کوس پر ہے - آپ کو لوگ حضرت عزیزاں بھی کہتے تھے حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی کے آپ ہمعصر تھے - وفات ۷۱۵ھ یا ۷۲۱ھ بعمر ۱۳۰ ایک سو تیس سال - مدفن خوارزم *

حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رح

سماس ایک مقام بخارا کے پاس ہے - وہی آپ کا مولد اور مدفن ہے - آپ حضرت خواجہ علی رح کے خلیفہ تھے - وفات ۷۵۵ھ

حضرت خواجہ امیر کلال

آپ صحیح النسب سید تھے - آپ کا نام شمس الدین تھا - آپ کا مولد اور مدفن ایک قریہ سوخار نامی ہے - کوزہ گری آپ کا شغل تھا - زبان بخارا میں اس پیشے والے کو کلال کہتے ہیں - مشہور ہے - کہ حضرت امیر کلال اکھاڑے میں کشتی لڑ رہے تھے - کہ خواجہ محمد بابا کا وہاں گزر ہوا - لوگوں نے وہاں آنے کی وجہ پوچھی - تو آپ نے فرمایا - کہ میری نظر اس نوجوان امیر کلال پر ہے - میں اس میں صلاحیت دیکھتا ہوں - اور اسے اپنا بنانا چاہتا ہوں - چنانچہ ایسا ہی ہوا - اور بعض کہتے ہیں - کہ امیر کلال اکھاڑے میں مصروف تھے - کہ بابا سماسی کو خواب میں دیکھا اور [illegible] [illegible] - وفات ۷۷۲ھ *

اور خلفائے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات آٹھویں باب میں لکھے جائیں گے +

مشائخ کے حالات لکھنے میں الہامات، مکاشفات، کرامات اور خرق عادات کے بیان کرنے سے ہم نے گریز کیا ہے۔ اس لئے نہیں۔ کہ ان کا بیان کرنا عبث ہے۔ بلکہ جس رنگ میں یہ کتاب لکھنا چاہتے ہیں۔ اس کے لحاظ سے ان باتوں کے لکھنے کا موقع نہیں ہے۔ لیکن یہ واضح رہے۔ کہ جس طرح مشائخ کی صحبتیں فائدہ رسا ہیں۔ اسی طرح ان کے حالات کا پڑھنا بھی معلمِ اخلاقِ حسنہ، اور باعثِ درستیٔ خیالات مذہبی ہے۔ حشو و زوائد میں امتیاز کرکے انھیں کوئی پڑھے۔ تو وہ موجبِ برکات باعثِ حصول انتساب اور موجبِ فیض باطنی ہیں۔ اس کام کے لئے دوسروں کی بہت سی کتابیں ہیں۔ تذکرۃ الاولیا اس موضوع پر نہایت جامع کتاب ہے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اخبار الاخیار فی ذکر الابرار بھی قابلِ دید ہے +

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو علاوہ سلسلۂ نقشبندیہ کے دوسرے سلسلوں سے بھی تعلق تھا۔ اس لئے دوسرے سلسلوں کا بھی لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے +

سلسلہ چشتیہ

(۱) حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ

(۲) حضرت شیخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

(۳) حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ

(۴) حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

(۵) حضرت شیخ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ

(۶) حضرت شیخ حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ

(۷) حضرت ابو ہبیرۂ بصری رحمۃ اللہ علیہ

(۸) حضرت ممشاد علو دینوری رحمۃ اللہ علیہ

(۹) حضرت ابو اسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۰) حضرت شیخ ابو احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱) حضرت ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲) حضرت ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳) حضرت شیخ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۴) حضرت شیخ حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۵) حضرت شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۶) حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری ثم اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

(۱۷) حضرت قطب الدین بختیار کاکی دہلویؒ
(۱۸) حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ
(۱۹) حضرت شیخ علاؤ الدین علی احمد صابرؒ
(۲۰) حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتیؒ
(۲۱) حضرت شیخ جلال الدین پانی پتیؒ
(۲۲) حضرت شیخ مخدوم احمد عبد الحق ردولویؒ
(۲۳) حضرت محمد عارفؒ
(۲۴) حضرت محمد بن عارفؒ
(۲۵) حضرت شیخ عبد القدوس (قطب عالم گنگوہیؒ)
(۲۶) حضرت شیخ رکن الدینؒ
(۲۷) حضرت مخدوم شیخ عبد الاحدؒ
(۲۸) حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ

سلسلہ قادریہ

(۱) حضرت علی مرتضٰیؓ
(۲) حضرت امام حسینؓ
(۳) حضرت حسن مثنٰیؒ
(۴) حضرت عبد اللہؒ
(۵) حضرت موسٰی جونؒ
(۶) حضرت سید عبد اللہؒ
(۷) حضرت موسٰی ثانیؒ
(۸) حضرت سید داؤدؒ
(۹) حضرت سید محمدؒ
(۱۰) حضرت سید یحیٰی زاہدؒ
(۱۱) حضرت سید عبد اللہ جیلیؒ
(۱۲) حضرت سید ابو صالحؒ
(۱۳) حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانیؒ (غوث ثقلین)
(۱۴) حضرت سید عبد الرزاقؒ
(۱۵) حضرت سید ابو صالحؒ
(۱۶) حضرت سید فخر الدین الدین ابو نصرؒ
(۱۷) حضرت سید حسنؒ
(۱۸) حضرت سید عبد القادرؒ
(۱۹) حضرت سید موسٰی قادرؒ
(۲۰) حضرت شیخ احمد محی الدینؒ
(۲۱) حضرت شیخ بہاؤ الدین انصاریؒ
(۲۲) حضرت سید ابراہیمؒ
(۲۳) حضرت شیخ رکن الدینؒ
(۲۴) حضرت مخدوم شیخ عبد الاحدؒ
(۲۵) حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ

حضرت مجدد رح کو سلسلۂ قادری میں۔ شاہ سکندر قادری سے بھی اجازت حاصل ہے[1]
حضرت مجدد رح کے یہاں بعض بعض اہلِ طریقت نے حضرت شاہ سکندر کا نام مخدوم عبدالاحد سے زیادہ مقدم سمجھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کا شجرہ سب سے زیادہ مروّج ہے[1] + نسبت سہروردی بھی آپکو اپنے والد سے پہنچی ہے جس کا شجرہ بتفصیل کتابوں میں مذکور ہے[2]۔

---

[1] حضرت[1] مجدد رح۔ حضرت[2] شاہ سکندر رح۔ حضرت[3] شاہ کمال رح۔ حضرت[4] شاہ فضیل رح۔ حضرت[5] سید گدا رحمٰن ثانی رح۔ حضرت[6] سید شمس الدین صحرائی رح۔ حضرت[7] سید عقیل رح۔ حضرت[8] سید عبدالوہاب رح۔ حضرت سید[9] شرف الدین رح۔ حضرت[10] سید عبدالرزاق رح۔ حضرت[11] سید شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رض +

حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رض کو نسبت آبائی بھی حاصل تھی۔ اور اس کے ماسوا انھوں نے حضرت ابوسعید مخزومی رح سے بھی خلافت پائی۔ اہلِ طریقت کے یہاں دونوں شجرے مروّج ہیں۔ کیونکہ آبائی سلسلہ ہم اول نقل کر چکے ہیں۔ اس وجہ سے مناسب ہے۔ کہ اب حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رح کے پیروں کا نام لکھا جائے + حضرت[12] ابوسعید مخزومی رح۔ حضرت[13] ابوالحسن قرشی رح۔ حضرت[14] ابوالفرح طرطوسی رح۔ حضرت خواجہ[15] عبدالواحد تمیمی رح۔ حضرت خواجہ[16] ابوبکر شبلی رح۔ حضرت[17] جنید بغدادی رح۔ حضرت خواجہ[18] سری سقطی رح۔ حضرت خواجہ[19] معروف کرخی رح۔ حضرت امام[20] علی رضا رض۔ حضرت[21] امام موسیٰ کاظم رض۔ حضرت امام[22] جعفر صادق رض۔ حضرت امام[23] محمد باقر رض۔ حضرت امام[24] زین العابدین رض۔ حضرت امام[25] حسین رض۔ حضرت امام[26] حسن مجتبےٰ رض۔ حضرت[27] علی مرتضےٰ شیرِ خدا رضی اللہ تعالےٰ عنہ +

---

[2] حضرت[1] مجدد رح۔ مخدوم[2] عبدالاحد رح۔ شیخ[3] رکن الدین رح۔ شیخ[4] عبدالقدوس گنگوہی رح۔ شیخ[5] درویش محمد بن ہاشم اودھی رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ[6] بدھن بہرائچی۔ شیخ[7] اجل رح۔ سید[8] جلال الدین رح۔ شیخ[9] رکن الدین ابوالفتح رح۔ شیخ[10] صدرالدین رح۔ شیخ[11] بہاؤالدین زکریا ملتانی رح۔ حضرت[12] شیخ شہاب الدین سہروردی رح +

شیخ شہاب الدین رح کا شجرہ مفصل کتابوں میں لکھا ہوا ہے اس وجہ سے یہاں نہیں لکھا گیا +

باب ششم

شہر سرہند میں جمعہ کی رات نصفِ شب گزرنے پر چودہ شوال ۹۷۱ھ کو حضرت مجدد الفِ ثانی رح پیدا ہوئے۔ آپ کا نام شیخ احمد، کنیت ابو البرکات، لقب بدر الدین تھا۔ ایامِ حمل اور ولادت کے وقت بہت سے عجائبات ظہور میں آئے جن کا ذکر کرنا تاریخی حیثیت سے چنداں ضروری نہیں ہے۔ جب آپ سن شعور کو پہنچے۔ تو تھوڑی ہی مدت میں آپ نے قرآنِ مجید حفظ کر لیا۔ اور تحصیل علوم ظاہری زائد تر اپنے والد مخدوم عبدالاحد رح سے کی۔ اور سیال کوٹ میں جا کر مولنا کمال کشمیری سے معقولات کی بعض کتابیں پڑھیں۔ اور حدیث کی کتابیں مولنا کمال کشمیری۔ اور خلیفہ شیخ خوارزمی سے پڑھیں۔ تحصیل علم کا زمانہ سنِ بلوغ سے پہلے کا ہے۔ امام المحدثین شیخ عبدالرحمن سے بھی آپ نے بعض احادیث کی کتابیں پڑھ کر سند حاصل کی۔ تحصیلِ علم کے زمانے میں آپ نے چند رسالے بھی لکھے تھے۔ بالآخر علوم ظاہر میں آپ نے ایسا کمال حاصل کیا۔ کہ آپ کو درجۂ اجتہاد ملا۔

دسویں صدی ہجری کے آخر میں شہنشاہِ اکبر علانیہ سُنّت نبوی کا مخالف ہوا۔ بعض لوگ تو کہتے تھے۔ کہ وہ دینِ محمدیؐ سے پھر گیا۔ مگر یہ کہنا صحیح نہیں۔ فیضی اور ابو الفضل ایسے ذی علم اشخاص بادشاہ کی ہر بات کی تائید کرتے تھے۔ حضرتِ مجددؒ تحصیل علم سے فارغ ہو کر۔ شروع جوانی میں اکبر آباد (آگرہ) پہنچے۔ جو دار السلطنت تھا۔ بادشاہ کا تمام لشکر آپ کی علمی قابلیت دیکھ کر متحیّر ہوا۔ اور علمائے عصر بڑے فخر

حدیث اور تفسیر کی کتابوں کی سند آپ سے حاصل کرنے لگے۔ اس سے آپ کے علم اور درجۂ اجتہاد کا شہرہ ہوا۔ ایک روز حضرت سلیم چشتی رح کے ایک خلیفہ نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ میں نے انھیں اس کے پہلے خواب میں دیکھا تھا۔ اور مجھ پر ظاہر ہوا تھا۔ کہ یہ ایک بڑے بزرگ ہیں۔ لیکن ابھی تک ان کے ظہور کا وقت نہیں آیا ہے۔ فیضی اور ابوالفضل بھی حضرت مجدد رح کی شہرت سُن کر حاضرِ خدمت ہوئے۔ اور باہم مراسمِ دوستی قائم ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ فیضی تفسیر قرآن بے نقط لکھ رہا تھا۔ علامہ بدر الدّین سرہندی کا خیال ہے۔ کہ اس میں حضرت مجدد رح نے بھی شرکت کی تھی۔ کچھ دنوں کے بعد حضرتِ مجدد رح ان دونوں سے ناخوش ہوئے۔ وجہ یہ ہوئی کہ ابوالفضل اور فیضی نے علمائے دین کی توہین کی۔ حضرتِ مجدد رح نے سُنا۔ گوارا نہ کیا۔ اس پر بھی سلسلہ آمد و رفت قائم رہا۔ لیکن ایک روز ابوالفضل نے رسالت پر کچھ شبہات اس طرح پر بیان کئے۔ کہ حضرت مجدد رح بے کیف ہوئے۔ اور پھر ابوالفضل کے معذرت کرنے اور معافی مانگنے پر بھی حضرت مجدد رح نے اُس کی طرف توجہ نہ کی۔ حضرت مجدد رح کے رسالہ "اثبات النبوۃ" کی وجہِ تصنیف ابوالفضل کا مناظرہ تھا۔ اس کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد شاہزادہ سلیم (جو بعد کو جہاں گیر مشہور ہوا) کے اشارے سے ابوالفضل ایک ہندو کے ہاتھ سے قتل کیا گیا۔

حضرتِ مجدد رح عرصے تک اکبر آباد میں رہے۔ آپ کے والد مخدوم عبدالاحد آئے اور اپنے ساتھ سرہند واپس لے گئے۔ اثنائے راہ میں شیخ سلطان ایک مقربِ شاہِ ہند کی لڑکی سے حضرت مجدد رح کا عقد ہوا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس عقد کی بابت آں حضرت محمد صلعم سے شیخ سلطان کو خواب میں حکم ہوا تھا۔ اس عقد سے حضرت مجدد رح کی مالی حالت بہت درست ہوئی۔ اور ایک نئی حویلی حضرت مجدد رح نے اپنے لئے سرہند میں بنوائی۔ اس کے بعد حضرت مجدد رح اپنے باپ کے ساتھ برابر تا وفات اُن کے سرہند میں رہے۔ آپ کے باپ نے خرقۂ خلافت چشتیہ (جو شیخ عبدالقدوس گنگوہی رح سے ملا تھا۔) خرقۂ خلافت قادریہ

(جو شاہ کمالِ کیتھلی رح سے ملا تھا) اور [illegible] آتا تھا۔
آپ کو عنایت فرما کر اپنا جانشین قرار دیا۔ آپ نے طریقہ کبرویہ میں حضرت یعقوب صرفی رح سے جو کشمیر میں بہت مشہور تھے استفادہ کیا تھا +

اس کے بعد حضرت خواجہ بیرنگ باقی باللہ رح کابلی کو خواجہ بزرگ بہاؤ الدین نقشبند رح سے بشارت ہوئی "کہ ہند میں ایک مجدد ظاہر ہونے والا ہے۔ وہ وارث ہے اس نسبت کا۔ جو حضرت ابوبکر صدیق رض سے امانت چلی آتی ہے۔ تم میرے خلیفہ خواجہ امکنگی رح کے پاس جاؤ۔ اور اُن سے یہ نسبت حاصل کر کے ہندوستان جاؤ۔ اور یہ نسبت اُس عزیز کے حوالہ کرو" اس بشارت سے حضرت خواجہ باقی باللہ حضرت خواجہ امکنگی رح کے پاس آئے۔ اور بعد حصول امانت نسبت صدیقی حضرتِ مجدد رح کی فکر و تلاش میں چلے۔ اور اُس وقت سرہند پہنچے۔ جب کہ حضرت مجدد" وہاں سے حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔ اور دہلی سے ہوتے ہوئے عرب جانا چاہتے تھے۔ دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ حضرت مجدد رح سے ملے۔ اور سلسلہ نقشبندیہ میں آپ کو مرید کر کے وہ تمام نعمتیں عطا کیں جو عطا ہونے والی تھیں۔ اور حضرتِ مجدد رح اس کے بعد وحدتِ وجود سے وحدتِ شہود تک پہنچے +

حضرتِ مجدد رح نے اپنے مکتوب ۲۰۶ دفتر اول میں تحریر فرمایا ہے "کہ میں نے معارف توحیدِ وجودی وغیرہ کے بارے میں جو کچھ بھی لکھا تھا۔ وہ محض عدم اطلاع کی وجہ سے لکھا تھا۔ جب اصل حقیقت معلوم ہوئی۔ تو میں شرمندہ اور مستغفر ہوا" پھر ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں "کہ وحدتِ وجود کے متعلق میری تحریر مشہور ہو گئی ہے۔ میں اُس سے تائب ہو کر چاہتا ہوں۔ کہ جس طرح میرا گناہ مشہور ہوا۔ میری توبہ بھی مشہور ہو جائے" غرض کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رح نے نسبت خاصہ رجب ۱۰۰۹ھ میں حضرتِ مجدد رح کو القا فرمائی۔ اور سرہند کی طرف روانہ کیا۔ اس کے بعد آپ مجدد الف ثانی اور قیومِ اول مشہور ہوئے +

حضرت مجدد رح چاروں سلسلوں میں مرید کرتے تھے۔ لیکن آپ کے بعد آپ کے خلفاء

صرف سلسلۂ قادریہ اور سلسلہ نقشبندیہ میں مرید کرتے تھے۔ اور جو سلسلہ قادریہ آپ سے چلا۔ اُسے سلسلہ قادریہ مجددیہ کہتے ہیں۔ حضرت مجددؒ بہ ارادۂ سفر حج سرہند سے چلے۔ دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی صحبت نے سفرِ حج سے باز رکھا۔ اور پھر کبھی سفر حج کا اتفاق نہ ہوا۔ اگر یہ کہا جائے کہ خدمتِ مجددیت اور خدمت قیومیت نے حج سے باز رکھا۔ تو یہ حضرتِ مجددؒ کی علو شان کے خلاف ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ دیگر موانع پیش آئے ہوں۔ اور اُن کی تشریح نہ کی گئی ہو۔ یہ خیال کرنا۔ کہ کعبہ خود حضرتِ مجددؒ کی زیارت کو آیا۔ تو آپ کیوں زیارت کعبہ کو جاتے۔ حضرت مجددؒ کی شانِ پیروی سُنّتِ نبویؐ سے بعید ہے۔ کیونکہ آں حضرت محمد صلعم مدینے سے حج کے لئے مکّے میں اُس وقت تشریف لائے۔ جب امن قائم نہ تھا۔ اور پھر امن قائم ہونے پر حج کے لئے دوبارہ تشریف لے گئے۔ سلسلہ مجددیہ میں سفر حج اور زیارت کعبے کی اہمیت کسی طرح نظرانداز نہیں کی گئی ہے۔ کیونکہ حضرتِ مجددؒ کے پسر قیوم دوم نے نہایت اہتمام سے اپنے وقت میں یہ کام انجام دیا۔

۱۰۰۸ھ میں حضرت مجددؒ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی شرف بعیت سے مشرف ہوئے۔ تو ۱۰۱۰ھ میں خلعت مجددی اور خلعتِ قیومی حضرتِ مجددؒ کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے کیونکر ملا ہے۔ اس کا جواب عام فہم نہیں ہے۔ بلکہ خاص خاص لوگ اُس سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ عالمِ باطن سے تعلق رکھتا ہے۔ عوام الناس کے لئے صرف اتنا سمجھنا کافی ہے۔ کہ جس طرح انبیاءؑ نے دعوٰے نبوّت اپنے وقتوں میں کیا تھا۔ اسی طرح حضرت شیخ احمدؒ نے مجددیت اور قیومیت کا دعوٰے کیا۔

آپ نے علماء ظاہر کو دلائل ظاہری سے۔ اور علمائے باطن کو دلائل باطنی سے سمجھا دیا کہ جس سے سب کی تسکین ہو گئی کہ درجۂ قیوم کیا تھا۔ اور کیا ہے۔ مفصلۂ بالا تحریر سے ظاہر ہے کہ ولایت اور نبوت کے درمیان یہ مقام ہے۔ لیکن روضۃ القیومیہ میں

جو اس کی تعریف لکھی ہے۔ اس کا آخری فقرہ یہ ہے "کہ جو کچھ خیال میں آسکتا ہے وہ قیوم کی مرضی اور حکم کے بغیر ظہور میں نہیں آتا" مجددیوں کا اگر یہ عقیدہ ہے تو کفر کسے کہتے ہیں؟ - یہ کہنا پڑے گا۔ کہ طرز بیان اچھا نہیں ہے۔ لیکن یہ خیالات تعلیم باطنی سے الگ نہیں ہیں۔ اہل باطن دو عالم مانتے ہیں۔ عالم ظاہر، اور عالم باطن۔ اور یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالے نے ان دونوں عالموں کے انتظام کے لئے جدا جدا عمال مقرر کر رکھے ہیں۔ عالم ظاہر کے عمال سلطان کے ماتحت ہیں۔ اور عالم باطن کے عمال قطب وقت کے ماتحت ہیں۔ حضرت مجدد کے وقت میں قطب کے اوپر ایک درجہ قیومیت کا ہوا۔ جس طرح سلطان کی مرضی سے عالم ظاہر میں کام ہوتا ہے۔ اسی طرح عالم باطن میں قطب یا قیوم کی مرضی سے کام ہوتا ہے۔ اور جس طرح سلطان کی مرضی مشیت اور تقدیر الٰہی کے تابع ہے۔ اسی طرح قیوم یا قطب کی مرضی بھی مشیت یا تقدیر الٰہی کے تابع ہے۔

پہلے زمانے میں پے درپے نبی آتے تھے۔ اور اُن کی ضرورت تعلیم علم الٰہیات و اخلاق ہوتی تھی۔ تاکہ لوگ بیدار رہیں خواب غفلت میں گرفتار نہ ہوں اور احکام الٰہی یاد رکھیں بھول نہ جائیں۔ اسی طرح اُمت محمدی میں جتنے علما علم ظاہر یا علم باطن کے ہیں۔ اُن کے متعلق بیدار کرنے کی خدمت ہے۔ اور اگر ایک قرن سو برس کا قرار دے کر یہ کہا جائے۔ کہ ایسے لوگوں کے لئے مجدد صدی کا لفظ موزوں ہے تو کیا بے جا ہے؟ - مجدد الف ثانی میں یہ خصوصیت تھی۔ کہ دس صدیوں کے بعد آپ کا ظہور ہوا۔ اور آپ مجدد الف ثانی کے لقب سے ممتاز ہوئے۔ اور قیومیت کے خلعت سے بھی مشرف ہوئے۔ خواجہ محمد احسان مؤلف روضۃ القیومیہ نے لکھا ہے "کہ دو پہاڑوں کے درمیان ہزار برس تک آفتاب کے فیض پہنچنے کے بعد جو لعل پیدا ہوتا ہے وہ سب سے زائد بیش قیمت ہوتا ہے۔ حضرت مجدد، حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت عمر فاروق رض ایسے دو پہاڑوں کے درمیان میں ہیں۔ اوّل سے نسبت طریقت

اور ثانی سے نسبت توالد ہے + اور آں حضرت محمد صلعم ایسے آفتاب دین اسلام کا فیض ہزار برس تک پہنچنے کے بعد مجدد الف ثانی رح کا وجود ہوا۔ ایسے باریک نکات سے حضرت مجدد رح کے علو مرتبہ کا ثابت کرنا دیگر دلائل معقولی و منقولی کے ہوتے ہوئے چنداں مستحسن معلوم نہیں ہوتا +

بحیثیت قیوم جو معارف و اسرار مخصوصہ آپ پر منکشف ہوئے۔ اُن کی چار قسمیں ہیں +

(۱) تاویل مقطعات و متشابہات قرآنی۔ اس کا اظہار آپ نے کسی پر نہیں کیا +

(۲) وہ معارف جن کا اظہار صرف اپنے صاحبزادوں سے آپ نے کیا +

(۳) وہ معارف جن کا اظہار آپ نے خاص مریدین اور محرمان راز سے خلوت خاص میں فرمایا +

(۴) وہ معارف جو بہ نیت افادۂ طالبان یا بالتماس سائلاں آپ نے اپنے رسائل اور مکاتیب میں تحریر فرمائے +

اس باب میں اگر صرف وہ حالات درج ہوتے۔ جن کا پتہ مکتوبات حضرت مجدد رح سے لگتا۔ تو بہتر تھا۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ کیونکہ مکتوبات میں نہ تو تحریر کی تاریخیں درج ہیں۔ نہ وہ مثل خیالات کے واقعات کا پورا پتہ دے سکتے۔ بمجبوری معتقدین اور مریدین کی تحریروں سے واقعات اخذ کئے گئے۔ ممکن ہے۔ کہ خوش عقیدگی اُن کی مبالغہ گوئی تک منجر ہوئی ہو۔ لیکن عام اخبار نویسوں سے۔ تو ان کا خلاف درجہ اتنا بلند ہے۔ کہ ان پر اعتبار نہ کرنا متلاشی حق کے لئے کسی طرح روا نہیں ہے ؎

۱۰۱۰ھ میں خلعت قیّومیّت حضرتِ مجدد رح کو عطا ہوا۔ اور اسی سال میں آپ کو خطاب "خزینۃ الرحمۃ" بارگاہِ صمدیت سے عطا ہوا۔ یہ باتیں اہل باطن سمجھ سکتے ہیں۔ حضرتِ مجدد رح علوم ظاہری میں حضرت امام ابو حنیفہ رح اور امام شافعیؒ کے اجتہاد پر عمل کرتے تھے۔ گو اپنے آپ کو بھی مجاز اجتہاد جانتے تھے۔ کتب تفسیر و احادیث کے متبحر علما کو ایسا ہی کرنا چاہئے۔ لیکن یہ بھی سمجھنا چاہئے۔ کہ شاید ہی کوئی مسئلہ ائمہ سابق کے اجتہاد سے بچ رہا ہو جس میں اجتہاد کی ضرورت ہو کسی مجتہد کی تقلید اس طرح کرنا کہ دوسرے مجتہدین کی رائے کو باطل سمجھنا لازم ہو اہلِ سنت و جماعت کا طریقہ نہ ہونا چاہئے۔ اور تمام مذہبی کتابوں پر عبور حاصل

حاصل کئے بغیر مجتہدینِ سابق کی رایوں پر نکتہ چینی کرنا قرینِ صواب ہے۔ اور اسی معنے سے کہا جاتا ہے۔ کہ عوام کے لئے تقلید بغیر چارہ نہیں ہے +

یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ بعض امور میں حضرت مجدد رح کا بھی اجتہاد ہے۔ مثلاً مذہب حنفیہ ماتریدیہ کے نزدیک وہ مشرک جنھیں خبر رسالت ہی نہیں پہنچی دوزخی ہیں۔ لیکن مذہب شافعی کے فقہا انھیں جنتی کہتے ہیں۔ اول الذکر کا استدلال قرآن شریف کی اس آیت پر ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ	اللہ مشرک کو نہ بخشے گا ان کے سوا جنھیں چاہے گا بخشے گا +

فقہاء آخر الذکر اپنے استدلال میں یہ آیت پیش کرتے ہیں +

مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا	ہم اُس وقت تک کسی پر عذاب نہیں کرتے جب تک اُس کے پاس رسول نہ بھیجیں +

اس بحث میں حضرت مجدد رح محاکمہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ایسے لوگ حشر کے بعد چوپایوں کی طرح خاک کر دیئے جائیں گے۔ اسی طرح کفار دار الحرب کے بچے۔ امام ابو حنیفہ رح اور امام شافعی رح کے نزدیک ذمیوں کے بچوں کی طرح بہشتی ہیں۔ لیکن حضرت مجدد رح کے نزدیک وہ بھی خاک کر دیئے جائیں گے +

آپ کے نزدیک جنت میں داخل ہونا اسلام یا تبعیت اسلام پر وابستہ ہے۔ دار الحرب کے بچوں کے لئے تبعیت اسلام مفقود ہے۔ اور یہی کیفیت اہل ذمہ کو لڑکوں کی ہے غرضکہ ایمان اصالت اور ایمان تبعیت مطلق طور پر دونوں کے حق میں مفقود ہے۔ اس لئے اُن کا جنت میں داخل ہونا متصور نہیں ہوتا +

مشرکین کا دوزخ میں ہمیشہ کے لئے رہنا اُس حالت میں منحصر ہو سکتا ہے۔ جب کہ اُن کے حق میں دعوتِ نبی ثابت ہو۔ نہ اُن کے لئے کہ جن کے حق میں دعوت ثابت کرنا محال ہے۔ غرض کہ مشرک کا جنت میں داخل ہونا نصوص قرآنی کے خلاف ہے۔ اور جس کو کہ دعوتِ رسول نہ پہنچی ہو۔ اُس پر عذاب کا مرتب ہونا کمال رافت یعنی خداوندی سے بعید ہے۔ جو حکم چوپایوں کے لئے ہے۔ وہی حکم اُن کے لئے ہوگا۔

بعث و نشور کے بعد ایسے لوگ مقام حساب میں کھڑا کر کے۔ اور حقوق پورے کرا کر خاک کر دئے جائیں گے + مکتوب ۲۵۹ -

حضرت مجدد رہ کے حالات بقید سال حسب ذیل ہیں +

سال اوّل

اس سال ملا عبد الرحمٰن ایک جید عالم آپ کے مرید ہوئے۔ اور اسی سال اوّل اوّل حضرت خواجہ باقی باللہ رہ نے بطور استفادہ بذریعہ مکتوبات چند باتیں آپ سے دریافت فرمائیں + اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رہ بظاہر آپ کے پیر اور در پردہ مرید تھے +

سال دوم

اس سال حضرت خواجہ باقی باللہ رہ نے اپنے مریدوں اور خلفا کو حضرت مجدد رہ کے پاس علوم باطن سیکھنے کو بھیجا۔ اسی سال سید صدر جہاں اور خانِ اعظم ایسے مقرب سلطانی حضرت مجدد رہ کے مرید ہوے +

سال سوم

اس سال حضرت مجدد رہ سہ بارہ آئے۔ تو حضرت خواجہ باقی باللہ رہ مریدوں کی طرح آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کرتے تھے۔ لیکن حضرت مجدد رہ اپنے طور پر پیر کے ادب اور تعظیم میں کوتاہی نہ کرتے تھے۔ حضرت مجدد رہ کی توجہ نے حضرت خواجہ باقی باللہ رہ کو بھی توحید وجودی سے توحید شہودی تک پہنچایا +

سلطان اورنگ زیب کے زمانے میں مرآۃ العالم، اور مرآۃ جہاں نما؛ نام جو کتابیں تالیف ہوئی ہیں اُن میں بطور عجائب روزگار اُن آداب کا ذکر ہے۔ جو حضرت خواجہ باقی باللہ رہ حضرت مجدد رہ الف ثانی کے مقابلے میں بجا لاتے تھے +

اسی سال حضرت مجدد رہ لاہور تشریف لائے۔ یہاں علاوہ عوام الناس کے مولانا طاہر۔ مولانا حاجی محمدؐ اور مولانا جمال تلوی ایسے علماء متبحر استفادہ باطنی حضرت مجدد رہ سے کرتے تھے۔ اسی سال خواجہ فرخ حسین بدخشاں سے استفادہ باطنی کے لئے

حضرت مجدد رح کے پاس آئے۔ اور میر نصیر احمد رومی نے مدینہ منورہ سے آ کر حضرت مجدد رح سے بیعت کی +

اسی سال حضرت خواجہ باقی باللہ رح کا انتقال ہوا۔ خبر رحلت سُن کر حضرت مجدد رح دہلی تشریف لائے۔ تو اُمرائے سلطانی خان خاناں اور مرتضےٰ خاں نے جو حضرت باقی باللہ رح کے مرید تھے۔ حضرت مجدد رح سے تجدید بیعت کی۔ اور استفادہ علم باطن کیا +

سال چہارم

حضرت خواجہ باقی باللہ رح کے بعض خلفا جو حضرت مجدد الف ثانی رح سے مخالف ہو گئے تھے۔ وہ راہ راست پر آ کر مخالفت سے باز آئے +

سال پنجم

شاہ اکبر کی بے دینی سے گھبرا کر۔ لوگوں نے حضرت مجدد رح سے فریاد کی۔ آپ نے خان خاناں، خان اعظم، سیّد صدر جہاں۔ اور مرتضےٰ خاں کے ذریعہ سے بادشاہ کی طرف نصیحت آمیز پیغام بھیجے۔ یہ لوگ مقرب بارگاہِ سلطانی تھے۔ اور حضرت مجدد رح کے معتقد و مرید تھے۔ بالآخر قوم کو اختیار دیا گیا۔ کہ سُنّتِ نبوی صلعم پر چلے۔ یا بادشاہ اکبر کے اختراعات پر عمل کرے۔ اس طرح جو لوگ بادشاہ کے خوش کرنے کو امور مذہب میں جبر کرتے تھے۔ باز رہے۔ اور دربار کا ایک دن مقرر ہوا۔ جس میں سُنّتِ نبوی پر عمل کرنے والوں کی نشست کا خیمہ الگ تھا۔ اور بادشاہ کے معتقدوں کی نشست الگ تھی۔ بادشاہِ اکبر دونوں کے سامنے ایک غرفہ میں بیٹھا تھا۔ کہ اتفاقاً عین دربار کے وقت تُند ہوا چلی۔ ذریّاتِ اکبری کا خیمہ اُکھڑ گیا۔ لوگوں کو چوٹیں لگیں۔ بادشاہ بھی زخمی ہوا۔ لیکن خیمۂ احمدی کو کچھ گزند نہ پہنچا۔ اس روز اکثر آدمی حضرت مجدد رح کے معتقد اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ ان میں خانِ جہاں لودی، سکندر لودی اور دریا خاں بڑے بڑے پائے کے اُمرا بھی تھے + اس واقعے کے تھوڑے سے ہی دنوں بعد شاہِ اکبر کا انتقال ہوا۔

شہنشاہ اکبر اور حضرت مجدد رحمہ کے درمیان ذاتی مخالفت کی وجوہ پیدا نہیں ہوئے تھے جیسا کہ آئندہ زمانے میں حضرت مجدد رحمہ اور جہاں گیر کی مخالفتوں کا ظہور ہوا۔[۵۱]

سال ششم

اس سال ماوراء النہر اور بدخشاں میں حضرت مجدد رحمہ کی پوری شہرت ہوئی تو طاہر بدخشی نے شاہ بدخشاں کی رفاقت چھوڑ کر ہندوستان کا رخ کیا۔ راستے میں مولانا صالح غلام جیلانی طالقانی کے ایک سید عالم شیخ عبدالحق شادمانی شیخ احمد برکی۔ اور شیخ مولانا یوسف بھی ساتھ ہوئے۔ اور یہ قافلہ سرہند پہنچا۔ شیخ احمد برکی کو قطب کی خدمت دے کر حضرت مجدد رحمہ نے واپس کیا۔ اسی زمانے میں شیخ حسن کو خلیفہ بنا کر۔ اور شیخ یوسف کو بھی درجۂ خلافت عطا کرکے واپس کیا۔ مولانا صالح کو کچھ عرصے تک اپنے پاس رکھ کر طالقان کی طرف بطور خلیفہ روانہ کیا۔ مولانا قاسم علی کو ماوراء النہر کی اسی سال خلافت عطا کی۔ خراسان بدخشاں اور توران کے ہر شہر اور ہر قصبے میں حضرت مجدد رحمہ کے خلفا بکثرت پھیل گئے۔ عبداللہ خاں اذبک جو ان مقامات کا بادشاہ تھا حضرت مجدد رحمہ کا معتقد ہوا۔ اور غائبانہ آپ کا مرید ہوا۔ اسی سال حضرت مجدد رحمہ نے میر محمد نعمان اور اپنے چند خلفا کو ملکِ دکن کی طرف بھیجا۔ ان کے مراقبے کے حلقے میں فوج کے چار سو سوار اور بے شمار پیادے حاضر رہنے لگے۔ یہ زمانہ جہاں گیر کی سلطنت کا تھا۔ جہاں گیر اپنی کمزوریوں کا احساس کرتے ہوئے ایسے مجمع کو خطرے سے خالی نہ سمجھتا تھا۔ اسی لئے میر مذکور کو اس نے دکن سے بلا کر اپنے پاس رکھا۔ یہ بادشاہ اپنے باپ شاہِ اکبر کے اثرِ صحبت سے اور ماں کی طرف سے ہندو نژاد ہونے کی وجہ سے مذہبِ ہنود کا طرف دار تھا۔ اور اس پر طرہ یہ ہوا۔ کہ نور جہاں سے جس کا مذہب اثنا عشریہ تھا۔ عقدِ نکاح کرکے اس کے باپ اور بھائی کو قلمدان وزارت سپرد کیا۔ حضرتِ مجدد رحمہ کے اتباعِ سنتِ نبوی نے جو ایک

---

۵۱ روضۃ القیومیہ اور ب۱۵ کتاب ہذا دیکھئے۔

[illegible] اہل فوج ... تو یہ لوگ بادشاہ سے اس کا رجحانِ طبیعت ہندؤں اور شیعوں کی طرف دیکھ کر۔ نفرت کرنے لگے۔ اس لئے بادشاہ ارکان دولت سے خائف رہتا تھا۔ یہی اس کی کمزوریاں تھیں۔ اسی سال شیخ طاہر بدخشی بھی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے زمرۂ خلفا میں داخل ہوئے۔

سالِ ہفتم

عبداللہ خاں اُزبک شاہ تورانی سُنی المذہب تھا۔ اور عباس صفوی شاہِ ایران تشیع کی ترویج میں کوشاں تھا۔ توران اور خراسان کے سربرآوردہ لوگ عبداللہ خاں اُزبک کو شاہ ایران سے جہاد کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ عبداللہ خاں کو لڑائی میں تامل تھا۔ اس نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے استصواب کیا۔ شیعوں اور سُنیوں کی سیاسی مخالفت کا یہ ابتدائی زمانہ تھا۔ اس کے پہلے محض مذہبی اختلاف تھا۔ شیعوں اور سُنیوں میں پہلے یہ تفریق نہ تھی جیسی کہ اس زمانے میں آغاز ہوئی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ خلفائے اربعہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں لکھ کر عبداللہ خاں کے پاس بھیجا۔ عبداللہ خاں نے وہ رسالہ شاہ عباس کے پاس روانہ کیا۔ شاہ عباس نے اُسے دیکھ کر علانیہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تکفیر کی۔ ایلچی جب یہ خبر لایا۔ تو عبداللہ خاں کو طیش آیا۔ اور فوج لے کر وہ ایران کی طرف بڑھا۔ ایک بڑی لڑائی ہوئی۔ جس میں عبداللہ خاں کو فتح ہوئی۔ لیکن عبداللہ خاں شاہ عباس کو مغلوب کرکے، اور ممالک مفتوحہ اُسے واپس دے کر، واپس چلا آیا۔

اس کے بعد ایرانیوں نے ایک رسالہ اپنے مذہب کی تائید میں لکھ کر عبداللہ خاں کے پاس بھیجا۔ اور عبداللہ خاں نے ردِ رسالہ لکھنے کی فرمائش کی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ ردِ شیعہ لکھ کر عبداللہ خاں کے پاس بھیجا۔ عبداللہ خاں نے اُسے شاہ عباس کے پاس روانہ کیا۔

کہا جاتا ہے۔ کہ اس رسالے کو دیکھ کر بہت سے شیعوں نے اپنے خیالات

بدل دیئے۔ اور ان میں سے بعض حضرت مجدد رح کے پاس بھی حاضر ہوئے۔ جہانگیر
کے دادا ہمایوں کے وقت سے اہل تشیع ارکانِ دولت میں داخل تھے۔ اور
ایک شیعہ کے وزیر اعظم ہونے سے اور بھی شیعوں کا زور ہندوستان میں بڑھ چلا
تھا۔ اس رسالہ "ردِ شیعہ" نے شیعانِ ہند کو حضرت مجدد رح کا دشمن بنایا۔ اور وزیر اعظم
نے بادشاہ کو حضرت مجدد رح سے بدظن کرنا شروع کیا ❊

سال ہشتم

شیخ فضل اللہ برہان پوری سے بعض لوگوں نے حضرت مجدد رح کے عقائد
کی برائیاں بیان کیں۔ شیخ صاحب بڑے بزرگ تھے۔ تفحص حالات کے لئے
اپنے ایک ذی استعداد مرید کو انہوں نے تعینات کیا۔ وہ تین مہینے تک
خانقاہِ سرہندیہ میں رہ کر حضرت مجدد رح کا معتقد ہو گیا۔ چلتے وقت اُس نے
اپنے آنے کی غرض بیان کی۔ تو حضرت مجدد رح نے اُس کے شبہات کے کافی
جواب دیئے۔ اور اُس مرید کے واپس آنے پر شیخ فضل اللہ بھی حضرت مجدد
کے معتقد ہوئے۔ اور اطرافِ سرہند سے کوئی شخص اُن کے پاس مرید ہونے کی
غرض سے آتا۔ تو وہ فرماتے کہ آفتاب کو چھوڑ کر ستارہ کی طرف رجوع کرنا
بُرا ہے ❊

شیخ حسن غوثی کو بھی حضرت مجدد رح کے مدارجِ کمالات پر شبہ تھا۔ اُن کا
بھی شبہ رفع ہوا۔ تو کمالاتِ مجددیت کا انہوں نے اعتراف کیا ❊

ہندوستان کے ایک رئیس زبیت خان نے ایک جید عالم سے پوچھا
کہ حضرت مجدد الف ثانی رح کیسے ہیں؟ اُس نے کہا کہ میں صوفیائے کرام کا
قائل نہ تھا۔ مریدوں کی تحریروں کو مبالغہ سمجھتا تھا۔ حضرت مجدد رح سے ملا تو ان کے اخلاق
اور اطوار دیکھ کر نہ صرف حضرت مجدد رح سے میری خوش اعتقادگی بڑھی۔ بلکہ گزشتہ
اولیائے کرام کی عظمت بھی میرے دل میں قائم ہوئی ❊ علاوہ اس مولوی کے
اور بھی بہت سے علما نے تعریف کی۔ اس کے بعد زبیت خان حضرت مجدد رح

خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ اُن کی قبر حضرت مجدد رح کے روضہ میں ہے +

سال نہم و دہم

اس سال بہت سی کرامتیں حضرت مجدد رح سے ظاہر ہوئیں۔ اسی سال خواجہ محمد اشرف کابلی اور میرک شیخ حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ میرک شیخ شہزادہ دارا شکوہ کے اُستاد تھے۔ دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیا میں اپنے اُستاد کا مرید ہونا لکھا ہے۔ اور لکھا ہے "کہ میرے اُستاد بہت چھان بین کے بعد حلقہ ارادت میں داخل ہوئے تھے" +

سال یازدہم

جہاں معتقدین کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ وہاں حاسد اور عدو بھی پیدا ہوتے رہے۔ آپ نے اپنے دشمنوں کے پاس پیغام بھیجا "کہ جس طرح آں حضرت محمد صلعم نے نجران کے نصاریٰ سے مباہلہ کیا تھا۔ میں بھی اُسی طرح مباہلہ کرنے کو مہیا ہوں" لیکن کوئی راضی نہ ہوا + روضۃ القیومیہ میں لکھا ہے "کہ حضرت غوث الاعظم کی روح مجدد الف ثانی نے طلب کی تھی اور وہ آئی تھی" اللہ تعالیٰ میں سب قدرت ہے۔ لیکن مافوق العادت باتیں بیان کر کے کسی بزرگ کا علوئے مرتبہ دکھانا ہمارے نزدیک عوام کی تعلیم کے لئے طریقہ محمود نہیں ہے۔ جو پردے کی بات ہو اُسے پردے ہی میں رہنا چاہئے +

اللہ تعالےٰ قادر مطلق ہے۔ انسان کا علم محدود یا غیر مکمل ہے۔ سلسلۂ اسباب ظاہری کے علاوہ سلسلۂ اسباب باطنی بھی ہے۔ کوئی بات کتنی ہی خلاف قیاس ظہور میں آئے اُس سے انکار کرنا جہالت ہے۔ لیکن ایسی باتوں کا بیان کرنا جن سے انسانی تمدن و معاشرت پر اچھا اثر نہ پڑے اور اوہام پرستی میں اضافہ ہو غیر مستحسن ہے۔ اگر کسی بزرگ نے سُکر یا غلبۂ حال میں یا عالمانِ علم باطنی کو مخاطب کر کے کوئی بات رازکی کہی ہو تو اُس کا اظہار کرنا دوسروں کے لئے چنداں مفید نہیں ہے۔ حضرت غوث الاعظم رض کی روح کے متعلق بڑے شد و مد سے روضۃ القیومیہ میں داستان بیان کی گئی ہے

مگر ہم نے نہایت اختصار سے یہاں کام لیا ہے +

سال دوازدہم

اس سال کے اہم واقعات میں مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی، اور مولوی شیخ حمید بنگالی کا مرید ہونا ہے ۔ مولوی عبدالحکیم کے تصانیف سلسلۂ نظامیہ کے نصاب تعلیم کے انتہائی درجوں میں پڑھائے جاتے ہیں ۔ یہ حضرت مجدد رح کے تصانیف دیکھ کر حضرت مجددؒ کے مرید ہونے کے شائق ہوئے تھے ۔ مولوی شیخ حمید بنگالی بھی ایک بڑے پایہ کے عالم تھے ۔ حضرت مجدد رح اکبرآباد آئے تو آپ کو دیکھ کر شیخ حمید جو پہلے منکرین میں تھے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے ۔ اور خرقۂ خلافت لے کر بنگال کی طرف گئے ۔ اور وہاں اُن کا طریقہ بہت رائج ہوا +

میر یوسف سمرقندی نے جو پہلے حضرت باقی باللہؒ کے مرید تھے اور پھر حضرت مجددؒ کے مرید ہوئے تھے ۔ اپنے مرض الموت میں حضرت مجدد رح سے کمالات باطنی حاصل کئے +

سال سیزدہم

اس سال ایک بلخی شیخ حضرت مجدد رح کے مرید ہوئے ۔ اور سلسلہ چشتیہ کے ایک سجادہ نشین بھی مرید ہوئے +

سال چہاردہم

اس سال سرہند میں طاعون کا بڑا زور رہا ۔ جیسا کہ طاعون کے تاریخی حالات میں لکھا ہوا ہے ۔ کہ جہانگیر کے عہد میں یہ مرض ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا ۔ حضرت مجدد رح کے دو فرزند شیخ محمد عیسیٰؒ اور شیخ محمد فرخ اور ایک دختر اُم کلثوم اور ایک بہو کا ۔ پھر اس کے بعد آپ کے فرزند اکبر خواجہ محمد صادق کا انتقال ہوا ۔ اور اُن کے مرنے کے بعد وباء طاعون سرہند سے دفع ہوئی ۔ کتابوں میں لکھا ہوا ہے ۔ کہ قیوم رابع کے زمانہ میں بھی طاعون پھیلا تھا +

اس سال حضرت مجدد رح نے سرہند کو بہت متبرک مقام بیان کیا ۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ اورنگ زیب نے یہ سُن کر اپنے عہد سلطنت میں حضرت مجددؒ کی

روضۂ مبارک کی خاک بطور تبرک اپنے خزانہ میں رکھی تھی۔ اعظم شاہ نے تخت پر بیٹھ کر خزانہ الگ کر دیا اس کے بعد یہ اعظم شاہ سے اُس کے بھائی معظم شاہ نے سلطنت چھین لی۔ روضۃ القیومیہ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ ہم نے مورخانہ حیثیت سے اس کی تحقیق نہیں کی۔ یہ ضرور ہے کہ خاک خزانۂ شاہی میں درحقیقت رکھی گئی تھی +

اسی سال حضرت مجدد رح نے فرمایا کہ شہر سرہند کے باہر جنوب و مشرق کی طرف میں نے ایک ٹیلے پر چند انبیا کی قبریں مکاشفے سے دریافت کی ہیں۔ حضرت مجددؒ کا قول تھا۔ کہ جو علم الٰہی ہندوستان میں پھیلا تھا۔ وہ ان انبیا سے لیا گیا تھا۔ اگر ہندوستان میں نبی نہ ہوتے تو قدیم زبان ہند میں نبی کے لئے لفظ بسیٹھ نہ ہوتا۔ حضرت امیر خسرو خالق باری میں لکھتے ہیں۔ ع۔ رسول پیغمبر جان بسیٹھ + بسیٹھ یعنی ایلچی ہوں تو یہ جب کچھ نہیں

اس سال حروف مقطعات قرآنی کے اسرار آپ پر ظاہر ہوئے۔ لیکن آپ نے قیوم ثانی کے سوا کسی دوسرے کو آگاہ کرنا پسند نہ فرمایا۔ اور صرف انھیں کو خلوت میں بلا کر کچھ بتایا مگر یہ بھی شاید پورے طور پر نہیں۔ یہ خلوت کئی دن تک قائم رہی۔ اور تعلیم بڑی مہتم بالشان تھی +

اس سال بہت سے خلفا ہدایت اور اشاعت اسلام کے لئے مختلف مقامات پر بھیجے گئے۔ ستر آدمی مولانا محمد قاسم کی سرداری میں ترکستان اور دشت قبچاق کی طرف روانہ کئے گئے تھے۔ اور چالیس آدمی عرب، یمن، شام اور روم کی طرف مولانا فرخ حسین کی ماتحتی میں بھیجے گئے تھے۔ مولانا صادق کابلی کے ماتحت دس معتبر یار کاشغر کی طرف بھیجے گئے۔ اور تیس خلفا شیخ احمد برکی کی سرداری میں توران، بدخشاں اور خراسان گئے۔ اور ان لوگوں نے بڑے بڑے نمایاں کام کئے +

سال پنج دہم

اب وقت آگیا۔ کہ اکثر بلاد اسلام کے امرا، حکام، علما اور مشائخ حضرت مجدد رح سے آگاہ ہو گئے تھے۔ اور ہر طرف سے لوگ جوق جوق زیارت کے لئے آنے لگے۔ جب آپ درجۂ خلافت پر ہو گئے۔ تو آپ کی مجلس کی یہ عظمت تھی اور

دبدبہ کی یہ شان تھی کہ وہاں بڑے بڑے شکریوں کو بھی بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اسی زمانہ میں حضرت مجدد رح نے شیخ بدیع الدین کو لشکر جہاں گیری میں اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا۔ آصف جاہ وزیر سلطنت ان سے بے لطف ہوا۔ اور بادشاہ سے کہا کہ "آپ کو حضرت مجدد رح کی طرف سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ ان کا اثر نہ صرف ہندوستان میں ہے بلکہ ایران توران، بدخشاں وغیرہ میں بھی ہے۔ شاہ اسمٰعیل صفوی نے مریدوں ہی کے ذریعہ سے سلطنت ایران پر قبضہ کر لیا تھا۔ بہتر ہے کہ شیخ بدیع الدین کے پاس لشکریوں کا جانا روکا جائے۔ اور حضرت مجدد رح اس پر معترض ہوں تو وہ قید کئے جائیں"۔ اس کے بعد شیخ بدیع الدین کے پاس لشکریوں کے حاضر ہونے کی ممانعت کا حکم جہاں گیر کی طرف سے صادر ہوا اور حضرت مجدد رح مشتبہ قرار پائے۔ شیخ صاحب لشکر سے الگ ہو جانا چاہتے تھے۔ لیکن حضرت مجدد رح نے اس کی اجازت نہ دی۔ بالآخر سلطنت کی طرف سے جاسوس مقرر ہوئے اور شیخ بدیع الدین اور حضرت مجدد رح کی دینیاوی مراسلت بند ہوئی۔ شیخ بدیع الدین گھبرا کر حضرت مجدد رح کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اس سے خوش نہ ہوئے۔ تو پھر واپس چلے گئے۔ مخالفوں کو موقع ملا۔ اور بادشاہ کو سمجھایا کہ شیخ صاحب اہل لشکر کا پیغام حضرت مجدد رح کے پاس لاتے تھے۔ غرضکہ وزیر نے اچھی طرح بادشاہ کے کان بھرے۔ اور دربار شاہی میں حضرت مجدد رح کے قتل، جلاوطنی یا قید کے مشورے ہونے لگے +

اسی سال حضرت مجدد رح کو خبر پہنچی کہ شہر سامانہ کے خطیب نے عید الفطر کے خطبہ میں خلفائے راشدین کے نام نہیں لئے۔ آپ نے وہاں کے لوگوں کو لکھا کہ خلفائے راشدین کے ناموں کا خطبہ میں پڑھنا چنداں ضروری نہیں ہے لیکن اس وقت ایسا کرنا مصلحت ہے۔ کیونکہ ان اصحاب کے مخالف گروہ اہل تشیع کا زور روز بروز بڑھ رہا ہے +

سال شش دہم

بالآخر ۱۰۲۸ھ مجددی میں جہاں گیر نے حضرت مجدد رح کے قید کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اس لئے اُن ارا کین کو جو حضرت مجدد رح کے معتقد تھے اکبر آباد سے ہٹا دیا۔ اس طرح کہ خان خاناں کو دکھن، سید صدر جہاں کو پورب، خان جہاں لودی کو مالوہ، خان اعظم کو گجرات اور مہابت خاں کو کابل کا حاکم مقرر کرکے روانہ کر دیا۔ اور اس کے بعد بذریعہ خط حضرت مجدد رح کو سرہند سے طلب کرکے گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ قید میں جانے سے پہلے عقائد کے متعلق جو بدگمانیاں وزیر کے کہنے سے بادشاہ کے دل میں پیدا ہوئی تھیں۔ انھیں تو حضرت مجدد رح نے رفع کر دیا۔ لیکن حضرت مجدد رح نے سجدۂ تعظیمی کرنے سے انکار کیا۔ حتےٰ کہ بادشاہ کے سامنے ذرا جھک کر بھی آداب سلطنت بجالانا پسند نہیں کیا۔ اور اس جرم میں وہ سزاوارِ قید ٹھہرے۔ حضرت مجدد رح کا بیان تھا کہ اس قید نے آپ کو تزکیہ نفس میں بڑا فائدہ پہنچایا ✝

سال ہفدہم

۱۰۲۹ھ مجددی میں حضرت مجدد رح کے مریدوں نے اور معتقدوں نے حضرت مجدد رح کی نظر بندی کی خبر سُن کر باہم خط و کتابت شروع کی اور مہابت خاں کو اپنا سردار تجویز کرکے علم بغاوت بلند کیا۔ دوسری ولایتوں کے حکمران بھی ہمدرد تھے اور وہاں سے بھی مدد پہنچی تو مہابت خاں خطبہ اور سکہ سے بادشاہ کا نام نکال کر کابل سے ہندوستان کی طرف چلا۔ وزیر نے بادشاہ کو حضرت مجدد رح کے قتل کی رائے دی۔ پہلے تو یہ صلاح پسند آئی۔ لیکن پھر یہ خیال ہُوا کہ قتل سے معاملہ اختیار سے باہر ہو جائے گا۔ غرضکہ مہابت خاں کابل سے لشکر جرار لے کر چلا۔ اس اثنا میں باغیوں نے چاہا کہ حضرت مجدد رح کو تخت پر بٹھائیں۔ لیکن حضرت مجدد رح نے اسے پسند نہ کیا۔ دریائے جھلم پر جہانگیر اور مہابت خاں کا مقابلہ ہوا۔ دریا کے ایک طرف مہابت خاں کی فوج تھی اور دوسری طرف شاہی فوج تھی شاہی لشکر

جن میں حضرت مجدد رح کے مرید بھی تھے۔ مہابت خاں پر حملہ کیا۔ بادشاہ اپنے ہمراہیوں کے بطون سے واقف نہ تھا۔ مہابت خاں بھاگا۔ بادشاہ نے تعاقب کیا۔ جب بادشاہ اپنے لشکر سے دُور ہوگیا تو مہابت خاں نے بہ آسانی اُسے گرفتار کرلیا۔ اور وزیر کا کچھ بس نہ چلا۔ وہ نادم اور پریشان ہوا۔ اسی اثنا میں دیگر امرا کے ذریعہ سے حضرت مجدد رح کا حکم مہابت خاں کو ملا کہ "فتنہ اور فساد نہ کرو۔ اور بادشاہ کی اطاعت کرو" مہابت خاں نے حضرت مجدد رح کی رہائی کا عہد وپیمان لے کر بادشاہ کو پھر تخت پر بٹھایا۔ اور خود دست بستہ سامنے کھڑا ہوا۔ اور آداب سلطنت بجالایا۔ صرف سجدہ تعظیمی نہیں کیا۔ بادشاہ نے اُس کا قصور معاف کیا۔ بادشاہ تین، سات یا زیادہ دنوں تک مہابت خاں کے پاس نظربند رہا۔ پھر آزاد ہوا۔ تو کشمیر کی طرف چلا۔ اس کے پہلے سے شہزادہ خرم (جو بعد کو شاہ جہاں ہوا۔) وزیر کی مرضی کے خلاف حضرت مجدد رح کے لئے اپنے باپ جہانگیر سے سفارشیں کر رہا تھا۔ اب حضرت مجدد رح کی نیک نیتی ظاہر ہوئی۔ تو بادشاہ نے حضرت مجدد رح کی رہائی کا حکم دیا۔ اور اپنے پاس طلب کیا۔ حضرت مجدد رح نے سات شرطیں حاضری کے لئے پیش کیں۔

(۱) سجدۂ تعظیمی موقوف ہو +

(۲) مسجدیں آباد ہوں +

(۳) گاؤکشی کے انسداد کے جو احکام جاری ہیں وہ منسوخ کئے جائیں۔

(۴) خادمانِ شرع مثلاً قاضی، محتسب، مفتی وغیرہ مقرر ہوں۔

(۵) جزیہ لیا جائے +

(۶) احکام شرع کی ترویج ہو اور بدعتیں رفع کی جائیں +

(۷) قیدی (غالباً سیاسی قیدی) رہا کئے جائیں +

بادشاہ نے یہ شرطیں منظور کیں اور حضرت مجدد [illegible] رہا کئے گئے اور سرہند پہنچے۔ اور [illegible] بادشاہ [illegible]

اُن کے متعلق فرمانِ شاہی جاری ہوئے۔ اور اُن کے مطابق عملدرآمد شروع ہو گیا۔ ہر شہر اور قصبے میں مسجدیں اور مدرسے قائم ہوئے۔ اور قصابوں کی دُکانیں بھی قائم ہو گئیں۔ دربارِ عام کے سامنے مسجد بنائی گئی۔ اُس مسجد میں بادشاہ نے حضرت مجدد کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور اپنی پہلی خطاؤں سے بہت منفعل ہوا۔ اور مجدد کو اپنے ہمراہ رکھنے لگا۔

ضلع گورکھپور میں برلبِ جو ایک چھوٹا سا گاؤں سلیم پور نام ہے۔ یہاں ایک بڑی شاندار مسجد ہے۔ اور قصابوں کے گھر ہیں۔ اس مسجد کا کتبہ یہ ظاہر کرتا ہے

کہ ابتدائے عہدِ شاہجہاں میں یہ مسجد تیار ہوئی اور اس سے بخوبی عیاں ہوتا ہے کہ اِسکے بنانے کے اسباب عہد جہانگیری میں پیدا ہوئے۔

ایک ہندو راجہ معتوب ہو کر جہانگیر کے پاس پہنچایا گیا۔ اُس نے مسلمان ہو کر ... سان بنائی۔ اندرون میں آکر جہانگیر کے نام پر ... بسایا۔ ایک مسجد بنائی اور کچھ قصاب آباد کئے۔ جہانگیر کے خوش کرنے کو مسجد بنانا اور قصابوں کا بسانا کیسا؟ کتب تاریخ نصابِ مدارسِ انگریزی اس کا جواب نہیں دے سکتیں۔ لیکن مفصلۂ بالا شرطیں اس عقدے کو حل کر دیتی ہیں۔ اور ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر کے عہد میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں جب مناکحت جاری تھی (جسے شاہجہاں نے بند کیا) تو ایک ہندو کا بادشاہ کے خوش کرنے کے لیے مسلمان ہو جانا کیسا؟ قیاس میں صرف یہ بات آتی ہے کہ مجدد صاحب کے ... تصرفات کے مجبور ہو کر راجہ نے کلمہ پڑھا۔ اور مجدد کے ... اس کے سپرد ہو گئے۔ کیونکہ مجدد صاحب ... اخیر اخیر مشیر سلطنت بھی تھے۔

نصابی تاریخوں میں جو مہابت خان کا جہانگیر کو گرفتار کرنا مذکور ہے وہ بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس نے کیوں گرفتار کیا۔ اور کیونکر گرفتار کیا؟ اور اگر اپنے داماد شاہجہاں (خرم) کے تخت نشین بنانے کو ایسا کیا۔ تو پھر اُسے تخت نشین کیوں نہیں کیا۔ اور اگر خود تخت پر بیٹھنا چاہتا تھا۔ تو کیوں نہ بیٹھا؟ اس سے زیادہ حیرت یہ ہے۔ کہ ایسے زبردست بادشاہ کو قید کر کے پھر بے خوف ساتھ رہا کیوں کیا؟

اور اگر کم عقلی اور خبط الحواسی سے اُس نے بادشاہ کو رہا کر دیا تھا۔ تو پھر بادشاہ نے رہا ہو کر مہابت خاں اور اُس کے ساتھیوں کو اُن کے اعمال کی سزا کیوں نہ دی! بادشاہ کا بیٹا بھی ایسی حرکت کرتا۔ تو قابل رحم نہ ہوتا۔ مہابت خاں تو شخص غیر تھا اتنی بڑی بے ادبی اُس نے کی۔ اور پھر بادشاہ نے اُس کی سزا نہ کی! ان سوالوں کا جواب تواریخ ہندوستان پڑھ کر کوئی نہیں دے سکتا۔ لیکن حضرت مجدد رح کے مریدین نے جو حالات لکھے ہیں۔ اور جن کا خلاصہ اوپر لکھا گیا ہے۔ اس تاریخی معمے کو حل کر دیتے ہیں۔ یہ سارا طلسم حیرت اس علم کے بعد ٹوٹ جاتا ہے۔ کہ حضرت مجدد رح کی ذات پس پردہ کام کر رہی تھی۔ حضرت مجدد رح کو بادشاہ نے باغی سلطنت سمجھ کر قید کیا تو آپ کے باختیار مریدوں نے باہم سازش کر کے بادشاہ کو قید کر لیا۔ اور حضرت مجدد رح کو قید سے نکال کر بادشاہ بنانا چاہا۔ لیکن آپ نے اُسے پسند نہیں کیا۔ اور آپ کے حکم سے بادشاہ پھر تخت پر بٹھایا گیا۔ بادشاہ سمجھا۔ کہ جنھیں وہ باغی سلطنت سمجھا تھا۔ اُن سے بڑھ کر دوسرے نمک اُس کے ہی خواہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ انھوں نے سلطنت لے کر پھر واپس دیدی۔ اسی وجہ سے حضرت مجدد رح کی ذریات بہترین معتمدان سلطنت رہے۔

[illegible]

اس سال کے دو واقعات قابل تذکرہ ہیں۔ ایک ملا نور اللہ شوستری کا قتل اور دوسرا عیسائی پادریوں کا قتل۔ اور ان دونوں میں حضرت مجدد رح کا بھی نام لیا جاتا ہے۔ واقعات کی صورت یہ ہے۔ کہ حضرت مجدد رح کا رسوخ دربار شاہی میں ہوا۔ تو آپ کا رنگ پھیکا کرنے کو وزیر نے ملا نور اللہ کو ایران سے بلوایا۔ جہانگیر کے مزاج میں تلون بہت تھا۔ نور اللہ کی باتوں پر وہ توجہ کرنے لگا۔ تو حضرت مجدد رح نے اُسے سمجھایا۔ کہ آپ کو مذہب تیمور صاحب قران سے پھیر کر شاہ عباس صفوی کے مذہب کی طرف لے جانے کو ملا نور اللہ ایران سے بلائے گئے ہیں۔ بادشاہ کو اس پر طیش آیا۔ اور وہ طیش ملا صاحب کے قتل کا

باعث ہوا +

ملا نور اللہ کے قتل کے بعد وزیر نے حضرت مجدد رح کے اثر کو دفع کرنے کے لیے عیسائیوں کے علما کو دربار شاہی میں پیش کیا + اس زمانے میں یورپ کے تجار اور اُن کے ساتھ یورپ کے مذہبی علما کی آمد و رفت ہندوستان میں جاری ہو گئی تھی + دربار شاہی میں ایک روز علماء عیسوی اور حضرت مجدد رح کے درمیان مباحثہ ہوا۔ حضرت کے کرامات کا جو مقابلہ عیسائیوں کے استدراج سے ہوا اُس کا ذکر کرنا دلچسپ نہیں ہے۔ ہاں مباحثۂ علمی کا ایک جزو عام فہم یہ ہے :۔ کہ عیسائیوں نے کہا "آنحضرت محمدؐ کی رسالت عیسائیوں اور مسلمانوں میں متنازعہ فیہ ہے۔ اور حضرت عیسٰےؑ کی رسالت متفق علیہ ہے۔ تو سلطنت کا مذہب کیوں نہ وہ مذہب ہو جو متفق علیہ ہو؟" حضرت مجدد رح نے یہ سُن کر فرمایا کہ۔ "اس اصول پر تو تمام یورپ کو مذہب عیسائی چھوڑ کر مذہب موسوی اختیار کرنا چاہیئے۔ اور یہودیت کو از سر نو زندہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ حضرت موسےؑ بالاتفاق حق پر تھے۔ اور حضرت عیسٰےؑ متنازعہ فیہ ہیں" یہ جواب سُن کر سب کے سب خاموش ہو رہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مجدد رح اگر جہانگیر کے ساتھ نہ ہوتے تو جہانگیر کا زمانہ اسلامی حیثیت سے بدتر از زمانہ اکبر ہوتا۔ یہ حضرت مجدد رح کا یہ فیضِ صحبت تھا کہ جہانگیر کے وقت سے اسلام میں پھر رونق شروع ہوئی +

روضۃ القیومیہ میں چند عیسائیوں کا قتل ہونا بھی مذکور ہے۔ لیکن یہ قتل اختلاف مذہب کی وجہ سے ہوئے کسی طرح قرینِ قیاس نہیں ہے۔ عیسائیوں کا قتل اگر ہوا تو اُس کے وجوہ کچھ اور ہوں گے۔ لوگ تو ملّا نور اللہ کا قتل بھی اختلافِ مذہب پر محمول کرتے ہیں۔ لیکن اس کی تکذیب اس امر سے بخوبی ہو جاتی ہے کہ اگر اختلاف مذہب باعث قتل ہوتا تو نور جہاں شہنشاہ بیگم اور اُس کا بھائی آصف جاہ وزیر سلطنت دو کیسے قائم رہتے +

سال نہ و ہم

اس سال کے اہم واقعات میں شاہ جہاں (خرم) اور جہاں گیر کی لڑائی ہے + جب جہاں گیر شیعوں کی طرف ملتفت ہوا۔ اور پھر عیسائیوں کی طرف مائل ہوا۔ تو ارکینِ دولت اُس کے تلوّن سے گھبرائے۔ اور تمام ملک میں بے رغبتی پھیلی۔ بادشاہ کا بیٹا خرم جو مہابت خاں کا داماد تھا۔ بادشاہ سے لڑا۔ اور مغلوب رہا۔ اس لڑائی میں حضرت مجدد رح جہاں گیر کے حامی تھے۔ کیونکہ وہ اپنے معاصی سے تائب ہو کر آپ کا مرید ہو چکا تھا۔ شاہزادہ خرم شکست کے بعد چھپ کر حضرت مجدد رح کے پاس حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا کہ "بادشاہ نے جب آپ کو نظر بند کیا تھا تو میں آپ کا بہی خواہ ہوا تھا۔ اور جب وہ مجھ سے لڑا تو تعجب ہے، کہ آپ اُس کے ہوا خواہ اور میرے بدخواہ ہوئے" آپ نے فرمایا کہ "جب وہ تائب ہوا تو میرا دل اُس سے صاف ہو گیا۔ لیکن مجھے مکاشفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب وہ مرے گا۔ اور تم اُس کے تخت پر بیٹھو گے۔ اور تمہارا لقب شاہ جہاں ہوگا۔ اور عرصہ تک تمہاری نسل میں سلطنت رہے گی" شاہ جہاں یہ خبر سُن کر خوش ہوا۔ حضرت مجدد رح کا مرید ہوا۔ اور بطور تبرک حضرت مجدد رح کی ایک دستار لے گیا۔ جو عرصہ تک شاہانِ مابعد کے عہد میں بھی خزانۂ شاہی میں رکھی ہوئی تھی +

سال بستم

اس سال میں کوئی خاص بات قابلِ تذکرہ نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ بادشاہی لشکر کے ساتھ عرصہ تک حضرت مجدد رح پنجاب میں رہے۔ اور مع بادشاہ کے سرہند پہنچے۔ اور پھر دہلی سے ہوتے ہوئے اجمیر گئے۔ راستے میں حضرت مجدد رح اشاعتِ مذہب کا بھی موقع پاتے تھے۔ اور بادشاہ کی تلوّن مزاجی کا بھی وقتاً فوقتاً تدارک فرماتے تھے +

سال بست و یکم

اس سال حضرت مجدد رح نے اپنے لڑکوں کو لشکرِ شاہی سے سرہند بھیج دیا
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح نے اپنے بیٹے مولوی نورالحق کی معرفت چند اسرار باطنی
کی نسبت حضرت مجدد رح سے استفسار کیا۔ اس کا جواب بذریعہ تحریر دیا گیا۔ جسے
دیکھ کر شیخ عبدالحق رح حلقۂ معتقدین میں آ گئے + یہ جواب تحریری مکتوبات کی جلد دوم
میں ہے۔ اس میں خمیرِ طبیعت محمدی سے پیدائش حضرت مجدد الف ثانی رح کا ذکر
ہے۔ اس پر شیخ عبدالحق رح نے اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ کمالات حضرت مجدد رح کے
آپ قائل ہوئے +

ایک عالم نے جو تصوف اور علم باطن کے خلاف تھا۔ حضرت مجدد رح کی
یہ رائے سُن کر کہ "حقیقت اور طریقت دونوں خادمۂ شریعت ہیں،، فرمایا کہ "آج
میرے دل سے وہ کدورت رفع ہوئی جو مشائخ کی طرف سے تھی +

آدم خاں نام ایک سپاہی نے سلوک تیز ترقی کر کے حضرت مجدد رح سے
تجدید بعیت کی۔ اور کمالات ولایت حاصل کئے۔ اور درجۂ خلافت پایا +

شیخ آدم بنوری آپ کے خلیفہ دریا خاں کے لشکر میں رہتے تھے۔ یہاں کابل
کے تازہ وارد پٹھانوں کی لشکر میں بھرتی ہوتی تھی۔ دریا خاں اور اُس کے افغانی
سپاہیوں پر شیخ آدم بنوری کا بڑا اثر تھا +

سال بست و دوم

حضرت مجدد رح نے پہلے اپنے خلفا کے ذریعہ سے اشاعتِ مذہب کی تھی۔
اب آپ نے مکتوبات کی اشاعت سے اپنے خیالات کی تلقین شروع کی۔ مکتوبات کا
دفتر (جلد) اول بدخشاں، خراسان اور ماوراءالنہر میں پہنچا۔ تو اُس نے آپ کے
معتقدوں کی تعداد اُس طرف بہت بڑھائی۔ مشائخ میں میر کشا شیخ المشائخ کبروی
میر محمد مومن بلخی۔ اور علما میں مولانا ربانی، حسن قطاوانی اور مولانا نو لک نے ایک
قاصد کے ذریعہ سے درخواست بھیجکر غائبانہ بعیت کی۔ یعنی وہ قاصد ہر ایک کی طرف سے

آں جناب کی خدمت میں مرید ہوا +

حضرت مجدد رح کو اپنے لڑکوں کی جدائی شاق تھی۔ کیونکہ آپ کو ان سے بہت انس تھا۔ آپ نے اپنے پاس معصوم زمانی اور محمد سعید کو طلب کیا۔ اور جب وہ آئے تو معصوم زمانی کو اپنے سامنے مسند ارشاد پر بٹھا کر اپنے مریدوں سے کہا کہ ان سے تجدید بیعت کرو اور انھیں قیوم دوم سمجھو۔ اس کے بعد حضرت مجدد رح سرہند تشریف لائے اور گوشہ نشینی اختیار کی۔ اور مسند ارشاد پر قیوم دوم کو بٹھایا +

سال ست و سوم

حضرت مجدد رح کی عمر باسٹھ[۶۲] برس کی ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ شاید میں ایک سال کا اور مہمان دنیا میں ہوں۔ آں حضرت محمد صلعم کی عمر تریسٹھ[۶۳] سال تھی۔ غالباً اتنی ہی عمر میری بھی ہو۔ اس سال دیکھا کہ خواجہ معین الدین چشتی رح کے مزار کے قریب آپ نے مراقبہ کیا۔ خواجہ معین الدین چشتی رح کا قبر پوش خادموں نے حضرت مجدد رح کو دیا۔ آپ نے اسے اپنے کفن کے لئے رکھا + اس قسم کی باتیں حضرت مجدد رح کی طرف منسوب کرنا کسی طرح قرین قیاس نہیں۔ نہ اُن کی تصانیف میں ان امور کا پتہ چلتا ہے۔ خواجہ ہاشم کشمی رح نے یہ روایت نقل کی ہے۔ اور غالباً انھیں سے یہ روایت مولانا بدر الدین رح کو پہنچی ہے۔ حضرات القدس میں ہے جس کا ذکر انھوں نے کیا ہے۔ مگر یہی خواجہ ہاشم کشمی آگے چل کر لکھتے ہیں۔ کہ حسب وصیت حضرت مجدد رح بصواب رائے فقہہ و دیگر فضلائے حاضرین تین عدد کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ لفافہ قمیص۔ تہبند۔ عمامہ نہیں دیا گیا۔ کیونکہ فقہا محدثین نے اُسے مکروہ لکھا ہے۔

ممکن ہے کہ حضرت مجدد نے اُسے تبرکاً رکھا ہو نہ یہ کہ اُسے کفن کیلئے محفوظ رکھنے کی وصیت کی ہو۔

اس سال بڑی کوشش سے بادشاہ نے آپ کو رخصت کیا۔ اور آپ نے سرہند میں پہنچ کر گوشہ نشینی اختیار کی۔ اسی سال آپ نے حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ کو عروۃ الوثقیٰ کا اور محمد سعید کو خزینۃ الرحمۃ کا خطاب دیا۔ یہ خطابات روحانیت سے

تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے معنوں کی توضیح عام فہم نہیں ہے +

حضرت مجدد رح کی کرامتیں بہت کچھ بیان کی گئی ہیں۔ غیر مسلم میں بھی استدراجی کیفیت ہوتی ہے۔ اس لئے حضرت مجدد رح ایسے بزرگ کو کرامات و مکاشفات کے ذریعہ سے روشناس خلائق کرنا میں پسند نہیں کرتا +

سال بست وچہارم

۲۸۔ یا ۲۹ صفر ۱۰۳۴ھ کو اشراق کے بعد حضرت مجدد رح نے تریسٹھ دن بیمار رہ کر۔ تریسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔ مرنے کے عین ماقبل جو جمعہ تھا۔ اُس دن مسجد جامع میں آکر آپ نے بہت سی وصیتیں فرمائیں۔ پہلے بھی زیست سے ناامید ہو کر ایک مرتبہ وصیت کی تھی۔ اس مرتبہ زیادہ گفتگو کی نوبت آئی۔ دُنیاوی امور کی بابت وصیت نہ تھی، بلکہ دینی امور کے متعلق ہدایتیں تھیں۔ زائد تر آپ نے یہ سمجھایا "کہ سُنّت نبوی ذرا بھی ترک نہ کرنا چاہیئے" اور یہ بھی فرمایا "کہ تجہیز و تکفین سُنّتِ نبوی کے مطابق ہو۔ اور غسل کے وقت میرے لڑکے اور دو خلفا موجود رہیں" یہ بھی فرمایا "کہ میری قبر پختہ نہ بنانا۔ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں نام و نشان نہ رہے +"

ایک جگہ لکھا ہوا ہے کہ آپ خلوت سے صرف بروز جمعہ باہر آتے تھے۔ اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ آپ نے اخیر وقت تک نماز پنج وقتہ جماعت سے پڑھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خلوت خانہ کے قریب ہی کوئی مسجد علاوہ مسجد جامع کے تھی جس میں آپ کی پنج وقتہ نماز بھی ہوتی تھی۔ اور نماز میں آپ کے فرزند خزینۃ الرحمۃ امامت کرتے تھے۔ درجہ قیومی خزینۃ الرحمۃ کو نہ ملا ورنہ مدارج میں وہ اور طور سے قیوم دوم سے کم نہ تھے۔ شبِ وفات کو آپ ہندی کا یہ مصرعہ پڑھتے تھے۔ ع "آج ملاؤ اکی سُنی سکھی! سب جگ دیوں وار" ترجمہ:۔ آج روزِ وصال ہے اس خوشی میں میں تمام جہان قربان کرتا ہوں"+

مرتے دم تک آپ کے معمولات میں فرق نہ آیا۔ بروز وفات آپ نے اُٹھ کر وضو کیا۔ کھڑے ہو کر تہجد ادا کی۔ پھر نماز جماعت پڑھی۔ مراقبہ کیا۔ نمازِ اشراق

ادا کی۔ ادعیہ ماثورہ پڑھے۔ پھر پیشاب کرنے کے لئے تھال (طشت) طلب کیا۔ جب وہ آیا تو یہ کہہ کر اسے واپس کیا کہ "اب اتنی فرصت نہیں ہے کہ پیشاب کروں اور تازہ وضو کروں" لوگوں نے آپ کو لیٹا دیا اور اللہ اللہ کہتے ہوئے آپ کا وصال ہوا۔

حضرت عیسیٰ کی نسبت انجیل میں مذکور ہے کہ لوگوں نے انھیں بعد وفات دیکھا تھا۔ حضرت مجددؒ کو بھی بعد وفات کے خواب میں کیا بلکہ بیداری میں دیکھنا بیان کیا گیا ہے۔

جہانگیر حضرت مجدد کے انتقال سے بہت گھبرایا۔ غالباً اس لئے کہ اخیر اخیر وہ آپ کے بھروسہ پر سلطنت کرتا تھا۔ وہ خبر وفات سُن کر تعزیت کے لئے سرہند گیا۔ وہاں پہونچ کر لشکریوں سے اپنے ہاتھ پر بیعت لی یہ کہہ کر کہ "میں قیوم اوّل کا خلیفہ (جانشین) ہوں"۔ بعض لشکریوں کی مہر میں کندہ ہوا "فلاں مرید سلطان جہانگیر" حضرت قیوم دوم نے بادشاہ کی یہ حرکت مجنونانہ تصور کی اور کچھ تعرض نہ کیا۔

حضرت مجددؒ کو چالیس سال کی عمر میں قیومیت ملی اور ۶۳ برس کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔ آنحضرت محمد صلعم کے زمانہ بعثت و وفات سے اسے مناسبت ہے۔

آپ کے سات بیٹے تھے۔ خواجہ محمدؐ صادق۔ خواجہ محمد سعید خزینۃ الرحمہ۔ خواجہ محمد معصومؒ عروۃ الوثقیٰ۔ محمد یحییٰ۔ محمد عیسیٰ۔ محمد فرخ اور محمد اشرف۔ محمد عیسیٰ محمد فرخ اور محمد اشرف طفولیت میں مر گئے تھے۔ آپ کی ۲ بیٹیاں بھی تھیں۔ خدیجہ بانو اور ام کلثوم۔ یہ دونوں بچپن ہی میں مر گئی تھیں۔ آپ کی اولاد سب صالح اور علوم ظاہر و باطن سے مالامال تھی۔ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کو ان سے بہت کچھ رواج ہوا۔ خواجہ محمد یحییٰ کی اولاد ابتک کابل میں موجود ہے۔ خواجہ محمد صادق اور خواجہ محمد سعید کی قبر حضرت مجددؒ کے روضہ میں ہے۔ خواجہ محمد معصوم کا علیحدہ ایک عالیشان گنبد میں مزار ہے۔

خواجہ محمد یحییٰ حضرت مجدد کے احاطہ مزار میں مغرب کی طرف مدفون ہیں اور

ان کی قبر پر ایک چھوٹا سا گنبد بنا ہوا ہے یہ گنبد حضرت مجددؒ کے گنبد کے
قریب واقع ہے۔

حضرت مجددؒ عبادات و عادات میں سنتِ نبوی کا بہت اتباع کرتے تھے۔ آپ کا قول تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے عنایت کیا اس کا شغل اذکار ہے اور متابعتِ رسول بہانہ (ذریعہ) ہے۔ آپ کاغذ کی تحریر اور حافظِ قرآن کا بڑا ادب کرتے تھے۔

حضرت مجدد تہائی رات تک سوتے اور دوبارہ بیدار ہوکر وضو کرتے تھے۔ لیکن اعضاء دھوتے وقت شمال کی طرف منہ کر لیتے تھے۔ اور ہر وضو کے ساتھ مسواک کرتے تھے۔ ہر عضو کو تین بار دھوتے تھے اور ہر بار کلمہ شہادت پڑھتے تھے۔ دوران وضو اور بعد وضو آپ دعائے ماثورہ پڑھتے تھے۔ سو مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھتے تھے۔ تہجد کے بعد مراقبہ کرتے تھے اور پھر سو رہتے تھے۔ نماز صبح مسجد میں پڑھتے تھے۔ لیکن سنتیں گھر پر پڑھتے تھے۔ بعد نماز صبح اشراق کی نماز تک مریدوں کے ساتھ حلقہ بنا کر مراقبہ کرتے تھے پھر چار رکعتوں میں دو سلام سے اشراق کی نماز پڑھتے تھے اور گھر کے کام دیکھتے تھے اور تلاوت قرآن کرتے تھے۔ اور طالبانِ علم باطنی کی تعلیم کرتے تھے۔ تمام طلبا کو عالی ہمتی، اتباع سنت نبوی، ذکر حضور اور اخفائے راز مراقبہ کی تاکید کرتے تھے۔ کلمہ "لا الہ الا اللہ" پڑھنے کی بہت تاکید کرتے تھے۔ اور علماء سے فرماتے تھے کہ کتب فقہ سامنے رکھو۔ علماء نے اختتام متاخرین کی تائید کردہ بدعات سے

بچتے رہو" اہل مجلس پر آپ کا رعب رہتا تھا۔ تلون مزاجی آپ میں ذرا نہ تھی۔
خلوت خانہ میں آپ آٹھ رکعت نماز ضحیٰ ادا کر کے محل میں جاتے تھے۔ اور
فرزندوں کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ طعام سے فارغ ہو کر آپ ادعیہ ماثورہ
پڑھتے تھے۔ کھانا بہت کم کھاتے تھے۔ بھیڑ، بکری اور دنبے کے گوشت سے
آپ کو رغبت تھی۔ کھانے کے بعد قیلولہ کرتے تھے۔ دن ڈھلتے ہی اذان
ہوتی تھی اور مسجد میں تشریف لاتے تھے نماز ظہر کے بعد سبق پڑھاتے
تھے اور عصر کی نماز اوّل وقت پڑھتے تھے اور پھر اصحاب کے ساتھ
غروب آفتاب تک مراقبہ کرتے تھے۔ نماز مغرب اوّل وقت ادا کرتے تھے
بعد اذان چھ یا چار رکعت نماز اوابین پڑھتے تھے شفق کی سرخی غائب ہونے
پر آپ نماز عشا پڑھتے تھے۔ وتر میں قنوت شافعی رح کے ساتھ قنوت حنفی رح کو
آپ ملا لیتے تھے وتر کو آخر حصہ شب میں ادا کرنا مستحسن جانتے تھے۔ شب بیداری
کو خلاف سنت نبوی آپ سمجھتے تھے۔ رمضان کے آخر دس دنوں میں
معتکف رہتے تھے۔ عشا اور وتر کے بعد فوراً سو جاتے تھے۔ جمعہ کی نماز
جامع مسجد میں اور عیدین کی نماز عیدگاہ میں آپ پڑھتے تھے۔ عید الضحیٰ کے دن
راہ میں بلند آواز سے تکبیریں کہتے تھے۔ نماز کسوف و خسوف بھی آپ پڑھتے تھے
تراویح کی نماز سفر اور حضر میں آپ جماعت ادا کرتے تھے۔ ماہ رمضان میں
تراویح کی نماز میں .. تین مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے اور ہر مہینہ میں معمولاً
چار مرتبہ تلاوت ختم کرتے تھے۔ سفر کبھی ڈولے اور کبھی پالکی میں اور کبھی گھوڑے
پر کرتے تھے۔ اور اثنائے راہ میں قرآن مجید پڑھتے جاتے تھے۔ جب آیۃ سجدہ
آتی تو ڈولے یا گھوڑے سے اتر کر سجدہ کر لیتے تھے۔ نماز میں خضوع و
خشوع کا بہت خیال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ "کوئی ریاضت یا مجاہدہ
آداب نماز ملحوظ رکھنے کی برابری نہیں کر سکتا سوا تراویح کے کوئی نماز نافلہ حتیٰ کہ
نماز تہجد بھی آپ باجماعت پڑھنا پسند نہ جانتے تھے۔ تشہد کے وقت فرضوں میں

آپ سبابہ سے اشارہ نہ کرتے تھے۔ مگر کبھی کبھی لفظوں میں اشارہ کر بھی لیا کرتے تھے۔ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز ادا کرنا آپ جائز قرار دیتے تھے۔ اور ہر نیک و بد کی نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ مریض کی بیمار پرسی کرتے تھے۔ قبروں کی زیارت کے لئے جاتے تھے۔ شروع شروع تو اپنے والد بزرگوار کی مزار پر جاکر قبر پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے اخیر میں اسے مکروہ سمجھ کر ترک کر دیا۔ قبروں کے چومنے سے منع فرماتے تھے۔ لیکن اہل قبر کو وسیلہ بنا کر خدا سے مدد چاہنا جائز قرار دیتے تھے۔ ذکر جہر سے آپ منع کرتے تھے۔ مگر کچھ مستثنیات بھی تھے مثلاً تشریق کی تکبیریں۔ کوئی امر شرع کے ذرا خلاف ہوتا تو آپ اسے پسند نہ کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ "احوال شریعت کے تابع ہیں، شریعت احوال کی تابع نہیں ہے"۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ "غیر مکمل درویشوں پر مجھے تعجب ہوتا ہے کہ وہ اپنے کشف پر اعتماد کرکے شریعت سے مخالفت کرتے ہیں۔ اگر حضرت موسیٰ بھی اس وقت ہوتے تو شریعت محمدؐی کی پیروی کرتے۔ حضرت عیسیٰؑ جو آنے والے ہیں وہ بھی اسی شریعت محمدؐی کے تابع ہونگے"۔

نقشبندیہ طریقہ کو تمام دیگر طریقوں سے افضل جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ "دوسرے سلسلوں میں جو بات انتہا میں نصیب ہوتی ہے اس سلسلہ کے وہ ابتدا ہی میں میسر آجاتی ہے۔ آپ چاروں سلسلوں میں مرید تھے۔ اور چاروں سلسلوں میں دوسروں کو مرید کرتے تھے۔ اس لئے آپ بخوبی جان سکتے تھے کہ نقشبندیہ طریقہ کی نسبت باقی تمام تریقوں کی نسبت سے افضل ہے۔ شیخ معین الدین چشتی رح کو آپ بہت ہی بزرگ جانتے تھے۔ لیکن انکے بعض کشفی علوم سے اختلاف کرتے تھے۔ خواجہ علاءالدین عطار، اور خواجہ محمدؐ پارسا کی بعض نو پیدا کردہ باتوں کو ناپسند کرتے تھے لیکن اسکے ساتھ ہی کشفی خطاؤں پر انھیں قابل مواخذہ نہیں سمجھتے تھے۔ آپ کا مقولہ تھا کہ "اجتہادی خطا قابل مواخذہ نہیں ہوتی۔ لیکن ایک کا کشف دوسرے کے لئے حجت نہیں ہو سکتا"۔ اور اسی لئے آپ علم باطن میں مقلد مخطی کو قابل مواخذہ فرماتے تھے۔ آپ علوم ظاہر میں

صحیح بخاری، مشکوٰۃ، ہدایہ اور شرح مواقف پڑھاتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ "علم ظاہر کی تحصیل سلوک صوفیہ سے مقدم ہے۔ اسلام کے ضروری مسائل متعلقہ نماز، روزہ وغیرہ کو فرض جانتے تھے۔ ایام مسنون میں سفر کرتے تھے۔ مگر کسی خاص گھڑی پر روانہ ہونا یعنی ساعت دریافت کر کے چلنا آپ برا جانتے تھے۔ الحمد للہ اور استغفر اللہ آپ بکثرت پڑھتے تھے اور مصائب کو باعث ترقی باطنی جانتے تھے۔ آپ کا لباس صحابہ کرام کا سا تھا، عمامہ سر پر، مسواک دستار کی کور میں، شملہ دونوں کانوں کے بیچ تک، قمیص کے گریبان کا شگاف دونوں کندھوں پر، شرعی پاجامہ ٹخنوں سے بہت اوپر، کفش پاؤں میں، عصا ہاتھ میں، سجادہ کندھے پر، نشان سجدہ پیشانی پر۔

سماع کی نسبت آپ کا خیال تھا کہ اس سے فائدہ کم لوگوں کو اور نقصان بہت لوگوں کو پہونچتا ہے۔ آپ کا یہ خیال تھا کہ جو مخالف شریعت سے کوئی کرامت دیکھو تو اسے استدراج سمجھو اور دین اسلام میں مخل تصور کرو۔

یہاں حضرت مجدد کے خوارق عادات، کرامات اور تصرفات کے لکھنے کا موقع تھا لیکن ہم نے اس کے لکھنے سے قصداً گریز کیا۔ ہم نے آنحضرت محمد صلعم کے حالات جو **تاریخ الاسلام اور الاسلام** میں لکھے ہیں ان میں معجزے بیان نہیں کئے کیونکہ بہترین معجزہ احکام قرآنی ہیں۔ اسی طرح مجدد صاحب کے کمالات اور خرق عادات بیان کرنا آپ کے کمالات کے اظہار کرنے کے لئے اتنا سود مند نہ ہوتا جتنا کہ آپ کے خیالات کے وہ اقتباسات جو گیارہویں، بارہویں، تیرہویں اور چودہویں باب میں درج ہیں۔ اور ہم بیان بھی کرتے تو اس سے علو مرتبہ حضرت مجدد کا پورا اظہار نہ ہوتا۔ دیگر مشائخ کی کرامتوں کا اظہار اُن کی سوانح عمریوں میں اس مبالغہ کے ساتھ کیا گیا ہے کہ اب بزرگوں کی خرق عادات کا بیان کرنا کوئی عظمت ظاہر نہیں کرتا۔ مرید، معتقد اپنے پیروں کے سیکڑوں خوارق بیان کرتے ہیں حالانکہ حضرت موسیٰ کے صرف نو معجزے قرآن سے ثابت ہوتے ہیں۔ "وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ"

خواجہ ہاشم کشمی نے اپنی کتاب "زبدۃ المقامات" میں ۳۱ خوارق حضرت مجدد کے بیان کئے ہیں اور مولانا بدر الدین نے "حضرۃ القدس" میں ۵۵ کرامات وتصرفات درج کئے ہیں۔ ان کا نقل کر دینا آسان تھا مگر ہم نے ایسا کرنا پسند نہیں کیا۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں معجزات یا کرامات کا منکر ہوں۔ دیگر سلسلوں کے مشایخ زمانہ حال کی کرامتیں تو ہم نے نہیں سنیں لیکن سلسلہ مجددیہ کے ایک نامور بزرگ مولانا شاہ فضل الرحمٰن کی کرامتیں اپنے عنفوان شباب سے آج تک میں ان کے ملنے والوں سے سنتا چلا آتا ہوں اور اتوا تر سے سنا ہے کہ احتمال کذب باقی نہ رہا۔ اور مولانا ممدوح کے خلیفہ مولانا نیاز احمد فیض آبادی کی کرامتیں بھی اس درجہ توا تر سے سنے میں آتی ہیں کہ راویوں کو میں جھوٹا نہیں جانتا۔ لیکن ان دونوں کی عظمت ہمارے دل میں ان کی کرامتوں کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ان کے اتباع سنت اور دیگر محامد اخلاق کی وجہ سے ہے۔ خود مجدد صاحب نے بار بار اپنے تصانیف میں لکھا ہے کہ کرامت اولیا حق ہے لیکن وہ ولایت کے لئے ضروری نہیں ہے اور نہ صرف وہ اولیا کی شناخت کے لئے کافی ہے کیونکہ کرامت اور استدراج میں تمیز کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ ہر زمانہ کا مذاق جدا ہوتا ہے ایک زمانہ وہ تھا کہ نبیوں کو عوام پر اثر نیک ڈالنے کے لئے معجزات کی ضرورت تھی۔ اور پیغمبر خدا کے وقت ضروریات ومذاق زمانہ کے بدل جانے سے اگلے نبیوں کے سے معجزات دکھانے کی کم ضرورت تھی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہادی پیغمبر صلعم نے معجزے نہیں دکھائے۔ دکھائے لیکن کم اور کمی کی وجہ یہ تھی کہ آیات قرآنی میں تاریخ، علوم ظاہری، علوم باطنی اور حکمت کی باتیں ایسی ایسی درج تھیں کہ وہ لوگوں کو حیرت میں ڈال کر آنحضرت محمد صلعم کی طرف متوجہ کرانے کو کافی تھیں۔ اسی طرح تمام اولیا کے کرامات بمقابلہ معارف حضرت مجدد، جو ابواب ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ میں درج ہیں، رکھے جائیں تو عقلا کے نزدیک کرامات کے پڑھنے سے ان معارف کا پڑھنا زائد تر مطبوع خاطر ثابت ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مشایخ کے حالات کے ساتھ ان کے تصرفات اور کرامات

کے بیان کرنے کا جو دستور چلا آتا تھا ہم نے اسکا تباع نہیں کیا۔

حضرت مجدد الف ثانی کے خلفا میں سے چند کے نام یہ ہیں :-

۱۔ میر نعمان بدخشی

آپ کے والد ماجد میر شمس الدین کشم (ملک بدخشاں) کے مشاہیر اولیا میں تھے۔ آپ حضرت باقی باللہ کے مرید اور حضرت مجدد کے خلیفہ تھے۔ برہان پور میں آپ خدمت ارشاد بجا لاتے تھے۔

۲۔ شیخ محمد طاہر لاہوری

آپ لاہور میں مقیم تھے اور کتابت آپ کا ذریعہ معاش تھا۔

۳۔ شیخ بدیع الدین سہارنپوری

آپ بڑے جید عالم تھے۔ حضرت مجدد سے آپ ابتدا میں "تلویح" پڑھتے تھے۔ پھر صحبت چھوٹ گئی اور آپ نے ملازمت شاہی اختیار کی اور احکام شریعت کی پابندی باقی نہ رہی۔ سلسلۂ مشائخ سے نفرت ہوئی۔ پھر حضرت مجدد کی توجہ خاص ہوئی تو درجہ ولایت حاصل ہوا اور درجہ خلافت ملا۔

۴۔ شیخ نور تہی

آپ حضرت باقی باللہ کے مرید اور حضرت مجدد کے خلیفہ تھے۔ حضرت مجدد نے آپ کو پٹنہ کی خدمت ارشاد پر مامور کیا تھا۔

۵۔ شیخ حمید بنگالی

آپ کا وطن منگل کوٹ (ملک بنگال) تھا۔ آپ بڑے جید عالم تھے اور ابتدا میں درویشوں سے دور رہتے تھے۔ لیکن جب حضرت مجددؒ کی توجہ ہوئی تو آپ مرید ہوئے اور خلفاء میں داخل ہوئے۔ بنگال میں آپ کی ذات سے بڑا فیض جاری تھا۔

۶۔ شیخ طاہر بدخشی

آپ جون پور کے رہنے والے تھے، لیکن آپ کے آباؤ اجداد بدخشاں سے آئے تھے۔

۷۔ شیخ مزمل۔

آپ جنگل کی سیر کو گئے، پہاڑ پر چڑھے، پاؤں پھسل گیا کھڈ میں گر گئے وہیں انتقال ہو گیا۔

۸۔ مولانا یوسف سمرقندی (دھبرکی)

آپ کا مدفن جالندھر میں ہے اور سال وفات ۱۰۳۴ھ ہے۔

۹۔ مولانا احمد دیوبندی

آپ کا وطن دیوبند (دیمن) تھا۔ آپ نے علم ظاہر کی اور پھر علم باطن کی تعلیم حضرت مجددؒ سے پائی۔

۱۰۔ مولانا حسن برکی

آپ علم ظاہر میں شیخ احمد برکی کے شاگرد تھے۔ حضرت مجددؒ سے علم باطن حاصل کر کے آپ اپنے استاد کے ساتھ رہے اور اپنے وطن عثمان پور میں مدفون ہوئے۔

۱۱۔ مولانا محمد صالح کولابی

۱۲۔ خواجہ محمد صدیق بدخشی

کشم (بدخشاں) آپ کا مولد تھا اور آپ بڑے شاعر تھے۔ پہلے آپ

عبدالرحیم خانخانان کے پاس آئے۔ اس کے بعد حضرت باقی باللہ کے مرید اور حضرت مجددؒ کے خلیفہ ہوئے۔

۱۳۔ شیخ عبد الحی شادمانی

حصار شادماں (اصفہان) مولد اور پٹنہ جائے قیام تھا۔

۱۴۔ مولانا یار محمدؒ (قدیم)

آپ کو قدیم اس لئے کہتے ہیں کہ ایک دوسرے خلیفہ یار محمد اور تھے جو دفتر اوّل مکتوبات کے جامع تھے۔

۱۵۔ مولانا یار محمدؒ (جدید)

دفتر اوّل مکتوبات حضرت مجددؒ الف ثانی کے آپ جامع ہیں۔

۱۶۔ شیخ بدر الدین (سرہندی)

حالات حضرت مجددؒ میں "حضرات القدس" آپ کی تصنیف ہے۔

۱۷۔ مولانا قاسم علی۔

۱۸۔ مولانا شیخ عبدالہادی (بدایونی)

آپ پہلے حضرت باقی باللہ کے مرید ہوئے پھر حضرت مجددؒ سے تربیت پائی۔ حضرت مجددؒ سے تربیت پاتے وقت آپ اور مولانا یار محمدؒ قدیم ایک ہی حجرے میں رہتے تھے۔

۱۹۔ شیخ یوسف برکی

جالندھر آپ کا مدفن ہے۔

۲۰۔ سید محبت اللہ (مانکپوری)

حضرت مجددؒ کے اتباع میں ہمیشہ راسخ قدم رہے۔ الہ آباد میں آپ کا مزار ہے۔

۲۱۔ ہادی حضر افغانی

۲۲۔ شیخ احمد (دیوبندی)

اُس زمانہ میں دیوبند کو دیبن کہتے تھے اور اس لئے آپ دیبنی مشہور تھے۔

۲۳- شیخ کریم الدین بابا حسن ابدالی

باباحسن ابدال ایک مقام عثمان پور ضلع اٹک کے قریب ہے۔ یہیں کے آپ رہنے والے تھے۔

۲۴- حاجی خضر افغانی

بہلول پور مضافات سرہند میں آپ کا مسکن تھا اور یہیں مدفون تھا۔ آپ کا بڑا اور جہ تھا۔ آپ عرصہ تک موذن مسجد حضرت مجدد رہے۔ بعد وفات حضرت مجدد کے ایک مرتبہ آکر آپ نے حضرت مجدد کی مسجد میں اذان دی تو حضرت بلال کا بعد وفات آنحضرت محمد صلعم مسجد نبوی میں آکر اذان دینا حاضرین کو یاد آگیا۔

۲۵- مولانا عبدالواحد لاہوری ۲۶- مولانا امان اللہ لاہوری ۲۷- شیخ داؤد ساکی ۲۸- شیخ سلیم بنوری ۲۹- شیخ محمد چتری۔

۳۰- شیخ احمد برکی

شہر وادسے آکر بلدہ کان کرتب عرف برک میں آپ مقیم ہوئے۔ یہ مقام کابل اور قندہار کے بیچ میں ہے۔

۳۱- شیخ نور محمد بہاری ۳۲- صوفی قربان قدیم ۳۳- مولنا صادق کابلی

مولانا صادق صاحب کابلی نے شہزادہ ولی عہد کی ملازمت ترک کرکے حضرت مجدد کی خدمت اختیار کی تھی۔ وفات ۱۰۱۸ھ۔

۳۴- مولنا غازی گجراتی ۳۵- صوفی قربان جدید ۳۶- سید باقر سارنگی پوری ۳۷- مولنا فرخ حسین ۳۸- مولنا مظفر قدروحی ۳۹- مولنا حمید احمدی ۴۰- حاجی حسین ۴۱- شیخ عبدالرحیم بھکری ۴۲- خواجہ احمد کابلی ۴۳- مولنا حاجی محمد ذکی ۴۴- مولینا عبدالغفور سمرقندی ۴۵- حافظ محمود گجراتی ۴۶- خواجہ عبداللہ ۴۷- خواجہ عبیداللہ۔

۴۸- خواجہ محمد ہاشم کشمی برہانپوری

کشم دبخشاں، آپ کا مولد اور برہانپور جائے قیام تھا۔ دفتر سیوم مکتوبات

کے آپ جامع ہیں۔ آپ برہان پور کے قطب مدار تھے۔ آپ شاعر بھی تھے۔ آپ کے آبا و اجداد سلسلہ کبرویہ میں تھے۔ زبدۃ المقامات آپ کی تصنیف ہے جس میں حضرت باقی باللہ رح سے لیکر حضرت مجددؒ اور اُن کی اولاد تک کے حالات آپ نے درج کئے ہیں۔

۷۹۔ شیخ آدم بنوری

آپ کے آبا و اجداد ملک روم کے تھے۔ آپ کے دادا سید اور دادی پٹھانی تھیں۔ بنور مضافات ہند میں آپ کے والد مقیم ہوئے۔ پھر آپ لاہور آئے آپ کے ساتھ افغانوں کا مجمع کثیر تھا بادشاہ کو کچھ خدشہ پیدا ہوا اور بادشاہ کے حکم سے آپ نے ہندوستان چھوڑا اور حج کو روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ میں آپ کا مدفن ہے۔

اوّل آپ نے حاجی خضر سے سلوک طی کیا اُس کے بعد وہ خود آپ کو حضرت مجددؒ رح کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے۔ شیخ آدم کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ اشاعت اسلام آپ سے بہت ہوئی۔ امر معروف اور نہی منکر آپ کا شیوہ تھا صاحب استقامت اور صاحب ورع وتقوی تھے۔ امیر، غریب سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتے تھے۔ آپ کی خانقاہ میں باورچی کھانا با وضو پکایا کرتے تھے۔ سعد اللہ خاں وزیر شاہِ ہند آپ کی زیارت کے لئے آیا، آپ نے اُس کی ذرا بھی پروا نہیں کی جو اسکو خانقاہ میں آنے کی اجازت نہیں دی۔

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے پدر بزرگوار شیخ عبدالرحیم عبداللہ کے خلیفہ ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب "قول الجمیل" میں اسکا ذکر کیا ہے۔ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں ان کی ارادت بتوسط شیخ عبدالرحیم پدر بزرگوار و حضرت شیخ آدم بنوری حضرت مجددؒ تک پہونچتی ہے۔ اور نسبت نقشبندیہ خواجہ خرد کے ذریعہ سے بھی پہونچی ہے۔ لیکن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے شیخ آدم کے نام کو اپنے شجرہ میں لانا مقدم سمجھا ہے اور شیخ عبدالرحیم و شیخ

آدم بنوری کے درمیان سید عبداللہ کا بھی نام حائل ہے۔

مشکوٰۃ و صحیح بخاری۔ صحاح ستہ کی اجازت بھی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو بتوسط حاجی محمد افضلؒ شیخ عبدالاحدؒ اور شیخ محمد سعیدؒ کے۔

حضرت مجددؒ الف ثانیؒ سے پہونچی ہے۔ جس کا ذکر انھوں نے اپنی کتاب قول الجمیل میں کیا ہے ؂

مشائخ

۱- شاہ سکندر قادری

آپ شاہ کمال کے پوتے تھے۔ آپ کے ذریعہ سے حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کا خرقہ حضرت مجددؒ تک پہونچا تھا۔ آپ کی نسبت حضرت مجددؒ نے فرمایا تھا کہ "ان کے قلب پر نور کی شعاعیں اتنی ہیں کہ نگاہ ڈالی نہیں جاسکتی۔"

۲- شاہ فضل الرحمٰن برہانپوری

آپ صاحب کرامات تھے۔ آپ نے حضرت مجددؒ کی قیومیت کا اعتراف کیا تھا

۳- شیخ عیسیٰ برہانپوری

آپ اپنے وقت کے مشہور شیخ تھے۔ اور حضرت مجددؒ کے کمالات کے قائل تھے۔

۴- شیخ نظام نارنومی

آپ ہندوستان کے ایک مشہور شیخ تھے۔

۵- شیخ نظام الدین تھانیسری

آپ شیخ جلال کے خلیفہ تھے اور صاحب کرامات تھے۔ حضرت مجددؒ کے چند مکتوبات آپکے نام ہیں

۶- شاہ قاسم سلیمانی

آپ سرحد افغانستان کے رہنے والے تھے۔ آپ صاحب جذبۂ قومی اور صاحب

کرامات تھے۔ خلقت کا رجوع آپ کی طرف ہوا تو جہانگیر کو خدشہ ہوا اور اس نے آپکو چنار ضلع مرزاپور کے قلعہ میں قید کیا۔ وہیں آپ نے وفات پائی۔ مزار آپ کا قلعہ کے باہر ہے اور مزار کے متعلق روضہ اور خانقاہ ہے۔ سرکار سے خرچ کے لئے زمینداری معاف ملی ہے۔ یہ معافی غالباً سلاطین مغلیہ کے وقت سے ہے۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ بادشاہوں کی مخالفت درویشوں سے سیاسی ضرورتوں پر مبنی تھی ورنہ وہ بھی دل میں ان معتویوں کی عظمت رکھتے تھے۔

۷۔ خواجہ خاوند محمود لاہوری

آپ ماوراءالنہر کے بزرگ زادوں میں سے ہیں۔ لاہور میں آپ نے سکونت اختیار کی تھی۔ آپ کا مزار لاہور میں مرجع عام و خاص ہے۔ حضرت مجددؒ بھی آپ کے مداح تھے۔

۸۔ شاہ فتح اللہ سنبھلی

آپ سلیم چشتی کے خلیفہ تھے اور بہت عزیز الوجود تھے۔

۹۔ سید میر شاہ بلخی

آپ مشائخ بلخ سے تھے۔ حضرت مجددؒ سے بذریعہ خط آپ نے توجہ غائبانہ کی التجا کی تھی۔

۱۰۔ میر مومن بلخی

آپ خراسان کے اکابر مشائخ سے تھے اور حضرت مجددؒ کے غائبانہ مرید ہوئے تھے۔

(علماء)

۱۔ مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی

آپ حضرت مجددؒ کے مرید تھے اور اپنے وقت کے بڑے عالم تھے۔ معقول، منقول، فروع و اصول کی اکثر متداول کتابوں پر آپ کے حاشئے ہیں اور شرحیں بھی ہیں۔

۲۔ مولوی عبد الحق محدث دہلوی

آپ ہندوستان کے بڑے مشہور جید عالم تھے۔ مدارج النبوت، جذب القلوب، دیار المحبوب، تاریخ مدینہ، تکمیل الایمان، اور شرح مشکوٰۃ آپ کی مشہور تصنیفیں ہیں۔ آپ پہلے مخالفین حضرت مجددؒ میں سے تھے۔ آپ نے اپنے بیٹے کو محض حالات کیلئے حضرت مجددؒ کی خدمت میں بھیجا۔ بیٹے کے واپس آنے پر آپ کمالات حضرت مجددؒ کے قائل ہوئے۔

۳۔ مولانا جمال لاہوری ثانیؒ

آپ عالم متبحر تھے جب فیضی نے تفسیر بے نقط لکھنا شروع کی تھی تو مشورے کے لئے آپ کو بھی بلایا تھا۔ آپ حضرت مجددؒ کے مرید تھے۔

۴۔ مولانا حسن قبادانی۔

یہ خراسان کے ایک جید عالم تھے اور حضرت مجددؒ سے غائبانہ مرید ہوئے تھے۔

۵۔ مولانا نولک

یہ علماء ماوراء النہر میں سے تھے اور حضرت مجددؒ سے غائبانہ مرید ہوئے تھے۔

(شعراء)

شعرائے ہمعصر حضرت مجددؒ کے یہ نام ہیں:۔

(۱) عرفی (۲) ظہوری (۳) رشید (۴) طالب (۵) حکیم (۶) طالب املی۔ (۷) شوکت بخاری (۸) قاسم انوری۔

(سلاطین)

حضرت مجددؒ کے زمانہ کے چار مشہور بادشاہ یہ ہیں۔

(۱) جلال الدین اکبر شاہ ہندوستان (۲) جہانگیر شاہ ہندوستان (۳) عبداللہ خاں ازبک شاہ توران (۴) شاہ عباس صفوی شاہ ایران۔

(تصانیف)

حضرت مجددؒ نے بہت سی کتابیں اور رسالے لکھے تھے۔ جن میں سے مفصلہ

ذیل کتابیں مشہور ہیں ۔

(۱) معارف لدنیہ (۲) مبدا و معاد
(۳) رسالہ جذب و سلوک ۔ (۴) رسالہ مکاشفات غیبیہ ۔
(۵) رسالہ شرح رباعیات خواجہ باقی باللہ (۶) رسالہ تہلیلیہ ۔
(۷) رسالہ رد شیعہ ۔ (۸) تعلیقات عوارف ۔
(۹) مکتوبات دفتر اوّل (۳۱۳) (۱۰) مکتوبات دفتر دوم (۹۹)
(۱۱) مکتوبات دفتر سوم (۱۲۴) (۱۲) رسالہ اثبات نبوت ۔

آپ کے تصانیف میں جو باتیں خصوصیت کے ساتھ بیان کی گئی ہیں اور جنکی نظیر دیگر مشائخ کے کلام میں نہیں ملتی، اگر ان کی فہرست مضامین یوں بنائی جائے تو کچھ بیجا نہیں ہے ۔

۱ ۔ حضرات خمس ۔ ۲ ۔ توحید وجودی و شہودی ۔
۳ ۔ مشاہدہ و مکاشفہ ۴ ۔ ایقان و ایمان غیب
۵ ۔ اطوار سبعہ ۶ ۔ ظہور انوار مختلفہ ۔
۷ ۔ تجلیات تشکیفیہ و غیر تشکیفیہ ۔ ۸ ۔ جمع بین التشبیہ والتنزیہ ۔
۹ ۔ تنزیہ صرفہ ۔ ۱۰ ۔ خفایا تی اطلاق و محال تعینات ۔
۱۱ ۔ تجلی برقی و دوامی و معاملہ ورار تجلی ۔ ۱۲ ۔ سکر و صحو ۔
۱۳ ۔ علوم وراثت و غیر وراثت ۱۴ ۔ ولایت صغری، کبری و علیا ۔
۱۵ ۔ مقامات نبوت رسالت و صدیقیت ۱۶ ۔ قربت، تدلی و تدنی ۔
۱۷ ۔ محبت و خلت ۔ ۱۸ ۔ درجات سبعہ متابعت و حد صباحت و ملاحت و جمع درمیان ہر دو ۔
۱۹ ۔ سیر آفاقی و انفسی ۔ ۲۰ ۔ سیر ماورای آفاق و انفس ۔
۲۱ ۔ تاویلات کلمات مشائخ (جو حالت سکر یا غلبہ حال میں نکلے)
۲۲ ۔ متکلمین اور مشائخ کے اقوال پر نظر ثانی ۔
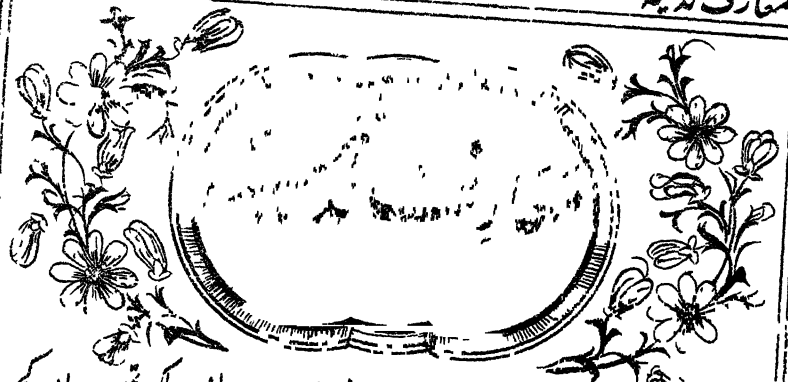
اس نام کی ایک کتاب حضرت مجدد الف ثانی نے معارف باطنی میں لکھی تھی۔ یہاں کچھ اقتباسات اس کے لکھے جاتے ہیں تاکہ حضرت مجددؒ کے خیالات ظاہر ہوں اور مسائلِ تصوف بھی معلوم ہوں۔

اللہ تعالیٰ

الف، لام اور ہا سے لفظ اللہ مرکب ہے۔ الف اور لام آلاتِ تعریف میں سے ہیں اور ہا ہوا رف سے ہے ان سب کا مجموعہ اللہ نام ہے واجب الوجود عزشانہ کا۔ اس اسم اعظم کا مسمّٰی اپنے کمالِ عظمت، علوِ درجہ اور رفعتِ منزلت کی وجہ سے معروف نہیں ہوسکتا۔ وہ ادراک، عرفان اور علم سے بالا ہے۔ یہ اسم تمام دیگر اسمائے الٰہی سے جدا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ ہا ضمیر غائب ہے اور الف، لام تعریف کا ہے۔ تعریف ضمیر کافی نہ تھی تو اضافہ الف، لام تعریف مزید کے لئے ہوا اور مبالغہ کے لئے لام پر تشدید بڑھائی گئی۔ اس پر بھی جب معرفت نہ ہوئی تو تعریف علمی کی طرف توجہ کی گئی اور معلوم ہوا کہ سب سے ماسوا وہ ہے۔ پاک ہے وہ جس نے اپنی طرف خلق کے لئے عجزِ معرفت کے سوا کوئی راہ نہیں کھولی۔

شیون ذاتیہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی شیون کو جو اس کی ذات کے عین ہیں مرتبۂ احدیت میں جدا جدا معلوم کیا۔ تمیز کا مقتضی ہے علم، اس لئے ان شیونات نے خانۂ علم میں جدا جدا تمیز پیدا کیا اور ہر ایک شان تمیز خاص اور تشخیص جداگانہ کی مقتضی ہوئی اور

خانہ علم میں ان کا نام ممکنات ہوا۔ ممکن وہ ہے جس میں عدم اور وجود دونوں برابر ہوں۔ شیونِ خارج عین ذات ہیں اور تمیز و تشخیص کی نسبت سے عدم میں ہیں۔ صور علمیہ خارج میں وجود نہیں رکھتیں اور نہ خانہ علم سے باہر آتیں۔ لیکن ان کے احکام اور آثار خارج میں ہیں۔ یہ احکام خارج میں عین ذات ہیں کیونکہ احدیت مجردہ کے سوا خارج میں کچھ نہیں ہے۔ ارباب کشف و عرفان پر ظاہر ہے کہ یہ صورتیں جو خارج میں ہیں محض وہمی اور تصوری ہیں۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ان علمی صورتوں کو ظاہر میں مجہول الکیفیت نسبت بخشی ہے اور اسی نسبت کے ایجاد کو خلق سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی نسبت خارج میں ظہور کا سبب ہوئی ہے۔ آئینہ میں صورتیں نظر آتی ہیں اور آئینہ ظہور صور کا سبب ہوتا ہے، لیکن آئینہ اپنی بے رنگی اور صفائی میں بدستور قایم رہتا ہے۔ وہ ذات پاک جیسی ازل میں تھی ویسی ہی اب بھی ہے یہی

"الآن کما کان"

کا مفہوم ہے۔ شیون نے تمائیز یکدیگر کے سوا کوئی دوسرا رنگ علم میں قبول نہیں کیا۔ سالک پر جب عین ثابتہ منکشف ہوتا ہے تو شئے متمیزہ کے سوا کوئی اور چیز اس پر ظاہر نہیں ہوتی۔ عین ثابتہ تک پہونچکر سالک کی سیر اسی عین ثابتہ میں ہوتی ہے اور اسے سیر فی اللہ کہتے ہیں۔ اللہ سے مراد ذات مع صفات ہے، صرف ذات احدیت مراد نہیں ہے۔ موجود اور معدوم کے درمیان کو برزخ کہتے ہیں اور برزخ کی سیر سیر در عالم ہے اور اس سیر کو سیر فی الاشیا باللہ بھی کہتے ہیں۔ سیر فی اللہ کو سیر معشوق در عاشق اس معنی میں کہتے ہیں کہ عاشق نے تمام اوصاف و افعال اپنے معشوق کو دیکر اپنے آپ کو خالی کر لیا تو اس کا فعل منسوب بہ معشوق ہوا اور اس کی سیر بھی معشوق کی طرف منسوب ہوئی۔

فنا فی اللہ

تنزیہ کے بعد جو تشبیہ ظاہر ہوتی ہے، اسے انکشاف عین ثابتہ کہتے ہیں۔ علم ذات پردۂ صفات الٰہیہ میں ہوتا ہے۔ مطلوب حقیقی کو پردۂ صفات کو نیہ میں نہیں دیکھ سکتے

کیونکہ اس کے دیکھنے کی طاقت نہیں ہے۔ جو شخص اپنے وجود کے ہر ذرہ کو تمام اشیاء کا آئینہ پاتا ہے اسے فنا فی اللہ کا درجہ میسر ہوتا ہے۔ سالک اپنے ہر ذرہ کو فانی کرتا ہے اور ہر ذرہ کی جگہ شیون الٰہی کی ایک شان پاتا ہے۔

ازل اور ابد

اللہ تعالیٰ کا ازل سے ابد تک ایک ہی فعل ہے، لیکن تعلق اس فعل کا متعدد اشیاء سے ہے، اس لئے یہ بھی متعدد نظر آتا ہے۔ اسی طرح خدا کا کلام ازل سے ابد تک ایک ہے، لیکن مختلف محلوں کی وجہ سے متعدد نظر آتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی نسبت میں زمانۂ ماضی اور مستقبل کی گنجائش نہیں ہے؛ اور اس کا وجود جو اسکا عین ذات ہے بسیطِ حقیقی ہے، تجزی اور انقسام کے قابل نہیں ہے۔ اہل ہندسہ مرکز دائرہ اور خط قایم کرتے ہیں اور سب کی اصل نقطہ جانتے ہیں اور نقطہ کو قابل تجزی نہیں جانتے، لیکن خطوط کثیر اس سے کھینچے ہیں۔ یہ ایک موٹی مثال اس بات کی ہے کہ حق سبحانہ کا وجود کثرت وہمی کا مبداء ہے اور اس کی ذات کے آئینہ میں بہت سی چیزیں کاین اور ثابت ہیں، تو اس ذات کی بساطت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ شیخ محی الدین عربیؒ نے بھی یہ طرز بیان اختیار کیا ہے۔

تجلّی ذات

انکشاف عین ثابتہ کو موہوب حقانی بھی کہتے ہیں اور ظہور ذات کو تجلی ذات بھی کہتے ہیں۔ بغیر تعین اور تمیز کے کسی شئے کا ظہور نہیں ہوتا۔ اس لئے تجلی اور ظہور کو تعین اول کہتے ہیں۔ یہ سب سے اوسع اور اعظم ہے اور اسی کو وحدت کہتے ہیں۔ یہی وحدت آنحضرت محمد صلعم کا مبداء تعین ہے، اور سالکوں کی سیر کی انتہا یہیں تک ہے۔

علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین،

حق سبحانہٗ کی ذات میں جو علم یقین ہوتا ہے، اسے شہود آفاقی سمجھتے ہیں، کیونکہ حق سبحانہ کی ذات پر بھی دلالت کرتا ہے۔ صُوَر اور انوار میں جتنے تجلیات ہوتے ہیں وہ علم الیقین میں داخل ہیں۔ تمام صورتیں اور تمام انوار، رنگ کے

ساتھ ہوں یا بے رنگ ہوں، اس امر میں برابر ہیں۔ یہ شہود آفاقی آثار اور علامات کے
ذریعہ سے اسی طرح اہل عرفان کو مقصود کی خبر دیتا ہے جس طرح حرارت اور دود آگ
خبر دیتے ہیں۔ سیر کی دو قسمیں ہیں، مستطیل اور مستدیر۔ مستطیل بعید ہے اور مستدیر قریب
ہے۔ اپنے دل کے گوہر مقصود کا تلاش کرنا سیر مستدیر ہے اور اس دائرہ کے باہر
تلاش کرنا سیر مستطیل ہے۔ حجاب تعین کو اٹھا کر بندہ کا اللہ کو دیکھنا ادراک بسیط کہلاتا
ہے اور اسی کو عین الیقین بھی کہتے ہیں۔ یہ ادراک عام لوگوں کو بھی حاصل ہو سکتا ہے،
فرق اتنا ہے کہ غیر حق کا وجود خواص کے آگاہی کو مزاحم نہیں ہوتا اور انھیں حق کے
سوا کچھ نظر نہیں آتا اور عوام کی حالت اس کے خلاف ہے۔ خواص کا ادراک علم
کے منافی ہے اور حیرت ہی حیرت ہے۔ حق الیقین حق سبحانہ کے شہود اور اسے عین
خود جاننے کا نام ہے۔ یہ درجہ بقا باللہ کا ہے جو بعد فنا حاصل ہوتا ہے۔

کنہ ذات سبحانہ تعالیٰ

صوفیوں اور اکثر متکلمین کے نزدیک خدا کی معرفت واجب ہے۔ فرق راستہ
کا ہے۔ صوفیوں کے نزدیک ریاضت اور تصفیہ باطن حصول معرفت الٰہی کا ذریعہ ہے
اور متکلمین میں سے اشاعرہ اور معتزلہ نظر و استدلال ذریعہ ٹھہراتے ہیں۔ یہ بھی ایک
طور پر لفظی بحث لفظ معرفت کی تفسیر میں ہے۔ صوفیا ادراک بسیط وجدانی کو معرفت
کہتے ہیں۔ اور متکلمین صورت تصدیق ایمانی کو معرفت کہتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ تحصیل معرفت بمعنی
اول ریاضت اور تصفیہ سے ہوتی ہے اور بمعنی ثانی نظر اور استدلال سے ہوتی ہے اور اسمیں بھی شک نہیں
ہے کہ دوسرے معنی میں اللہ کی معرفت مکلف پر واجب ہے اور اول معنی میں یہ معرفت
اہل اللہ کے مراتب کمال کی نہایت ہے۔ اور یہ درجہ حق الیقین کا ہے اور بہ الفاظ
دیگر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ صوفیوں کی معرفت علم حضوری ہے جو بعد فنا اور بقا کے
حاصل ہوتا ہے، اور متکلمین کی معرفت نظر اور استدلال سے حاصل ہوتی ہے، اور
اسے علم حصولی کہتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اللہ کی ذات میں صوفیا
حلول اور اتحاد مانتے ہیں۔ حکما اور امام غزالی کا مقولہ ہے کہ اللہ کی ذات کی

معرفت بالبداہت یا بالنظر باطل ہے کنہ ذات کی معرفت ممتنع ہے۔ لیکن معرفت ذات بوجہِ سب ہی کو حاصل ہے۔ مثلاً، خالقیت کے وصف سے تو سب ہی اللہ تعالیٰ کو جانتے ہیں، معرفت بوجہ ذات اور معرفت ذات بوجہ میں فرق ہے۔ کنہیات واجب تعالیٰ کی معرفت محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح اس کے صفات بھی بے چون اور بے چگون ہین اور ان کی بھی معرفت محال ہے۔ یہ جان سکتے ہیں کہ اللہ نہ جسم ہے نہ جوہر ہے اور نہ عرض ہے، اور جہل، عجز، کوری یا کری اس کی ذات میں معدوم ہے۔ اس سے صرف ذات اور صفات کے سلوب کا پتہ لگتا ہے۔ حقیقت کا پتہ نہیں لگتا۔ حضرت خواجہ نقشبند نے اسی عجز معرفت کی طرف اشارہ کرکے یہ کہا ہے کہ "فنا اور بقا کے بعد اہل اللہ جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے آپ میں دیکھتے ہیں، اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے آپ میں پہچانتے ہیں اور ان کی حیرت اپنے وجود میں ہے۔

"فی انفسکم افلا تبصرون"

کا بھی مفہوم ہے۔ حضرت ذوالنون مصری کا مقولہ ہے کہ "اللہ کی ذات میں حیرت ہی معرفت ہے۔ اکثر مشائخ نے معرفت ذات کے متعلق اپنا عجز ظاہر کیا ہے، لیکن میرے نزدیک معرفت صفات بھی حیرت وصفات ہے۔

وجود وذات واجب تعالیٰ

اکثر متکلمین کے نزدیک واجب تعالیٰ کا وجود اس کی ذات پر زائد ہے اور شیخ ابوالحسن اشعری، بعض صوفیا وحکما کے نزدیک عین ذات ہے میرے نزدیک اللہ تعالیٰ (تمام موجودات کے برخلاف) اپنی ذات سے موجود ہے نہ کہ اپنے وجود سے موجود ہے۔

وجود ذات۔ وجود صفات

اہل حق صفات باری تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں۔ اور اسے وجود ذات پر زائد جانتے ہیں، اور حق تعالیٰ کو عالم بعلم اور قادر بقدرت کہتے اور سمجھتے ہیں، معتزلہ شیعہ، اور حکما صفات کی نفی کرتے ہیں اور صفات کو ذات پر مترتب جانتے ہیں۔ بعض

متاخرین صوفیہ جو وحدتِ وجود کے قائل ہیں، حکما اور معتزلہ کے موافق ہیں۔ میرے نزدیک حق سبحانہ کی ذات ان تمام امور کے لئے جو صفات پر مترتب ہوتے ہیں، کافی ہے وہ ذات ایسی مستقل ہے کہ سب کچھ کرتی ہے۔

ماہیتِ ذاتِ سبحانہٗ تعالیٰ

اللہ تعالےٰ اپنی ذات اور صفات میں یگانہ اور منزہ ہے۔ اس کے معبودیت، صانعیت اور واجبیت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ اس کے لئے کوئی جہت، مکان یا زمان نہیں ہے، وہ نہ جسم ہے نہ جوہر ہے نہ عرض ہے۔ اس کی ذات قدیم غیر حادث ہے۔ وہ نہ عالم میں داخل ہے اور نہ عالم سے خارج ہے۔ وہ نہ عالم سے متصل ہے اور نہ منفصل ہے۔ وہ نہ کسی چیز میں حلول کرتا ہے اور نہ کسی چیز میں متحد ہوتا ہے۔ بعض صوفیہ جو معیت ذاتی کے قائل ہیں، ان کا مطلب ذات سے تعین اول ہے۔ جسے وحدت کہتے ہیں اور اس تعین کو تجلی ذات بھی کہتے ہیں اور اسے تمام چیزوں میں ساری سمجھتے ہیں۔ اور اس ساری ہونے کو احاطہ اور معیتِ ذاتی کہتے ہیں۔ متکلمین ذات سے ذات بحت مراد لیتے ہیں اور تعین کو ذات پر زائد جانتے ہیں۔ اس کی ذات تعالیٰ شانہٗ جس طرح علم میں نہیں آسکتی اسی طرح اس کی نسبت بھی جو عالم کے ساتھ ہے مجہول ہے۔

علم ذات سبحانہٗ تعالےٰ

حق تعالےٰ کا علم اس کی ذات پر زائد ہے اور اس کی صفت حقیقی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تعلق معلومات سے صرف اسقدر ادراک میں آتا ہے کہ وہ انکشاف معلوم کا سبب ہے۔

قدرت۔ ارادت

قدرت اور ارادت ذات تعالیٰ شانہ پر زائد ہیں۔ قدرت سے مراد صحت ایجاد عالم اور صحت ترک ایجاد عالم ہے۔ ایجاد یا ترک ایجاد لازمہ ذات نہیں ہے۔ تمام اہل مذہب یہی کہتے ہیں، لیکن فلاسفہ کہتے ہیں کہ ایجاد عالم لوازم ذات باری تعالیٰ سے ہے۔ فلاسفہ ارادے کو بھی علم پر زائد نہیں جانتے۔ بلکہ ارادے کو نفس علم کہتے ہیں۔ لیکن ایسے

نزدیک یہ لفظی بحث ہے اور مفہوم دونوں کا ایک ہے۔

مجذوب سالک۔ سالک مجذوب

معرفت میں مجذوب سالک سے سالک مجذوب کا درجہ بڑھا ہوا ہے اور محبت میں مجذوب سالک کا درجہ سالک مجذوب سے بڑھا ہوا ہے۔ معرفت سے معرفت ذات مراد نہیں ہے، کیونکہ یہاں تو صرف جہل اور حیرت کا نام معرفت ہے، بلکہ معرفت سے معرفت تجلیات افعالیہ اشیائے کونیہ اور معرفت صفات اضافیہ مراد ہے۔ سالک مجذوب ظاہر اور صورت کے اعتبار سے مکمل ہے اور مجذوب سالک خلاصہ کے اعتبار سے مکمل ہے۔

لا الٰہ الا اللہ

کلمۂ لا الٰہ الا اللہ سے آلہ باطل کی نفی مقصود ہے وہ آفاقی ہوں یا نفسی ہوں۔ آلہ آفاقی سے کفاروں کے معبودات باطل مراد ہیں اور آلہ نفسی سے خواہشات نفسانی مراد ہیں۔ اہل اللہ کا حاصل سلوک یہ ہے کہ ان دونوں کی نفی کی جائے۔ ظاہری شریعت کا حکم ہے کہ آلہ آفاقی کے انکار سے ایمان درست ہوتا ہے۔ اسے صورت ایمان کہتے ہیں، اور حقیقت ایمان آلہ نفسی کے ابطال سے حاصل ہوتی ہے۔ اور تزکیہ نفس حقیقت ایمان تک پہونچنے کے لئے ضروری ہے۔ یہ نعمت درجہ ولایت تک پہونچنے سے حاصل ہوتی ہے۔ درجہ ولایت سے فنا و بقا مراد ہے۔ ایمان صوری میں نفس امارہ مغلوب نہیں ہوتا اور اس لئے اس کے زوال کا احتمال رہتا ہے، اور ایمانِ حقیقی میں یہ احتمال باقی نہیں رہتا۔

شریعت۔ حقیقت۔ طریقت

شرع ظاہر کے احکام کو شریعت کہتے ہیں۔ اور شریعت کی حقیقت کو حقیقت کہتے ہیں۔ شریعت سے حقیقت ہرگز جدا نہیں ہے۔ شریعت کی حقیقت تک پہونچنے کی جو راہ ہے اسے طریقت کہتے ہیں۔ شریعت سے جدا کوئی شئے طریقت نام نہیں ہے۔ اطمینان نفس کے پہلے صورت ایمان ہے اور اطمینان نفس کے بعد حقیقتِ

ایمان ہے۔

فنائے روحی

خدا کے ماسوا کو بھلا دینے کو فنا کہتے ہیں۔ روح انسانی اپنے تمام مراتب سر و خفی اور اخفیٰ کے ساتھ بدن سے تعلق پیدا کرنے کے قبل اپنے صانع کا علم رکھتی تھی۔ پہلے اس میں بدن عنصری کی محبت پیدا کی گئی، پھر وہ ہیکل ہیولائی میں لائی گئی تو وہ اپنی سابق حالت بھول گئی۔ اس لئے اکثر لوگ اپنے جسم کے سوا کسی شئے کو نہیں مانتے۔ انبیا نے تعلق سابق کی طرف توجہ دلائی تو تعلیم انبیا نے جس پر غلبہ کیا اس کی روح کو جسد سے محبت باقی نہ رہی اور فنائے جسدی اسے متحقق ہوئی۔ اس کے بعد اس نے اور ترقی کی تو نفس روح اور توابع وجودی سے اس پر نسیاں غالب آیا اور حضرت واجب الوجود کے مشہود کے سوا اور کچھ نہ رہا۔ اس نسیاں کو فنائے روحی کہتے ہیں۔

سمیع بصیر

اللہ سمیع اور بصیر ہے۔ اور اللہ کے سوا اور کوئی بصیر اور سمیع نہیں ہے۔ یہی حالت اللہ تعالے کے تمام صفات حیات، علم، قدرت، ارادت اور کلام وغیرہ کی ہے۔ مخلوقات میں جو کچھ ہے وہ صفات کی صورت ہے، حقیقت نہیں ہے۔ مثلاً، قدرت ایک صفت ہے جس سے افعال صادر ہوتے ہیں۔ یہ صفت مخلوقات میں نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اس صفت یعنی قدرت کا انکشاف ان میں پیدا کرتا ہے۔ مبداء انکشاف جو صفت علم ہے، ان میں پیدا نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ مخلوقات میں صرف صورتِ صفات ہے۔ حقیقت صفات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان صفات کا خالقِ آثار ہے اور مخلوق ان آثار کے ایجاد کا محل ہے۔ اسی طرف۔ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ

کا اشارہ ہے۔

ولایتِ خاصّہ محمدیہ

مجذوبین سالک سے ولایت خاصہ محمدیہ مخصوص ہے۔ حضرت علی سالک مجذوب

تھی۔ لیکن ولایت خاصہ محمدیہ تک آنحضرت کی تربیت سے پہونچے تھے۔ برخلاف اس کے خلفائے ثلثہ کا جذب ان کے سلوک سے مقدم تھا یعنی وہ مجذوب سالک تھے۔ اور یہی کیفیت آنحضرت محمد صلعم کی تھی۔ ہر مجذوب سالک کے لئے ضرور نہیں ہے کہ وہ ولایت خاصہ محمدیہ تک پہونچے۔ مدتوں کے بعد بھی کوئی ایسا ہو، کہ اس ولایت تک پہونچے تو غنیمت ہے۔

ذات۔ شیونات۔ صفات۔ افعال

ذات الٰہی کے فرع ہیں شیونات الٰہی، اور شیونات پر صفاتِ الٰہی متفرع ہیں۔ اسمائے صفاتی اللہ تعالیٰ کے، مثل خالق اور رازق وغیرہ کے صفات پر متفرع ہیں۔ اور افعال اسمائے صفاتی پر متفرع ہیں اور تمام موجودات افعال کے نتائج ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیون اور ہیں اور صفات اور ہیں۔ شیون خارج میں عین ذات ہیں اور صفات خارج میں ذات پر زائد ہیں۔

خلقت عالم

جس طرح ایک شعبدہ باز پسِ پردہ بیٹھکر چیزوں کو حرکت دیتا ہے تو لوگ چیزوں میں قوتِ حرکت تصور کرتے ہیں لیکن جو واقف حال ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ پس پردہ کوئی دوسرا محرک ہے۔ اسی طرح سمجھنا چاہیئے کہ دنیا میں جتنی چیزیں نظر آتی ہیں اُن سب کے وجود کا سبب اللہ ہے، جو ہماری نظروں سے نہاں ہے۔

سیر الی اللہ۔ سیر فی اللہ۔ سیر عن اللہ باللہ۔ سیر در اشیاء

حرکت علمی کا نام سیر و سلوک ہے۔ جو حرکت علمی، کہ علم اسفل سے علم اعلیٰ کی طرف ہوتی ہے اور پھر اور اعلیٰ کی طرف ہوتی ہے، یہانتک کہ علوم ممکنات سے علم واجب تعالیٰ تک پہنچتی ہے، اسے سیر الی اللہ کہتے ہیں اور اسی حالت کو فنا بھی کہتے ہیں۔ مراتب وجوب میں جو حرکت علمیہ اسما، صفات، شیون، اعتبارات، تقدیسات اور تنزیہات سے شروع ہو کر اس مرتبہ تک پہونچی ہے، جس کی تعبیر کے لئے کوئی عبارت نہیں ملتی اور نہ اس کی طرف اشارہ یا کنایہ ہو سکتا اور نہ علم و ادراک اس تک پہونچ سکتا تو اسی حرکتِ علمیہ کو سیر فی اللہ کہتے ہیں اور اسی کو بقا بھی کہتے ہیں۔

حرکت علمیہ جو علم اعلےٰ سے علم سفل کی طرف درجہ بدرجہ اترتی ہے۔ اسے سیر ثالث یعنی سیر عن اللہ باللہ کہتے ہیں۔ اور جو شخص اس درجہ تک پہونچتا ہے اسے راجع عن اللہ مع اللہ، واجد فاقد، داخل مہجور اور قریب بعید کہتے ہیں۔ سیر رابع سیر در اشیاء ہے اور اس سے مقصود حصول اس علم اشیاء کا ہے جو سیر اول میں زائل ہو گیا تھا۔ سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ سے مقصد تحصیل نفس ولایت ہے۔ جسے فنا اور بقا کہتے ہیں اور سیر ثالث و رابع سے حصول مقام دعوت ہوتا ہے اور یہ انبیائے مرسل کے ساتھ مخصوص ہے۔ ان انبیا کے متابعانِ مکمل کو بھی اس مقام دعوت سے کچھ نصیب ہوتا ہے۔

قطب ابدال۔ قطب ارشاد۔ فیضانِ الٰہی۔ اعتدال عناصر

وہ فیوض جو عالم اور بقائے عالم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے حصول کرنیکا واسطہ قطب ابدال ہے۔ اور وہ فیوض جو ارشاد و ہدایت سے متعلق ہیں ان کا واسطہ قطبِ ارشاد ہے۔ قطب ابدال سے عالم خالی نہیں رہتا، ایک جاتا ہے تو دوسرا آتا ہے۔ لیکن قطب ارشاد ہر وقت نہیں رہتا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایمان اور ہدایت سے عالم خالی ہو جائے۔ اپنے زمانہ میں آنحضرت محمد صلعم قطب ارشاد تھے۔ اور حضرت اویس قرنی اسوقت قطب ابدال تھے۔ فیاض مطلق اللہ تعالیٰ ہے۔ واسطے کو وصول فیض میں دخل نہیں ہے، بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ واسطے کو فیاضی کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ مبدا فیاض سے جو فائض ہوتا ہے وہ خیر و برکت اور ایمان و ہدایت ہے۔ شر و نقص کی اس میں گنجائش نہیں ہے۔ لیکن خبث محل سے جو اہل فساد میں ہوتا ہے، شرارت اور ضلالت کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال مزاج صفرائی کی سی ہے کہ میٹھی چیز اسے تلخ معلوم ہوتی ہے۔ عناصر اگر معتدل ہیں تو فساد محل کی گنجائش نہیں اور اگر غیر معتدل ہیں تو یہی فساد محل ہے۔ اللہ نے یہ حالت غیر اعتدالی کیوں پیدا کی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے، کہ اللہ پر کچھ کرنا واجب نہیں ہے۔ اللہ نے جو چاہا کیا کوئی اس سے سوال کرنے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالے حقیقت حال کو بہتر جانتا ہے۔

نبوت ۔ ولایت ۔ شہادت ۔ صدیقیت

مرتبہ ولایت میں سکر غالب ہے اور صحو مغلوب ہے ۔ درجہ شہادت میں سکر مغلوب اور صحو غالب ہے ۔ منتہائے درجہ ولایت کا نام صدیقیت ہے ۔ مرتبہ نبوت میں سکر بالکل نہیں رہتا اور علوم شرعیہ کی بالکل مطابقت ہوتی ہے ان علوم شرعیہ کو صدیق بطریق الہام اور نبی بطریق وحی حاصل کرتا ہے ۔ دونوں اللہ تعالےٰ سے علم اخذ کرتے ہیں لیکن صدیق نبی کی تبعیت سے اس درجہ تک پہونچتا ہے ۔ نبی اصل ہے صدیق اس کی فرع ہے ۔ نبی کا علم قطعی اور صدیق کا ظنی ہوتا ہے ۔ نبی کا علم غیر پر حجت ہے اور صدیق کا علم غیر پر حجت نہیں ہے ۔

سلسلۂ نقشبندیہ

سلسلۂ نقشبندیہ برخلاف دوسرے سلسلوں کے حضرت ابوبکر صدیق تک پہونچتا ہے ۔ اس سلسلہ میں شہود دائمی کا نام شہود ہے اور شہود غیر دائمی برخلاف تمام دیگر سلسلوں کے ناقابل اعتبار ہے ۔ اس طریقہ کی منزلیں ، بغیر متابعت شریعت میسر نہیں ہوتیں ۔ اس سلسلہ میں مدد وجذبہ سے راہ طے کی جاتی ہے اور دوسرے سلسلوں میں ریاضت شاقہ ومجاہداتِ شدیدہ سے راہ طے کی جاتی ہے ۔ اس سلسلہ میں ذکر جہر ، سماع اور رقص سے پرہیز کیا جاتا ہے ۔

اطاعت احکام شریعت

آنحضرت محمد رسول اللہ صلعم سردار بنی آدم ہیں اور شریعت محمدی بہترین شریعت ہے ۔ تعجب ہے ، کہ بعض خام درویشوں نے اپنے کشف محض پر اعتبار کرکے شریعت سے مخالفت کی ہے ، حالانکہ حضرت موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو اسی شریعت پر عمل کرتے ۔ بعض لوگوں نے جو قرآن شریف کے نصوصِ صریح کے خلاف بہت سی باتیں اپنے کشف یا کل یا عقل ناقص سے بیان کی ہیں وہ ہرگز ہرگز

ماننے کے قابل نہیں ہیں۔

باب دوازدہم

اس نام کا بھی ایک رسالہ تصوف میں حضرت مجدد الف ثانی کی تصنیف ہے۔ ازل اور ابد اس کا ترجمہ نہیں ہے۔ ہاں بدایت و نہایت یا آغاز و انجام اس کا ترجمہ ہوسکتا ہے۔ اس رسالہ سے کچھ اقتباس ذیل میں کیا جاتا ہے۔

تحصیل علوم باطن

مجھے راہ سلوک کی ہوس ہوئی تو میں خانوادۂ نقشبندیہ کے ایک ایسے خلیفہ کی خدمت میں پہونچا جس کی توجہ کی برکت سے وہ جذبہ حاصل ہوا جو بلحاظ فنا قومیت میں جا ملتا ہے، اور اندراج النہایۃ فی البدایۃ کے طریقہ سے بھی ایک جرعہ مجھے حاصل ہوا۔ اس جذبہ کے بعد سلوک شروع ہوا اور یہ راہ میں نے حضرت علی کی روحانیت سے طے کی۔ پھر خواجہ نقشبند کی روحانیت کی مدد سے قابلیت اولی یعنی حقیقت محمدیہ تک میں نے ترقی کی۔ پھر حضرت فاروق رض کی روحانیت کی مدد سے عروج ہوا اور پھر آنحضرت محمد صلعم کی روحانیت کی مدد سے مقام اقطاب محمدیہ تک میں نے ترقی کی۔ اس مقام میں پہونچتے وقت حضرت خواجہ علاء الدین عطار خلیفہ حضرت خواجہ نقشبند رح کی روحانیت سے بھی کچھ مدد ملی۔ قطب کا انتہائی عروج اسی مقام اقطاب محمدیہ تک ہوتا ہے۔ اسی مقام پر دائرۂ ظلیت ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اصل خالص ظل کے ساتھ ملا ہوا ہے

کے لئے مخصوص ہے۔ میرے سوا کسی ولی اللہ نے اس تیسری سیر کی بابت کچھ نہیں لکھا ہے۔

درجۂ ولایت

ولایت کے پانچ درجے ہیں۔ درجہ اول تجلی افعال سے وابستہ ہے۔ درجہ دوم تجلی صفات سے وابستہ ہے۔ درجاتِ سوم، چہارم اور پنجم حسب مراتب، تجلیات ذاتی سے وابستہ ہیں۔ یہ درجے تمام اولیا کو نصیب نہیں ہوتے، اکثر تیسرے درجے میں رہ جاتے ہیں، اور بعض چوتھے اور پانچویں درجہ تک بھی پہونچتے ہیں۔ لیکن وہ کمال جسے میں معتبر سمجھتا ہوں، ان پانچوں سے بڑھکر ہے۔ صحابہ کرام کے بعد اس کمال کا ظہور نہیں ہوا۔ انشاء اللہ تعالےٰ حضرت مہدیؑ موعود میں یہ کمال ظاہر ہوگا۔ یہ کمال جذبہ اور سلوک کے کمالات سے بڑھکر ہے۔

رجعت قہقری

اعلےٰ سے اعلےٰ مقام تک پہونچنے کے بعد ادنیٰ سے ادنیٰ مقام تک اترنا ہوتا ہے۔ جتنا ہی کوئی اونچا ہوتا ہے اتنا ہی وہ نیچے اترتا ہے اور عروج سے تعلق نہیں رہتا۔ اور پھر عروج سے وہ تعلق نہیں رکھتا اور ہمہ تن عالم اسباب کی طرف اس کی توجہ رہتی ہے۔ البتہ بحالت نماز میں ایسے لوگوں کے تمام لطائف بارگاہ الٰہی کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے نماز کو مومن کی معراج کہتے ہیں اور حدیث۔ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ

اور

قرۃ عینی فی الصلوٰۃ

کا اشارہ اسی طرف ہے مجھے ایسا ہی کشف ہوا ہے، ورنہ دوسرے مشائخ اس کمال کو جمع بین التوجہین کہتے ہیں۔

ولایت محمدیہ

اندرونی اور بیرونی معبودانِ باطل کی نفی کرنا چاہیئے۔ واجب تعالیٰ کا وجود اس کی ذات اقدس پر زائد ہے۔ وجود ہی کو ذات کہنا نظر کی کوتاہی ہے۔ اس

ذات پاک نے اپنی طرف خلقت کی راہ صرف یہ رکھی ہے کہ اس کی معرفت سے عاجزی ظاہر کی جائے۔ فنا فی اللہ و بقا باللہ سے یہ نہیں ہوتا کہ ممکن واجب ہو جائے۔ دل کے آئینے کے دو رُخ ہیں۔ ایک روح کا ہے اور دوسرا نفس کا ہے۔ جس وقت مشائخ مقام قلب پر پہونچتے ہیں ان دونوں رخوں سے قلب کے مناسب علوم و معارف منکشف ہونے لگتے ہیں۔ خواجہ نقشبند کے طریقہ میں، جہاں بدایت ہی میں نہایت ہے، دل کے آئینہ کے چھ رخ ہو جاتے ہیں۔ نفس، قلب، روح، سِر، خفی اور اخفیٰ۔ تمام مشائخ کی سیر الی اللہ قلب تک ہے لیکن مشائخ نقشبندیہ کی سیر قلب کے باطن بلکہ اس کے اندرونی سے اندرونی نقطہ تک ہے۔ جو کچھ عالم کبیر میں مفصلاً ظاہر کیا گیا ہے، وہ عالم صغیر میں مجملاً ظاہر ہوتا ہے۔ انسان ہی عالم صغیر ہے۔ جب یہ عالم صغیر صیقل کر کے منور کر لیا جائے تو آئینے کی طرح عالم کبیر کی تمام چیزیں اس میں مفصل نظر آتی ہیں۔ عالم صغیر کو عالم کبیر سے جو نسبت ہے وہی نسبت دل کو عالم صغیر سے ہے۔ اور پھر قلب قلب کو قلب (دل) سے یہی نسبت درجہ بدرجہ چلی جاتی ہے۔ قلب سے بڑھکر کوئی اور چیز اللہ نے پیدا نہیں کی۔ حدیث قدسی لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبد المومن (میرے آسمان اور میری زمین میں میری گنجائش نہیں۔ لیکن میرے مومن بندے کے دل میں میری گنجائش ہے) میں دل کے اسی وصف کی طرف اشارہ ہے۔ جب اس مقام پر عارف پہونچتا ہے اور تمام جہان کے لئے بمنزلہ دل ہو جاتا ہے تب اسے ولایت محمدیہ حاصل ہوتی ہے اور قطب، اوتاد، ابدال، افراد اور احاد سب ہی اس کے انوارِ ہدایت کے تحت ہوتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں ہے۔ ایسا عارف ہزار سال کے بعد پایا جائے تو غنیمت ہے۔ اس کی برکت عرصہ بعید تک جاری رہتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ حضرت مہدیؑ موعود اسی نسبت شریفہ پر پائے جائیں گے۔ یہ درجہ سرور کائنات صلعم کی تابعداری بغیر نصیب نہیں ہو سکتا۔ بڑے اولیاؤں میں سے کسی نے بھی ان معارف پوشیدہ کا ذکر نہیں کیا۔ میں نے اسے اپنے کشف سے

دریافت کیا ہے اور اللہ کے حکم سے اسے ظاہر کرتا ہوں۔

روح

روح عالم بیچونی سے ہے اور لامکاں سے اسے تعلق ہے، لیکن بمقابلۂ وجوب ذاتِ حق اس کی بیچونی عین چون ہے، اور اس کی لامکانیت حقیقی لامکاں کے سامنے عین مکانیت ہے۔ گویا اس عالم اور مرتبہ بیچونی کے درمیان عالم ارواح برزخ ہے لیکن جب اس روح کا تعلق ہیکل عنصری سے ہو جاتا ہے تو یہ عالم برزخیت سے نکل کر عالم چون میں اُتر آتی ہے۔

آنحضرت محمد صلعم

تمام انبیاء علیہم السلام میں آپ تجلی ذاتی سے ممتاز ہیں۔ آنحضرت کے تابعین کامل کو بھی اس دولت سے مفاد حاصل ہوتا ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کاملین امتِ محمدیؐ تمام انبیا سے افضل ہیں۔ اس امت کے کاملوں کا انتہائی عروج اقدامِ انبیاء علیہم السلام کے نیچے تک ہے۔

گناہ از عارف

کہا جاتا ہے کہ گناہ اُسے نقصان نہیں پہونچا سکتا جو اللہ کو پہچانتا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عارف گناہ سے بے خوف ہو جاتا ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام سے پہلے جو گناہ عارف سے ہوئے تھے وہ معاف ہو گئے اور بعد حصول معرفت عارف سے گناہ کبیرہ کا سرزد ہونا محال ہے اور گناہ صغیرہ سے اسے نقصان نہیں پہونچتا، کیونکہ توبہ اور استغفار سے تدارک ہو جاتا ہے۔

وجود باری

حق سبحانہٗ تعالےٰ اپنی ذات سے، نہ کہ اپنے وجود سے موجود ہے، اور تمام دیگر موجودات اپنے وجود سے موجود ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ اپنی موجودیت کے لئے وجود کا محتاج ہوتا تو ہمیں وجود کی عینیت کا قائل ہونا پڑتا۔ اور اس میں جمہور اہل سنت و جماعت کی مخالفت ہوتی۔ واجب الوجود اپنی ذات سے موجود ہے

اور اس موجودیت میں وہ وجود کا محتاج نہیں ہے۔ خواہ وجود عین ذات فرض کیا جائے خواہ ذات پر زائد سمجھا جائے۔

شہود باری تعالےٰ

میں ایسے خدا کی پرستش نہیں کرتا جو شہود کے احاطہ میں آجائے، یا قیاس، اور وہم و خیال میں سما سکے۔ آخرت میں اللہ تعالےٰ کا دیدار ہوگا، لیکن اس دیدار کی کیفیت کا بیان کرنا بے سود ہے۔ عوام الناس اسے سمجھ نہیں سکتے۔

اولیا اللہ

اولیاء اللہ کو بھی ان چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، جو عوام الناس کو درکار ہیں۔ ناراض ہونا، کھانا، پینا، اہل و عیال میں زندگی بسر کرنا یا دیگر لوازم بشریت سے تعلق رکھنا درجہ ولایت کے منافی نہیں ہے۔ انبیاء بھی اس سے الگ نہ تھے صفات بشریت کے ظہور کا ملکہ زائد تر اولیاء میں ہوتا ہے فرق اتنا ہوتا ہے کہ تعلقات بشریت عوام الناس کے قلب، قالب، روح اور نفس میں سرایت کر جاتے ہیں اور اولیاء میں قالب اور نفس تک محدود رہتے ہیں اور خواص الخواص میں تو نفس بھی اس تاریکی سے بری ہو جاتا ہے۔ یہ تاریکی عوام کے لئے باعث نقصان اور خواص کے لئے باعثِ کمال ہوتی ہے۔ اسی تاریکی کے نہ ہونے سے فرشتے ترقی نہیں کر سکتے۔

مرتبہ فنا میں جو علوم اولیاء کے زائل ہو جاتے ہیں وہ مرتبہ بقا میں پھر واپس آجاتے ہیں۔ پھر بقا کے بعد جب نزول ہوتا ہے تو عارف باقی باللہ درمیانِ علوم آنجہانی و این جہانی برزخ ہوتا ہے۔ اور گویا وہ وجوب اور امکان کے مابین وسیلہ ہوتا ہے۔

رضا

جب میں پیر کے وسیلہ سے راہِ حق کی طرف متوجہ ہوا تو بارھویں سال مقام رضا سے مشرف ہوا یعنی مقام رضا کی سعادت بتدریج میسر ہوئی۔

تقلید در اجتہاد

میں مدت تک مذہب حنفی کے خلاف نماز جماعت میں سورۂ فاتحہ پڑھتا رہا پھر سمجھ میں آگیا کہ امام کا پڑھنا عین مقتدی کا پڑھنا ہے۔ بادشاہ کے سامنے عرض حال کے لئے جب ایک جماعت جاتی ہے، تو صرف ایک ہی شخص گفتگو کرتا ہے مجھے نور فراست سے معلوم ہوا کہ علام کلام ماتریدیہ حق بجانب ہیں، اور اجتہاد میں امام ابوحنیفہ کا درجہ تمام اماموں سے بڑھا ہوا ہے۔

یادداشت

ذات حق کے دائمی حضور کو یادداشت کہتے ہیں۔ یہ بات ارباب قلوب کو بھی دل کی جمعیت سے حاصل ہوجاتی ہے کہ مرتبہ قلب میں حضور ذات باری تعالیٰ دائمی طور پر حاصل ہوتا ہے، لیکن یہ صورتِ یادداشت ہے حقیقتِ یادداشت نہیں ہے۔ حقیقتِ یادداشت بغیر تذکیۂ نفس و تصفیہ قلب حاصل نہیں ہوتی۔

اولیاء

اولیاء کا باطن آبِ حیات ہے۔ جس نے ایک قطرہ اس کا چکھا اسے حیاتِ ابدی نصیب ہوئی۔ لیکن ان کے ظاہر کو باطن سے کوئی نسبت نہیں ہوتی۔ وہ ظاہر میں زمین پر ہیں اور حقیقت میں آسمان پر ہیں۔ ان کا ہم نشین نیک بخت غم خوار اور سعادت مند ہوتا ہے۔

حق تعالےٰ نے اولیا کو اس طرح پوشیدہ رکھا ہے کہ ان کے ظاہر کو بھی ان کی باطن کے کمالات کی خبر نہیں ہوتی۔ ان کا باطن عالم امر سے ہے۔

لسانِ تمثیلی

قرآن شریف میں قرب، معیت، ہاتھ، چہرہ، اول، آخر، ظاہر اور باطن کے الفاظ جو آئے ہیں، یہ سب الفاظ متشابہاتِ قرآنی ہیں۔ علا نے ان الفاظ کی تاویلیں کی ہیں، مثلاً ید (ہاتھ) کی تاویل قدرت سے کی گئی ہے۔ یہ تاویلیں علما کے نزدیک جائز ہیں۔ لیکن ہم تاویل کو جائز نہیں رکھتے۔ ہم تاویل کو علم حق کے حوالہ

کرتے ہیں، کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔

متابعت نبی

جناب سرور کائنات نماز وتر کو کبھی اول حصہ شب میں اور کبھی آخر حصہ شب میں ادا کرتے تھے۔ میں کسی فضیلت کو متابعت نبی کی برابر نہیں سمجھتا۔ بعض لوگ سنتوں میں شب بیداری کی نیت کرتے ہیں اور بہت سی نئی باتوں کو داخل کرتے ہیں۔ ہم تو جو بھر متابعت کے بدلے ہزار شب بیداریوں کو بھی نہ خریدیں۔

محبت الٰہی

آنحضرت محمد صلعم کے غلبۂ محبت میں ایک مرتبہ میرے منہہ سے نکلا کہ "میں حق تعالیٰ کو صرف اس لئے پیار کرتا ہوں کہ وہ محمدؐ کا رب ہے" حضرت رابعہ بصری نے خواب میں محمد صلعم سے عرض کیا کہ "میرے دل میں اللہ تعالےٰ کی محبت اس درجہ غالب ہے کہ آپکی محبت کی گنجائش نہ رہی" یہ دونوں باتیں سکر سے ہیں۔ میری بات پھر بھی کچھ اصلیت رکھتی ہے۔ رابعہ کی بات مرتبہ صفات الٰہی کے متعلق ہے اور میری بات مرتبہ ذات سے رجوع کرنے کے بعد کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مرتبہ ذات میں اس قسم کی محبت کی گنجائش نہیں ہے۔ یعنی تمام نسبتیں مرتبہ ذات سے نیچے رہ جاتی ہیں وہاں سر بسر حیرت ہے یا جہل ہے۔ اللہ سے محبت اور معرفت صرف صفات میں ہوتی ہے۔ محبت ذاتی جو بولتے ہیں اس سے محبت ذات احدیت مراد نہیں لیتے بلکہ محبتِ ذاتِ احدیت مع بعض اعتبارات ذات مراد لیتے ہیں۔

پیر طریقت

علم جولاہگی اور علم حجامت سے علم صرف و نحو بہتر ہے۔ اور علم صرف و نحو سے علم کلام اور علم فقہ بہتر ہے۔ اور ان تمام علوم ظاہری سے علم باطن افضل اور اشرف ہے۔ جو فرق ان علوم میں ہے وہی ان کے سکھانے والوں میں ہے۔ اس لئے پیر طریقت کے حقوق تمام استادوں کے حقوق سے فائق ہیں۔ حقیقی پیر جناب محمد صلعم ہیں۔ ظاہری ولادت والدین سے ہے لیکن معنوی پیدائش پیر سے مخصوص ہے۔ ولادت ظاہری

کی زندگی چند روزہ ہے اور ولایت حقیقی کی زندگی ابدی ہے۔ پیر اپنے قلب و روح سے مرید کی باطنی پلیدگی صاف کرتا ہے۔ کبھی کبھی پیر اس صفائی میں تکدر بھی ہو جاتا ہے۔ اور کچھ دیر تک تکدر قایم رہتا ہے۔ پیر کے ذریعہ سے نفس امارہ خباثت چھوڑ کر اطمینان حاصل کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پیر بڑی چیز ہے۔ اس کی ناراضی مرید کے لئے بدبختی کی جڑ ہے۔

قلب اور روح

قلب عالم امر سے ہے۔ اس کو عالم خلق سے تعلق اور تعشق دیا گیا تو وہ عالم خلق سے نیچے لایا گیا اور جسم انسان میں بائیں جانب جو گوشت کا ٹکڑہ ہے اس سے اسے تعلق بخشا گیا۔ قلب جب مقام روح میں پہونچتا ہے تو اسے ترقی ہوتی ہے۔ روح اور اس کے مافوق کی ترقی بالا مقامات سے وابستہ ہے۔ شروع میں یہ پہنچنا بطریق احوال ہوتا اور انتہا میں بطریق مقام ہوتا ہے۔ نفس کی ترقی یہ ہے کہ وہ مقام قلب میں بطریق احوال اور بطریق مقام پہونچ جائے۔ جب چھئوں لطائف مقام اخفیٰ میں پہونچ جاتے ہیں اور سب مل کر عالم قدس کی طرف قصد پرواز کرتے ہیں تو لطیفہ قلب کو خالی چھوڑ جاتے ہیں۔ یہ پرواز بھی ابتدا میں بطریق احوال اور انتہا میں بطریق مقام روح ہوتی ہے۔

"موتوا قبل ان تموتوا" (مرنے کے قبل مرو)

میں انھیں چھہ لطائف کا قلب سے جدا کرنا مقصود ہے۔ کبھی بعض لطائف کا بھی پرواز ہوتا ہے، لیکن چھئوں کا مل کر پرواز کرنا نہایت اکمل ہے اور ولایت محمدیؐ سے مخصوص ہے عروج کے بعد خلق کی طرف نزول تکمیل ولایت کے لئے ضرور ہے۔ قرب کے بعد بعد یعنی عروج کے بعد نزول جسے حاصل نہ ہو وہ اولیائے عزلت میں شمار کیا جائے گا۔ اور طالبوں کی تربیت اور ناقصوں کی تکمیل اس سے نہ ہوگی۔ یہ ہے بدایت اور نہایت کی کہانی بطریق رمز و اشارہ۔ لیکن اسکا سمجھنا ان منزلوں کو طے کئے بغیر محال ہے۔

کلام الٰہی

ازل سے ابد تک اللہ کا ایک ہی کلام ہے۔ اس کلام کے اجزا نہیں ہیں۔

عجب نہیں کہ ازل سے ابد تک وہاں ایک ہی ساعت ہو۔ اور عجب نہیں کہ لفظ ساعت بھی عبارت کی تنگی سے کہا گیا، ورنہ وہاں تو زمانہ کا بھی دخل نہیں ہے۔ چنانچہ شب معراج میں آنحضرت صلعم نے مقامات عروج میں حضرت یونسؑ کو شکم ماہی میں پایا، حضرت نوحؑ کا طوفان موجود پایا اور بہشت کے آئندہ آنے والوں کو بہشت میں دیکھا۔ آنحضرت کے صدقے میں مجھ پر ایک مرتبہ یہ حالت طاری ہوئی کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ آنحضرت صلعم کے وجود اور روح دونوں پر حالت طاری ہوئی اور جو آنحضرت صلعم کے طفیلی ہیں ان کی روح پر صرف یہ حالت طاری ہوگی۔

تکوین

تکوین یعنی پیدا کرنا واجب الوجود کی ایک حقیقی صفت ہے۔ ابوالحسن اشعری کے پیرو تکوین کو ایک اضافی صفت جانتے ہیں اور جہان کے وجود میں قدرت اور ارادہ کو کافی خیال کرتے ہیں، لیکن حق یہ ہے کہ تکوین الگ ایک حقیقی صفت ہے یعنی قدرت فعل کی مصحح ہے اور ارادہ فعل کا مخصص ہے اور تقویم موجد ہے۔ حکما اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ "خدا چاہے تو پیدا کر سکتا ہے" یہ تو ضرور واجب الصدق ہے، لیکن یہ کہنا کہ "اگر وہ نہ چاہتا تو نہ پیدا کرتا" ممتنع الصدق ہے صاحب فتوحات کا کشف حکما کے موافق ہے۔ یہ بڑا باریک فرق ہے۔ علمائے تردید یہ کے موافق میری وہ رائے ہے جو میں نے اوپر ظاہر کیا۔

رویت

اللہ تعالے بے مثل اور بے مانند ہے تو اس کی رویت بھی بے مثل اور بے مانند ہوگی آسکا راز جو خاص خاص اولیا پر ظاہر کیا گیا ہے، اسے رویت تو نہیں کہہ سکتے پھر بھی یہ رویت ہی ہے کہ گویا وہ اسے دیکھتے ہیں۔ قیامت میں مومن اسے ظاہری آنکھوں سے دیکھ لیں گے، لیکن انھیں ادراک نہ ہوگا۔ اسے آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں۔ وہ صرف دو چیزیں دیکھیں گی، ایک یہ علم حقیقی کہ دیکھتے ہیں اور دوسرا

یہ کہ وہ حظ اور لذت ہوگی جو رویت سے حاصل ہوتی ہے۔ ان دو چیزوں کے علاوہ باقی لوازمات دید مفقود ہوں گے۔ اسی طرح دیگر مسائل علم کلام کے سمجھنے میں بھی صوفیائے کرام کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔ متکلمین کے پاس نور فراست ہے اور صوفیا کے پاس نور فراست ہے اور کشف وشہود بھی ہے۔ مثلاً علمائے اہل سنت نے استطاعت مع الفعل کو ثابت کیا ہے۔ یہ ایک ایسا سچا مسئلہ ہے جو نور فراست اور کشف سے صحیح معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ثبوت میں جو دلائل انھوں نے بیان کئے ہیں، وہ بودے ہیں۔ شیخ الاسلام شیخ ابو منصور ماتریدی کے اصحاب کا طریقہ مجھے پسند ہے جو فلسفی نکتہ چینیوں سے روگردانی کرتے ہیں۔ مجھے شیخ ابو الحسن اشعری کا طریقہ استدلال پسند نہیں ہے، جو فلسفی دلائل سے مدعا ثابت کرنا چاہتے ہیں اور مخالفوں کو اکابر دین پر طعن کرنے کی جرأت دلاتے ہیں۔

صورت اور حقیقت

ہر چیز میں ایک حقیقت ہے اور ایک صورت ہے۔ چنانچہ حقیقت قرآنی حقیقت محمدی سے اوپر ہے، یعنی قرآنی حقیقت محمدی حقیقت کا امام ہے اور کعبہ ربانی کی حقیقت محمدی حقیقت کا مسجود ہے۔ اور کعبہ ربانی کی حقیقت قرآنی حقیقت سے بڑھکر ہے۔ یہ ایسی معرفت ہے جس کے بارے میں کسی اہل اللہ نے لب کشائی نہیں کی۔ جس طرح چیزوں کی صورتوں کا مسجود کعبہ کی صورت ہے، اسی طرح حقیقت کعبہ حقائق اشیاء کا مسجود ہے۔ کچھ اوپر ایک ہزار سال کے بعد ایسا زمانہ آرہا ہے کہ حقیقت محمدی اپنے مقام سے عروج فرمائے اور حقیقت کعبہ کے مقام سے مل کر ایک ہو جائے اور اس وقت حقیقت محمدی کا نام حقیقت احمدی ہو۔ اور وہ ذات احد کا مظہر بنے اور دونو مبارک نام مسمیٰ کو حاصل ہوں، اور پہلا مقام حقیقت محمدی سے خالی ہو اور حقیقت عیسوی اپنے مقام سے عروج کر کے حقیقت محمدی کے خالی شدہ مقام پر اس وقت تک قرار کرے کہ حضرت عیسیٰ نزول فرمائیں۔

کلمۂ طیبہ

کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ تجلیات افعال سے تجلیات صفات تک اور پھر تجلیات

صفات سے تجلیات ذات تک پہونچتا ہے۔

معوذتین

شیخ شرف الدین منیری معوذتین کا نماز میں پڑھنا اچھا نہیں کہتے، لیکن مجھے اپنے کشف سے یہ قول صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ میں جب نماز فریضہ میں ان سورتوں کو پڑھتا ہوں تو عجیب وغریب احوال کا مشاہدہ کرتا ہوں۔

جن

ایک روز جنوں کا حال مجھ پر منکشف ہوا تو میں نے دیکھا کہ گلی کوچوں میں عام آدمیوں کی طرح جن ٹہلتے پھرتے ہیں اور ہر ایک جن پر ایک فرشتہ مقرر ہے جس کے ڈر سے وہ سر نہیں اٹھا سکتا۔

مراتب انبیاء

تمام مرسلوں کے سردار آنحضرت محمد صلعم ہیں۔ حضرت موسیٰؑ سے حضرت عیسیٰؑ کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ ان دونوں سے افضل ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت نوحؑ اور حضرت نوحؑ کے بعد حضرت آدمؑ کا درجہ ہے۔

مدارج سلوک

جو سالک اسما اور صفات کی سیر تفصیلی میں پڑجاتا ہے، اس کا ذات حق تک پہونچنا بند ہو جاتا ہے۔ اسما وصفات کی انتہا نہیں ہے، نہ یہ ختم ہوتے اور نہ وہ منزل مقصود تک پہونچتا۔ سعادت مند وہ ہے جو اسما اور صفات میں بطریق اجمال سیر کرکے جلد خدا رسیدہ ہو جائے۔ واصلانِ ذات جب انتہا تک پہونچتے ہیں۔ تو دعوت خلق کے لئے ان کا واپس ہونا لازم ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے متوسطین کے لئے واپسی لازم نہیں ہے۔ یہ علم بھی میرا مخصوص علم ہے۔

مقام رضا۔ فرق در ولایت ونبوت

مقام رضا تمام سلوک وجذبہ طے کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور تمام مقامات ولایت سے یہ بڑھ کر ہے۔ ہر رکن ایمان کی طرح اس کی بھی صورت اور حقیقت ہے۔

شروع میں رضائی صورت کا وجود ہوتا ہے اور آخر میں حقیقت حاصل ہوتی ہے۔ ولی
کا کمال نبی کے طفیل میں ہے۔ اگر ولی کو کوئی جزوی فضل یا درجہ حاصل ہوا جو نبی کو حاصل
نہ تھا تو نبی کو بھی اس جزوی فضل و درجہ سے حصہ ملتا ہے، کیونکہ ولی کا وہ کمال نبی کی
متابعت و پیروی سُنّت کا نتیجہ ہے۔ اس بات کو شیخ محی الدین نے فصوص میں لکھا ہے،
لیکن اس کے شارحین معاملہ کی حقیقت تک نہ پہونچے، اس لئے توضیح نہ کرسکے۔ ولی کی ولایت
نبی کی ولایت کا جزو ہے۔ جزو کتنا ہی بڑھے پھر بھی کل سے چھوٹا ہی رہیگا۔

صفات خدا

خدا کی صفات کی تین قسمیں ہیں۔ اول صفات اضافی، جیسے خالقیت و رزاقیت
دوسری صفات حقیقی اضافت کی جھلک لئے ہوئے، جیسے علم، قدرت، ارادہ، سمع،
بصر، اور کلام۔ تیسری محض صفتِ حقیقی، جیسے زندگی۔ یہ قسم تمام اقسام سے افضل ہے
تمام مراتب علم طے کرنے کے بعد اس صفتِ حیات تک رسائی ہوتی ہے۔ بہت کم اشخاص
اس دروازے میں داخل ہوئے ہیں۔ اگر اس بھید کا رمز ظاہر کردوں تو گلا کٹ جائے۔

اللہ کا کوئی مثل نہیں ہے، لیکن مثال اس کے لئے جائز رکھی گئی۔ ارباب سلوک
اور اصحاب کشوف کو مثال سے تسلی ہوتی ہے اور خیال سے آرام ملتا ہے۔ بیچون
کو چون کی مثال سے دکھاتے ہیں۔ بیچارہ سالک مثال کو عین صاحب مثال خیال
کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ کے احاطہ کی صورت کو چیزوں میں دیکھ کر وہ خیال
کرتا ہے کہ احاطۂ حق کی حقیقت دکھائی دے رہی ہے۔ حدیث نبوی ہے۔

تجلّی ربنا ضاحکا (ہمارا رب ہنستا ہوا ظاہر ہوا)

ممکن ہے کہ آنحضرت صلعم نے بلحاظ صورت مثالی ایسا فرمایا ہو شاید کمالِ رضا کا حصول
مثال میں بصورت خندہ دکھایا گیا ہو۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ جو مکتوبات اپنے پیر، خلفا، مریدین اور ارکین سلطنت کو پاس وقتاً فوقتاً بھیجتے تھے۔ ان کی نقلیں جمع رکھی جاتی تھیں۔ وہ تین دفتروں میں مدوّن کی گئی تھیں۔ ان مکتوبات سے حضرت مجددؒ کے خیالات شریعت، طریقت، معرفت، اخلاق اور سیاسیات کے متعلق ظاہر ہوتے ہیں اور اس زمانہ کے تاریخی حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ زبان مکتوبات کی فارسی ہے۔

حقیقت، طریقت اور معرفت کے متعلق جو تعلیمات حضرت مجددؒ ہیں وہ عام فہم نہیں ہیں پھر بھی وہ باتیں جو عام فہم ہیں ان کے اقتباسات ہدیہ ناظرین ہیں۔ بعض مضامین پر متعدد تحریریں ہیں۔ لیکن طرز بیان جدا جدا ہے، اس لئے تکرار لطف سے خالی نہیں ہے۔

دفتر اول

دفتر اول کے مکتوبات حضرت مجددؒ کے وقت میں یکجا کئے گئے تھے اور اس کی نقلیں تعلیم راہ ہدایت کی غرض سے مختلف ممالک میں بھیجی گئی تھیں۔ اس دفتر میں ۳۱۳ مکتوبات ہیں۔

کمالِ صحو انبیا کے لئے ہے

۲۔ بخدمت حضرت باقی باللہؒ۔ جذبہ کی ہمت تمام کر کے میں نے سیر فی اللہ میں جو مقام جذبہ کے موافق ہے قدم رکھا۔ جس قدر فنا پورے طور پر ہو گی، اسی قدر وہ بقا جو اس پر مترتب ہو گی زائد تر کامل ہو گی۔ اور جس قدر بقا کامل ہو گی اسی قدر صحو

زیادہ ہوگا۔ جتنا ہی صحو زیادہ ہوگا، اتنا ہی شریعت حقہ کے موافق علوم کا فیضان ہوگا۔ کمالی صحو انبیاء علیہم السلام کے لئے تھا۔ اور معارف و علوم جو ان سے صادر ہوئے وہی شریعت کے احکام و عقائد ہیں۔ ان احکام ظاہر کی مخالفت بقیہ سکر سے ہے +

ماہ رمضان شریف

۴۔ بخدمت حضرت باقی باللہ۔

ماہ مبارک رمضان شریف کا آنا مبارک ہو۔ اس مہینے کو قرآن مجید کے ساتھ بڑی مناسبت ہے۔ اس مہینے کے دنوں سے جو برکتیں وابستہ ہیں اور ہیں۔ اور خیرات جو اس مہینے کی راتوں سے متعلق ہیں وہ اور ہیں۔ افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں دیر کرنا اولی اور افضل ہے +

دعا کرنا

۶۔ بخدمت حضرت باقی باللہ۔

فنا و بقا کے بعد اہل اللہ جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے آپ میں دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے آپ میں پہچانتے ہیں۔ ان کی حیرت اپنے ہی وجود میں ہے۔ پہلے مجھے بلا اور مصیبت سے فرحت اور خوشی ہوتی تھی، اب تھوڑا سا بھی ضرر لاحق ہوتا ہے تو غم پیدا ہو جاتا ہے، گو وہ جلد دور ہو جاتا ہے۔ پہلے بلا اور مصیبت کے رفع کرنے کے لئے دعا کرنا مقصود نہ ہوتا تھا بلکہ۔

ادعونی (مجھ سے دعا کرو)

کی تابعداری مقصود تھی، لیکن اب دعا سے مقصود بلا اور مصیبت کا رفع کرنا ہے۔ خوف اور حزن جو زائل ہو گئے تھے اب پھر رجوع کر آئے ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حالت سکر کی وجہ سے تھی۔

مرید بے تعلیم

۷۔ بخدمت حضرت باقی باللہ۔

پہلے یہ حالت کبھی کبھی طاری ہوتی تھی کہ نہ میں خود رہتا تھا، نہ عالم رہتا تھا، نہ مجھے

پہچھے نظر آتا تھا اور نہ معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اب یہ حالت وائمی ہو اور خلقت عالم کا وجود دید و دانش سے نکل گیا ہے۔ بعض ایسے ہیں جو بطریق ارادہ اس سلسلہ شریفہ سے پیوستہ ہونا اور ملنا چاہتے ہیں۔ اور ذکر سیکھنے کی طلب نہیں رکھتے۔ ایسا پیوند جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟ +

درستی عقائد مقدم ہے

۹۔ بخدمت حضرت باقی باللہ:۔

جب سے میں صحو میں لایا گیا اور مجھے بقا اور فنا بخشی گئی، تب سے عجیب و غریب علوم اور عمدہ عمدہ غیر متعارفہ معارف پے درپے فائض اور وارد ہوتے ہیں۔ اہل سنت وجماعت کے علمائے ظاہر گو بعض اعمال میں قاصر ہیں، لیکن ذات و صفات الٰہی کے متعلق ان کی درستی عقائد کا جمال اتنا نورانی ہے کہ ان کی کوتاہی بمقابلہ اس کے ہیچ نظر آتی ہے۔ اور بعض صوفیا میں باوجود انکے ریاضات و مجاہدات کے اسقدر درست عقائد نہ رکھنے کے سبب سے وہ جمال پایا نہیں جاتا +

قرب و وصال کی نفی

۱۰۔ بخدمت باقی باللہ:۔

عجیب معاملہ ہے کہ بعد کا نام قرب رکھا گیا ہے اور نہایت فراق کو وصال کہتے ہیں درحقیقت اس ضمن میں گویا قرب اور وصال کی نفی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے +

خدمت ارشاد

۱۱۔ بخدمت حضرت باقی باللہ:۔

ارشاد کا ترک کرنا مجھے پسند نہیں آیا۔ کیسے یہ ترک کیا جائے جبکہ گمراہی کے بھنور میں جہان غرق ہوا جاتا ہے؟ وہ شخص کیسے اپنے آپ کو باز رکھ سکتا ہے جو جہان کو اس بھنور سے نکالنے کی طاقت رکھتا ہے +

ہمہ از اوست

۱۲۔ بخدمت حضرت باقی باللہ:۔

جب اصل حقیقت معلوم ہوئی تو تردد ہوا اور ہمہ از اوست والا پلہ ہمہ اوست کے

منقول سے غالب معلوم ہوا۔ اور ہمہ از اوست میں کمالِ زائد یہ دیکھا گیا کہ تمام کشفی علوم شریعتِ ظاہری سے مطابق ہو گئے۔ بعض صوفیا جو کشفوں کو شریعت ظاہری کے مخالف بیان کرتے ہیں تو یہ بیان ان کا سہو یا سکر کی وجہ سے ہے۔ عالم باطن کا حقیقی منتہی عالم باطن کو شریعتِ ظاہر کے موافق پاتا ہے۔ علمائے شریعت ظاہری اور منتہیانِ علم باطن میں یہ فرق ہے کہ وہ دلیل اور علم سے جانتے ہیں اور یہ از اوئے کشف و ذوق معلوم کرتے ہیں۔

معرفت۔ سلوک۔ قضا و قدر

۱۸۔ بخدمت حضرت باقی باللہ:۔

معرفت سے سوا نادانی کے اور علم سے سوا جہل کے اور کچھ زیادہ نہ ہوا۔ اب حق الیقین سے مشرف فرمایا گیا ہوں جہاں علم اور عین ایک دوسرے کے حجاب نہیں ہیں اور فنا و بقا وہاں جمع ہیں اور باوجود علم معرفت کے زیادتی جہل و نادانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

سلوک سے مقصود یہ ہے کہ اجمالی معرفت تفصیلی اور استدلالی معرفت کشفی ہو جائے۔

مسئلہ قضا و قدر کے راز پر اطلاع بخشی گئی اور اس طرح بتایا گیا کہ شریعت حقہ کے ظاہر اصول سے ذرا مخالفت نہیں ہے۔ سمیع و بصیر وہی ہو سکتا ہے جو سماع اور رویت کا مبدا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سمیع اور بصیر نہیں ہے۔

اتباعِ رسولؐ

۲۱۔ بنام شیخ محمد مکی:۔

جب تک وہ موت ثابت نہ ہو، جو موتِ معروف کے پہلے ہے اور جسے اہل اللہ فنا سے تعبیر کرتے ہیں، اللہ کی جناب میں پہونچنا محال ہے۔ اس دولت کے حاصل کرنے اور اس درجے کی تکمیل کرنے کی خواہش ہو، تو آنحضرت محمد صلعم کی تابعداری لازم پکڑو۔ صحابہ کرام کو نبی صلعم کی پہلی ہی صحبت میں وہ بات حاصل ہو جاتی تھی جو دوسروں کو انتہا میں بھی بہ مشکل حاصل ہو سکتی ہے۔ جس طرح ولایت محمدیہ تمام دیگر رسولوں، اور نبیوں کی ولایتوں سے بڑھ کر ہے، اسی طرح مشائخ نقشبندیہ کی ولایت بھی تمام اولیاء قدس سرہم

ئی ولایتوں سے بڑھ کر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انکی ولایت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

طریقہ علیہ نقشبندیہ کے بعض کمالات کے اظہار سے غرض یہ ہے کہ طالبوں کو اس کی طرف رغبت پیدا ہو۔ تجلی ذاتی دیگر مشائخ کے نزدیک برقی ہے اور مشائخ نقشبندیہؒ کے نزدیک یہ حضور ذاتی دائمی ہے۔ پہلا گروہ صاحب سکر ہے اور دوسرا صاحب صحو ہے۔ پہلے کے لئے شرافت ہے اور دوسرے کے لئے فضیلت ہے۔ پہلا مقام ولایت کے مناسب ہے۔ اور دوسرا نبوت کے مناسب ہے۔

مواقع تہمت سے بچو

۲۳۔ بنام عبدالرحیم خانخانان:۔

سالک ناقص سے طریقہ اخذ کرنا بیج کا ناقص اور خراب ہوتا ہے۔ شیخ کامل و مکمل کی صحبت سرخ گندھک یعنی کیمیا ہے۔ اس کی نظر دوا ہے اور اس کی بات شفا ہے آپ کے ہم نشین شعرائے فاضل میں سے ایک شخص اپنے آپ کو اشعار میں کفر کے لفظ سے ملقب کرتا ہے حالانکہ وہ خاندان سادات سے ہے اور شریف ہے۔ ہائے افسوس! بعض مشائخ قدس سرہم کی عبارتوں میں غلبہ سکر کے وقت کفر اور زنار باندھنے کی تعریف و ترغیب پائی جاتی ہے۔ وہ تو غلبہ سکر کے باعث سے معذور ہیں۔ جو اہل سکر نہ ہو اور ان کی تقلید کرے وہ تو معذور نہ خیال کیا جائے گا۔ میری طرف سے اس سے التماس کیجئے کہ وہ اپنے آپ کو اسلامی لقب سے ملقب کرے۔

"اتقوا من مواضع التهم"

ولایت خاصہ۔ مقام نبوت

۲۴۔ بنام قلیج خان:۔

جس کے دل میں اللہ کی طلب اور محبت کے سوا کسی اور کی طلب اور محبت نہیں ہے وہ مبارک ہے۔

بندے اور خدا تعالے کے درمیان جہاں حجاب نہیں ہے، بلکہ خود اسکا نفس

حجاب ہے۔

مقربین میں سے بعض لوگ جنت اس لئے طلب کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالےٰ کی رضا کا مقام ہے نہ کہ اپنے نفس کے حظ اور فائدے کے لئے اور دوزخ سے رنج والم سے دور رہنے کے لئے پناہ نہیں مانگتے، بلکہ اسلئے پناہ مانگتے ہیں کہ وہ اس کے غضب کا مقام ہے۔ کیونکہ یہ حضرات نفسوں کی غلامی سے آزاد ہو کر خالص اللہ تعالےٰ کے ہو گئے ہیں۔ مقربین کے لئے یہ رتبہ نہایت اعلےٰ ہے اور ان مرتبہ والوں کو ولایت خاصہ کے مرتبہ سے متصف ہونے کے بعد مقامِ نبوت کے کمالات سے کامل حصہ حاصل ہوتا ہے ؛

اتباع نبیؐ واصحابِ نبیؐ

۲۵۔ بنام خواجہ جہان :۔

روح، سر، خفی، اور اخفی کے تمام کمالات حضرت سید المرسلین صلعم کی تابعداری پر وابستہ ہیں۔ آپ نبی صلعم اور خلفائے راشدین و ہادین مہدیین کی پیروی لازم جانئے ؛

مست ہشیار

۲۶۔ بنام حاجی محمدؐ لاہوری :۔

جو مست ہیں وہ معذور ہیں۔ جو ہوش میں ہیں ان سے بازپرس ہوگی۔ اب میرا حال ہشیاری محض ہے ؛

حیرت۔ خالق الافعال۔ سلوک

۲۹۔ بنام شیخ تھانیسری :۔

فنا اور بقا کے بعد جو کچھ اہل اللہ دیکھتے ہیں اپنے آپ میں دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے آپ میں پہچانتے ہیں۔ ان کی حیرت اپنے وجود میں ہے۔

وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ

شہود انفسی مرتبہ حق الیقین میں ہے جو مراتب کمال کی نہایت ہے۔ شہود کا لفظ اس

مقام میں میدان عبارت کی تنگی کے باعث بولا گیا ہے۔

حق تعالے واحد افعال کا پیدا کرنے والا ہے اختیار کرنے والا نہیں ہے۔ یہ امر قریب اس کے ہو جاتا ہے کہ زندقہ اور الحاد تک پہونچائے۔

سلوک سے مقصود یہ ہے کہ اجمالی معرفت تفصیلی ہو جائے اور استدلال کشف سے بدل جائے۔

مسئلہ وحدتِ وجود

۳۱۔ بنام شیخ صوفی:۔

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ نے مجھ فقیر کو طریقہ علیہ نقشبندیہ تعلیم فرمایا اور شیخ محی الدین بن عربی کے دقائق معارف کو کماحقہ ظاہر فرمایا۔ میں تجلی ذاتی سے بھی مشرف ہوا۔ سکر وقت اور غلبہ حال نے اس توحید میں مجھے اس درجہ تک پہونچایا کہ بعض عریضوں میں جو حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں میں نے بھیجے تھے یہ دو بیتیں بھی جو سراسر سکر سے لکھی تھیں۔

اے دریغا کین شریعت ملۃ اعمائی است
ملۃ ما کافری و ملۃ ترسائی است
کفر و ایماں زلف و روئے آں پری زیبائی است
کفر و ایماں ہر دو اندر راہ ما یکتائی است

یہ حال بہت مدت تک رہا۔ ناگاہ دریچہ غیب سے اللہ تعالے کی عنایت بے غایۃ کا ظہور ہوا اور بے چونی اور بے چگونی کے چہرے کے چھپانے والے پردہ کو دور کر دیا تو پہلے وہ علوم جو اتحاد و وحدت وجود کی خبر دیتے تھے زائل ہونے لگے اور یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ حق تعالے کسی چیز سے متحد نہیں ہے، خدا، خدا ہے اور عالم، عالم ہے۔ حق تعالے بیچون و بے چگون ہے اور عالم سراسر چونی اور چگونی ہے اور چگونی کے داغ سے داغ دار ہے۔ بے چون کو چون کا عین نہیں کہہ سکتے۔ واجب ممکن کا عین، اور قدیم حادث کا عین ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بہتر وہی ہے جو علمائے اہل سنت وجماعت نے

بیان کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عالم کو صفاتی کمالات کا آئینہ ہے اور اسمائے ظہورات کا جلوہ گاہ ہے، لیکن مظہر ظاہر کا عین اور ظل اصل کا عین نہیں ہے، جیساکہ توحید وجودی والوں کا مذہب ہے، غرض کہ خطائے کشفی خطائے اجتہادی کا حکم رکھتی ہے اور خطاء اجتہادی پر ملامت اور عتاب نہیں ہوتا، بلکہ ثواب کے درجوں میں ہی ایک درجہ اس کے حق میں ثابت ہے۔ البتہ اس قدر فرق ہے کہ مجتہد کے مقلد مجتہد کا حکم رکھتے ہیں اور خطا کرنے پر بھی ثواب کا ایک درجہ پا لیتے ہیں۔ اہل کشف کی حالت اس کے خلاف ہے کہ وہ بحالتِ خطا درجہ ثواب سے محروم ہیں کیونکہ الہام اور کشف غیر پر حجت نہیں ہے اور مجتہد کا قول غیر پر حجت ہے۔ میں نے وحدتِ وجود کو جو قبول کیا تھا وہ کشف سے تھا، از روئے تقلید نہ تھا۔ اب انکار ہے تو الہام کے سبب سے ہے۔ الہام میں انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ اگرچہ غیر پر الہام بھی حجت نہیں ہے ؛

صحبتِ نبی۔ صحبتِ اصحاب۔ صحبتِ اولیاء

۲۳۲۔ بنام مرزا حسام الدین احمد۔

علوم معارف ہر مقام کے جدا جدا ہیں اور احوال و مواجید بھی جدا ہیں۔ کسی مقام میں ذکر و توجہ مناسب ہے اور کسی مقام میں تلاوت و نماز مناسب ہے۔ کوئی مقام جذبہ سے مخصوص ہے اور کوئی مقام سلوک کے مناسب ہے۔ کسی مقام میں دونوں دولتیں مخلوط ہیں۔ کوئی مقام ایسا ہے جو جذبہ اور سلوک دونوں جہتوں سے الگ ہے۔ یعنی نہ جذبہ کو اس سے علاقہ ہے اور نہ سلوک کو اس سے تعلق ہے۔ یہ مقام نہایت عجیب ہے۔ آنحضرت صلعم کے اصحابؓ اس مقام کے ساتھ ممتاز تھے۔ اور اس دولت عظمیٰ سے مشرف تھے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ نایاب نسبت پہلے ہی قدم پر صحابہ کرام کو ظاہر ہوتی تھی اور آہستہ آہستہ درجہ کمال تک پہونچ جاتی تھی دوسروں کو اگر اس دولت سے مشرف کرنا چاہتے ہیں اور اصحابؓ کرام کی نسبت کے قدم بقدم تربیت دینا چاہتے ہیں تو جذبہ اور سلوک کی منزلوں کو قطع کرنے اور ان کے علوم اور معارف کو طے کرنے کے بعد اس دولت عظمیٰ سے سرفراز فرماتے ہیں۔ ابتدا میں اس نسبت کا ظہور

سیدالبشر صلعم کی صحبت کی برکت سے مخصوص تھا، لیکن ممکن ہے کہ آنحضرت صلعم کے تابعداروں میں سے بھی کسی کو یہ برکت عطا کریں کہ اس کی صحبت کے بابت اہی میں اسی بلند نسبت کا ظہور ہو جائے۔

علماء، مشائخ دنیادار

۳۳۔ بنام ملا حاجی محمدؐ لاہوری :-

دنیا کی محبت اور رغبت علماء کے چہرے کا بدنما داغ ہے۔ پتھر اور بانس میں جو آگ پوشیدہ رہتی ہے، اس سے جہان کو فائدے پہنچتے ہیں، لیکن پتھر اور بانس کو اپنی آگ سے کچھ نفع حاصل نہیں ہوتا۔ تعلیم دینا اور فتاوے لکھنے اسی حالت میں سودمند ہیں جب وہ خالص اللہ کے لئے ہیں، یعنی ایسا کرنے والے زاہد ہوں، دنیاو مافیہا سے بے رغبت ہوں۔ دنیائے دنی کی محبت میں جو عالم گرفتار ہیں وہ دنیا کے چور ہیں۔ اس وقت جو فتور رواج مذہب و دین میں واقع ہیں یا جو سستی اور غفلت امور شرعی میں ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ سب ان بڑے علما کی کم بختی اور ان کی نیتوں کی خرابی سے ہے۔ ہاں وہ علماء جو دنیا سے رغبت نہیں رکھتے اور جاہ، ریاست، مال اور بلندی کی محبت سے آزاد ہیں البتہ علمائے آخرت سے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔

نوم العلماء عبادۃ ۔ علماء کا سونا بھی عبادت ہے

انھیں کے حق میں ثابت ہے۔

بعض مشائخ نے جو نیک نیتی سے اہل دنیا کی صورت اختیار کی ہے، وہ ایسے بہادر لوگ ہیں جن کو تجارت یا خرید فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

رجال لا تلہیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ

ایسے لوگ ہیں جنہیں تجارت و خرید و فروخت ذکر الٰہی سے نہیں روکتی۔

حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا ہے کہ "میں نے منیٰ کے بازار میں ایک تاجر کو دیکھا کہ تقریباً پچاس ہزار دینار کی خرید و فروخت کر رہا تھا، ایک لحظہ کے لیے بھی اس کا دل یاد الٰہی سے غافل نہ تھا۔"

جواہر خمسہ

۴۳۔ بنام ملا حاجی محمد لاہوری:۔

جواہر خمسہ، جو اہل فلسفہ نے ثابت کئے ہیں، عالم خلق سے ہیں۔ نفس و عقل کو جو یہ مجردات سے جانتے ہیں، یہ ان کی نادانی ہے۔ نفس ناطقہ یہی نفس امارہ ہے اور محتاج تزکیہ ہے۔ بالذات اس کی ہمت کمینہ پن اور پستی کی طرف ہے۔ عالم امر سے بھلا اسے کیا نسبت ہے اور تجرد کو اس سے کیا مناسبت ہے؟ جواہر محسوسات کے ساتھ تعلق ہی نہیں رکھتا اور مشاہدات میں اس کی شبہ اور مثال پیدا ہی نہیں ہے، وہ عقل کے ادراک میں نہیں آتا۔ عالم امر کی نسبت بیچونی کی طرف ہے اور اس کی توجہ بے چگونگی کی جانب ہے۔ عالم امر کی ابتداء مرتبہ قلب سے ہے۔ قلب کے اوپر روح ہے، اور روح کے اوپر سر اور سر کے اوپر خفی، اور خفی کے اوپر اخفیٰ ہے۔ ان پنجگانہ عالم امر کو جواہر خمسہ کہیں تو بجا ہے۔ کوتاہ نظری سے چند ٹھیکروں کو جمع کرکے فلسفیوں نے ان کا نام جواہر رکھا ہے۔ عالم امر کے جواہر خمسہ کا ادراک کرنا اور ان کی حقیقتوں پر مطلع ہونا آنحضرت محمد صلعم کے کامل تابعداروں کا حصہ ہے۔ جب عالم صغیر یعنی انسان میں عالم کبیر کا نمونہ ہے، تو عالم کبیر میں بھی ان جواہر خمسہ کے اصول ثابت ہوئے۔ انسان کے دل کی طرح عرش مجید عالم کبیر کا مبداء ہے، اور اسی مناسبت سے قلب کو بھی عرش اللہ تعالے کہتے ہیں۔ جواہر پنجگانہ کے باقی مراتب عرش کے اوپر ہیں۔ عرش عالم، عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے، اور اسی طرح قلب انسان، جو عالم صغیر میں ہے، عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے۔ قلب اور عرش اگرچہ بظاہر عالم خلق میں ہیں، لیکن فی الحقیقت عالم امر سے ہیں۔ ان جواہر خمسہ کی حقیقتوں پر مطلع ہونا اولیاء اللہ میں سے ان کامل افراد کے لئے مسلم ہے، جو مراتب سلوک کو مفصل طور پر طے کرکے نہایت النہایت تک پہونچ گئے ہیں۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

یہ اللہ تعالے کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور بڑا فضل والا ہے

نفس امارہ ۔ بہشت ۔ دوزخ

۳۵۔ بنام میاں حاجی محمد لاہوری:۔

نفس امارہ کا تزکیہ اور پاک کرنا، سیر وسلوک کا مقصود ہے، تاکہ جھوٹے خداؤں کی عبادت سے جو نفسانی خواہشوں کے وجہ سے پیدا ہوتی ہیں، نجات حاصل ہو۔

بہشت کو اس لئے چاہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا مقام ہے، اور دوزخ سے اس لئے پناہ مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا مقام ہے۔

مقام رضا

۳۶۔ بنام ملا حاجی لاہوری:۔

شریعت کے تین اجزا ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص۔ جب تک یہ تینوں اجزا متحقق نہ ہوں، شریعت متحقق نہیں ہوتی۔ دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کی ضامن شریعت ہی ہے۔ اور کوئی مطلب باقی نہیں رہتا جن کے حاصل کرنے کے لئے شریعت کے سوا کسی اور چیز کی طرف جانا پڑے۔ طریقت اور حقیقت جن سے صوفیا ممتاز ہیں شریعت کے جزو سوم یعنی اخلاص کے کامل کرنے میں خادم شریعت ہیں۔ طریقت اور حقیقت کی تکمیل سے تکمیل شریعت مقصود ہے، اس کے سوا کوئی اور امر مقصود نہیں ہے۔ احوال مواجید اور علوم معارف جو صوفیوں کو اثنائے راہ میں حاصل ہوتے ہیں، مقصود اصلی نہیں ہیں۔ بلکہ وہم وخیالات ہیں، جن سے طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے۔ ان سب سے گزر کر مقام رضا تک پہونچنا چاہیئے، جو مقام جذبہ وسلوک کا نہایت ہے۔ ہاں اخلاص ہونا اور مرتبہ رضا تک پہونچنا ان احوالِ مواجید کے طے کرنے اور ان علوم ومعارف کے ثابت ہونے پر وابستہ اور منحصر ہے۔ اس مطلب کی حقیقت حضرت حبیب اللہ صلعم کے طفیل سے مجھ فقیر پر اس راستہ میں پورے دس سال کے بعد واضح اور ظاہر ہوئی ہے اور شریعت کا معشوق کما حقہ جلوہ گر ہوا ہے۔

طریقہ نقشبندیہ ۔ نماز

۳۷۔ بنام شیخ محمد چتری:۔

اس طریقہ علیہ نقشبندیہ کا طریقہ سرخ گندھک یعنی اکسیر ہے، جو اتباع سنت محمدی

پر منحصر ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ خواجگانِ قدس سرہم کی نسبت سے باطن کو معمور رکھیں۔ اور ظاہر کو نبی صلعم کی تابعداری سے آراستہ و پیراستہ بنائیں، نماز پنجگانہ اول وقت ادا کیا کریں، مگر نماز عشاء کا رات کے تیسرے حصہ تک ادا کرنا مستحب ہے +

بیچون و بے چگون

۳۸۔ بنام شیخ محمد خیری:۔

حق تعالےٰ کی ذات بحت کے سوا جو کچھ ہے اس کی تعبیر غیر سے کی گئی ہے، اگرچہ وہ اسماء و صفات ہوں۔ متکلمین نے جو لاہو ولا غیرہ، کہا ہے، اس کے مطلب کچھ اور ہیں، غیر سے ان کی مراد غیر اصطلاحی ہے، انھیں معنوں میں انہوں نے نفی کی ہے، معنیٔ مطلق سے نفی نہیں کی ہے۔ نفی خاص نفی کو مستلزم نہیں ہے، حق تعالیٰ کی ذات بحت سے سلب یعنی نفی کے سوا اور کچھ تعبیر نہیں کی جا سکتی۔ اس مرتبہ میں اثبات الحاد ہے۔ بہترین تعبیر اور عبارت جامع لیس کمثلہ شیٔ، ہے جس کا ترجمہ فارسی بیچون و بے چگون ہے۔ علوم شہود اور معرفت کو اس کی طرف راہ نہیں ہے انہیں گرفتار ہونا غیر کے ساتھ گرفتار ہونا ہے۔ کلمہ لا الہ، کے نیچے لا کر ان سب کی نفی کرنا چاہیئے، اور کلمہ الا اللہ کے ساتھ اس ذات بیچون و بے چگون کا اثبات کرنا چاہیئے۔ اثبات اول میں یہ بات بطور تقلید ہے اور اخیر میں بطور تحقیق ہے۔ بعض سالکوں نے غایۃ مطلب تک نہ پہونچنے سے چون کو بے چون تصور کیا ہے اور شہود و معرفت کو اس کی طرف دخل دیا ہے۔ اہل تقلید ان سے بہتر ہیں کیونکہ ان کی تقلید نور نبوت کے چراغ سے حاصل کی گئی ہے، جس کی طرف سہو اور خطا کو راہ نہیں ہے، اور ناقصین کا مقتدا کشفِ غلط و غیر صحیح ہے۔ جس کسی کی فنا زیادہ کامل ہوگی اس کی معرفت بھی زیادہ کامل ہوگی +

احوال بدن

۳۹۔ بنام شیخ محمد خیری:۔

جس طرح بغیر بدن کے روح کا قیام اس جہان میں غیر ممکن ہے، اسی طرح دل کے احوالِ بدنی اعمالِ نیکو کے بغیر محال ہیں +

شریعت و حقیقت

۴۰۔ بنام شیخ محمد خیری :۔

اکثر لوگ شریعت کو پوست اور حقیقت کو مغز خیال کرتے ہیں۔ لیکن اصل معاملہ نہیں جانتے، اور بعض صوفیوں کی بے ہودہ باتوں پہ مغرور اور احوال و مقامات پر فریفتہ ہیں۔

مقام صدیقیت۔ جہاد اکبر۔ مقام محبوبیت

۴۱۔ بنام شیخ درویش :۔

زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور دل سے جھوٹ کا خطرہ دور کرنا طریقت اور حقیقت ہے۔ طریقت اور حقیقت کے راستہ پر چلنے والوں سے اثنائے راہ میں ایسے امور سرزد ہوں جو بظاہر مخالف شریعت ہوں تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ سکرِ وقت اور غلبہ حال پر مبنی ہیں۔ علما کی نظر صوفیوں کی نظر سے بلند ہے۔ صوفیوں کے نزدیک جو ذات ہے، وہ علما کے نزدیک ماسوا میں داخل ہے۔ قرب و معیت ذاتی کو اسی پر قیاس کرنا چاہیئے۔ باطنی معارف اور ظاہری شریعت میں کامل طور پر واقفیت ہونا مقام صدیقیت میں ہے، جو تمام مقامات ولایت سے بالا ہے، مقام صدیقیت سے بالاتر مقام نبوت ہے۔ نبی صلعم تک جو علوم وحی کے ذریعہ سے پہونچتے تھے، وہ حضرت صدیقؓ کو الہام کے طور پر منکشف ہوئے۔ ان دونوں علموں کے درمیان صرف وحی اور الہام کا فرق ہے۔ مقام صدیقیت کے سوا جتنے مقام ہیں سب میں ایک قسم کا سکر متحقق ہے صحو تام صرف مقام صدیقیت میں ہے۔ ان دونوں علموں میں ایک فرق یہ بھی ہے، کہ وحی قطعی ہے اور الہام ظنی ہے۔

سرور کائنات صلعم نے ایک مرتبہ جہاد سے واپس آکر فرمایا۔

رجعنا من جهاد الاصغر الی جهاد الاكبر

جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع ہوئے

یعنی نفس کے جہاد کو آنحضرت نے جہاد اکبر فرمایا۔

جس چیز میں محبوب کے اخلاق وخصائل پائے جاتے ہیں وہ چیز بھی تبعیت محبوب کی وجہ سے محبوب ہو جاتی ہے۔ اسی رمز کا بیان آیۂ کریمہ۔

فاتبعونی یحببکم اللہ - میری اتباع کرو کہ اللہ تم سے محبت کرے

میں ہے۔ آنحضرت محمد صلعم کی تابعداری میں کوشش کرنا مقام محبوبیت تک پہونچا دیتا ہے۔

اتباعِ سنت نبوی

۴۲۔ بنام شیخ درویش :-

دل کی جو حقیقت جامع ہے، اس سے اللہ کے ماسوی کا زنگار دور کرنا چاہیئے اس زنگار کے دور کرنے کے لئے بہترین شئے حضرت مصطفےٰ صلعم کی بزرگ اور روشن سُنت کا اتباع ہے +

منصور حلاجؒ ۔ بایزید بسطامیؒ ۔ توحید وجودی

۴۳۔ بنام شیخ فرید :-

بعض مشایخ کے اقوال بظاہر شریعت حقہ کے مخالف نظر آتے ہیں اور بعض لوگ انھیں توحید وجودی پر محمول کرتے ہیں۔ جیسے منصور حلاجؒ کا "انا الحق" کہنا اور بایزید بسطامیؒ کا "سُبحانی ما اعظم شانی" کہنا وغیرہ وغیرہ۔ بہتر اور مناسب یہ ہے کہ یہ اقوال توحید وجودی پر محمول کیئے جائیں اور مخالفت دور کی جائے۔ جب حق تعالی کا ماسوی ان کی نظروں سے مخفی ہو گیا، تو غلبۂ حال کے وقت اس قسم کے الفاظ ان کے منہ سے نکلے اور انھوں نے حق کے سوا غیر کو ثابت نہ کیا" انا الحق" کے معنی یہ بھی ہیں، کہ حق ہے اور میں نہیں ہوں۔ اس کا کہنے والا اپنے آپ کو نہیں دیکھتا تو اپنا اثبات نہیں کرتا یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور اس کو حق کہتا ہے۔ ایسا کہنا کفر ہے۔

طریقت عین شریعت اور شریعت عین طریقت ہے۔ بال برابر بھی ان میں فرق نہیں ہے۔ فرق صرف اجمال وتفصیل اور استدلال وکشف کا ہے، شریعت کا جو مخالف ہے وہ مردود ہے۔

ہمارے قبلہ گاہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کچھ دنوں تک توحید وجودی والوں کا مشرب رکھتے تھے اور اپنے رسالوں اور خطوں میں ایسا ہی ظاہر کرتے تھے، لیکن آخر کار حق تعالیٰ نے اپنے کمال عنایت سے انھیں ترقی عطا کر کے شاہراہ پر ڈال دیا اور اس معرفت کی راہ تنگ سے خلاصی بخشی ٭

درجۂ محبوبیت

۴۴۔ بنام شیخ فرید :۔

آنحضرت محمد صلعم اللہ کے رسول اور بنی آدم کے سردار ہیں اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک تمام اولین و آخرین سے بزرگ تر ہیں۔ ایسے رسول کی تصدیق کرنے والے تمام امتوں سے بہتر ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و سلام کے دین کی تصدیق کرنیکے بعد تھوڑا سا عمل بھی عمل کثیر کے برابر ہے۔ آنحضرت صلعم اللہ تعالےٰ کے محبوب ہیں تو آپ کے تابعین بھی آپ کی تبعیت کے باعث درجہ محبوبیت تک پہونچ جاتے ہیں ٭

موت، ماہ رمضان

۴۵۔ بنام شیخ فرید الدین :۔

اس پیکری عنصر سے جدا ہونے اور ظلمانی صورت سے الگ ہونے کے بعد قرب درقرب اور اتصال در اتصال ہے۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب

موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے

انہی معنوں کا بیان ہے۔ انسان تمام مخلوقات سے بہتر اور افضل ہے اور سب سے بدتر بھی ہے۔ ماہ رمضان کا بڑا متبرک ہے۔ عبادت نفلی از قسم صدقہ نماز وغیرہ جو اس مہینہ میں ادا ہو دوسرے دنوں کے فرض کے برابر ہے۔

عقائد اسلام بدیہی ہیں

۴۶۔ بنام شیخ فرید :۔

حق تعالےٰ کا وجود اور اس کی وحدت اور اسی طرح آنحضرت محمد صلعم کی نبوت بلکہ جو کچھ وہ اللہ کی طرف سے لائے، یہ سب بدیہیات سے ہیں اور فکر و دلیل کی احتیاج

نہیں ہے، بشرطیکہ ردی آفتوں اور باطنی مرضوں سے قوت مدرکہ صحیح اور سلامت ہو۔ نفس امارہ بالذات منکرِ احکام شرعیہ ہے۔ سیر، سلوک، تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے مقصود ہوتا ہے۔ باطنی آفتوں اور دلی امراض کا جن کی نسبت۔

فی قلوبھم مرض　　—　　اون کے دلوں میں بیماری ہے

میں اشارہ ہے دور کرنا ہے۔

بڑے علما اور مشائخ

۴۷۔ بنام شیخ فرید:۔

بادشاہ کی نسبت بدن کے ساتھ ایسی ہی ہے، جیسی کہ دل کی نسبت بدن کے ساتھ ہے۔ دل اچھا ہے تو بدن اچھا ہے۔ دل بگڑا تو بدن بھی بگڑا۔ بہتّر مذہب والے جو گمراہ ہیں ان کے مقتدا اور امام بُرے علماء ہیں۔ علما کے سوا بہت کم لوگ ایسے گمراہ ہیں جن کی گمراہیوں کا اثر دوسروں تک پہونچا۔ اکثر جاہل اس زمانہ میں صوفیوں کا لباس پہن کر علمائے بد کی طرح باعث فساد متعدی ہیں۔

عالم صوفی سے بہتر ہے

۴۸۔ بنام شیخ فرید بخاری:۔

کل قیامت کے روز شریعت کے متعلق سوالات ہوں گے، تصوف کی بابت کچھ نہ پوچھا جائے گا۔ جنت میں جانا اور دوزخ میں نہ جانا احکام شریعت بجالانے پر موقوف ہے۔ وہ صوفی جو فنا، بقا اور سیر عن اللہ فی اللہ کے بعد عالم کی طرف رجوع کرے اور دعوتِ خلق میں مشغول ہو مقام نبوت سے حصہ رکھتا ہے اور احکامِ شریعت پہونچانے والوں میں داخل ہے اور علمائے شریعت کے درجہ میں ہے۔

دنیا سے دوری

۵۰۔ بنام شیخ فرید:۔

دنیا بظاہر شیریں اور تروتازہ ہے، لیکن حقیقت میں زہر قاتل ہے اور جھوٹے اسباب کے ساتھ بیہودہ ترقی رہی ہے۔ اس کا شیدا اور عاشق مجنون ہے۔

فقر۔ بدعات۔ کلمہ توحید

۵۲۔ بنام شیخ فرید:۔

فقر پر آنحضرت محمد صلعم کو فخر تھا۔ کیونکہ فقر میں نفس عاجز اور نامراد رہتا ہے۔ نفسانی خواہشوں کے دور کرنے میں کسی ایک حکم شرعی کا بجالانا ان ہزار سالہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے بدرجہا بہتر ہے جو اپنی رائے سے کئے جائیں، بلکہ ایسے ریاضیات و مجاہدات جو شریعت غرا کے موافق نہ ہوں، نفسانی خواہشوں کو مدد اور قوت دیتے ہیں۔ برہمنوں اور جوگیوں نے ریاضیات اور مجاہدات میں کمی نہیں کی، لیکن بے سود، نفس کی تقویت اور تربیت کے سوا انھیں کچھ حاصل نہ ہوا۔ زکوٰۃ کے طور پر، جس کا شریعت نے حکم دیا ہے، ایک دام خرچ کرنا، درستی نفس کے لئے ہزار دیناروں کے خرچ کرنے سے بہتر اور مفید تر ہے، جو بطور خود خرچ کئے جائیں۔ باتباع حکم شریعت عید فطر کے دن کھانا کھانا بطور خود کئی سال روزہ رکھنے سے بہتر ہے۔ تمام رات نماز نفل میں قیام کرنے سے نماز صبح کی دو رکعتوں کا بجماعت ادا کرنا بہتر ہے۔

کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ جو معبودان انفسی و آفاقی کی نفی کے لئے وضع کیا گیا ہو، تزکیہ و تصفیہ نفس کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ جب نفس سرکشی کرے اور اپنے عہد توڑے، تو اس کلمہ کی تکرار سے ایمان کو تازہ کرنا چاہیئے۔ حدیث میں آیا ہے کہ "اگر آسمان و زمین کو ایک پلہ پر رکھیں اور اس کلمہ کو دوسرے پلہ پر رکھیں، تو کلمہ والا پلہ بھاری ہوگا۔

انتخاب علماء

۵۳۔ بنام شیخ فرید:۔

سنتے ہیں کہ بادشاہ اسلام نے حکم دیا ہے کہ آپ چار دین دار علماء تلاش کریں کہ مسائل شرعیہ بیان کرنے کے لئے مقرر کئے جائیں۔ ایسے علماء دیندار بہت کم ہیں جو جاہ و ریاست کی محبت سے خالی ہوں۔ جس طرح مخلوقات کی خلاصی علماء کے وجود سے وابستہ ہے۔ اسی طرح جہان کا خسارہ بھی ان پر منحصر ہے۔ امید ہے کہ آپ انتخاب علماء میں فکر صحیح اور غور کامل سے کام لیں گے۔

اصحاب رسول۔ یزید

۵۴۔ بنام شیخ فرید :۔

آپ سمجھتے ہیں کہ بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت سے بڑھ کر ہے۔ بدعتی فرقوں میں اُس گروہ کے لوگ بدتر ہیں جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و السلام کے اصحاب سے بغض رکھتے ہیں۔ قرآن اور شریعت کی تبلیغ اصحاب رضی اللہ عنہم نے کی ہے۔ ان پر طعن کرنا قرآن اور شریعت پر طعن کرنا ہے۔ قرآن کو حضرت عثمان رضی اللہ نے جمع کیا۔ اگر حضرت عثمان مطعون ہیں تو قرآن بھی مطعون ہے۔ مخالفت اور جھگڑے جو اصحابؓ کرام میں واقع ہوئے، وہ نفسانی خواہش پر محمول نہ تھے، کیونکہ خیر البشر صلعم کی صحبت میں ان کے نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا۔ اتنا جانتا ہوں کہ حضرت امیر لڑائی میں حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر تھے، لیکن اُن کی خطا اجتہادی تھی، فسق تک نہیں پہونچاتی تھی۔ کم بخت یزید اصحاب رسول سے نہیں ہے۔ اس کی بدبختی میں کسے کلام ہے؟ اہل سُنت وجماعت کے بعض علما نے اس پر لعنت بھیجنے میں جو توقف کیا ہے، تو یہ توقف اس لئے نہیں ہے کہ وہ اس سے راضی ہیں، بلکہ اس لئے کہ اس کے رجوع اور توبہ کا احتمال ہے +

شریعت اور طریقت

۵۷۔ بنام شیخ محمد یوسف :۔

آپ اپنے ظاہر کو شریعت ظاہر سے اور باطن کو شریعت باطن یعنی حقیقت سے آراستہ اور پیراستہ رکھئے، کیونکہ حقیقت اور طریقت دونوں سے شریعت ہی کی حقیقت مراد ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ شریعت اور ہے اور طریقت وحقیقت کچھ اور شئے ہے۔ یہ خیال الحاد اور زندقہ ہے +

لطائف سبعہ۔ طریقہ نقشبندیہ۔ حضرت معاویہ

۵۸۔ بنام سید محمود :۔

اس راہ کے طے کرنے میں، جس کے ہم در پے ہیں، لطائف کے موافق سات قدم ہیں۔ دو قدم عالم خلق میں ہیں اور ان کا تعلق قلب اور نفس کے ساتھ ہے، اور یہ پانچ

قدم عالم امر میں ہیں اور یہ قلب، روح، سر، خفی، اور اخفیٰ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم میں دس ہزار پردے ہیں، وہ پردے نورانی ہوں یا ظلمانی ہوں۔

"ان للہ سبعین الف حجاب من نور وظلمۃ"

(اللہ کے لئے ستر ہزار پردے نور اور ظلمت کے ہیں)

ان ساتوں قدموں میں سے ہر قدم پر انسان اپنے آپ سے دور ہوتا جاتا ہے اور حق تعالیٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے اور پھر فنا اور بقا سے مشرف ہو کر بالآخر ولایت خاصہ کے درجہ تک پہونچتا ہے۔

طریقۂ علیہ نقشبندیہ کے مشایخ قدس سرہم نے، برخلاف دوسرے سلسلوں کے مشایخ کے، سیر کی ابتدا عالم امر سے اختیار کی ہے، اور عالم خلق کی سیر وہ اسی ضمن میں طے کر لیتے ہیں۔ اسی لئے طریقۂ نقشبندیہ تمام طریقوں سے اقرب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت اس کی ابتدا میں مندرج ہے۔ مشایخ نقشبندیہ کا طریقہ بعینہٖ اصحاب کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا طریقہ ہے۔ اصحاب کبارؓ کو آنحضرت محمد صلعم کی پہلی ہی صحبت میں اندراج انتہا در ابتدا کے طریق پر وہ درجہ حاصل ہو جاتا تھا، جو امت کے کامل اولیا کو انتہا میں بھی حاصل ہونا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حمزہ علیہ الرحمۃ کا قاتل وحشی جو ایک ہی دفعہ حضرت خیر البشر صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، خواجہ اویس قرنی سے (جو سب تابعین سے بہتر ہیں) کئی درجہ افضل ہے۔ عبد اللہ بن مبارکؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ معاویہؓ افضل ہیں یا عمر بن عبد العزیز؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ گرد و غبار جو رسول اللہ صلعم کے ساتھ معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں پڑا، عمر بن عبد العزیز سے بدرجہا بہتر ہے۔

علم فقہ۔ علم کلام۔ حضرت صدیق۔ صوفیاء

۵۹۔ بنام سید محمود:۔

علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ علم ہے، جس کا مقصود عمل ہے۔ اسکا متکفل علم فقہ

ہے۔ دوسرا علم وہ ہے، جس کا مقصود اعتقاد و یقین دل ہے۔ اس کی تفصیل علم کلام میں مذکور ہے۔ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کا قیاس صحیح اور موافق عقیدہ ہے۔ کشف صحیح اور الہام صریح سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے۔ اس میں کچھ خلاف نہیں ہے۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اس پر متفق ہیں کہ ان میں افضل حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں امام شافعیؒ حالات اصحاب ؓ سے بخوبی واقف تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کے بعد لوگ بہت بیقرار ہوئے لیکن انھیں کوئی شخص حضرت ابو بکر صدیق سے بہتر آسمان کے سایہ کے نیچے نہ ملا تو انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کو اپنا والی بنایا۔ اس سے صریح ظاہر ہے کہ تمام صحابہ رسول صلعم حضرت صدیقؓ کے افضل ہونے پر متفق تھے۔ اہل بیت رسول اللہ صلعم کی مثال کشتی نوحؑ کی سی ہے، جو اس پر سوار ہوا بچا اور جو پیچھے ہٹا ہلاک ہوا۔ بعض عارفوں کا قول ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اصحاب کو ستاروں کے مانند فرمایا۔

"وبالنجم ھم یھتدون"

اور اہل بیت کو کشتی نوحؑ سے تشبیہ دی۔ اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ کشتی کے سواروں کو ستاروں کا مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

طریق صوفیہ سے علم و عمل میں یہ نفع حاصل ہوتا ہے کہ علوم کلامیہ استدلالیہ کشفی ہوجاتے ہیں اور اعمال کے بجالانے میں بڑی آسانی ہوجاتی ہے اور وہ سستی جو شیطان اور نفس کی طرف سے واقع ہوتی ہے دور ہوجاتی ہے۔

یادِ خدا

۶۰۔ بنام سید محمود:۔

حق تعالیٰ ہمیشہ کے لئے اپنی جناب پاک کی گرفتاری سے مشرف فرمائے کہ اس گرفتاری میں اصلی خلاصی اور حقیقی نجات ہے

شیخ ناقص

۶۱۔ بنام سید محمود:۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ "اللہ دینے کا ارادہ نہ کرتا تو طلب اور ورد نہ دیتا۔

طالب کے حق میں اُس شیخ ناقص کی طرف رجوع کرنا سب سے بڑھ کر فتور ہے، جس نے ابھی جذبہ اور سلوک کے کام کو پورا نہ کیا اور مسندِ شیخی پر بیٹھ گیا +

جذبہ۔ سلوک

۶۲۔ بنام مرزا حسام الدین احمد:۔

وصول الی اللہ کے طریق کے دو اجزا ہیں۔ جذبہ اور سلوک، یا دوسرے لفظوں میں تصفیہ اور تزکیہ۔ وہ جذبہ جو سلوک سے مقدم ہو مقصود اصلی نہیں ہے، اور نہ وہ تصفیہ جو تزکیہ سے پہلے ہے اصل مطلوب ہے۔ صورت سے گزر کر حقیقت تک پہونچنا نہایت ضروری ہے اور حقیقت کو چھوڑ کر صورت پر کفایت کرنا سراسر دوری ہے +

لذتِ جسمانی۔ لذتِ روحانی

۶۴۔ بنام شیخ فرید:۔

دنیا کی لذت والم کی دو قسمیں ہیں۔ جسمانی اور روحانی۔ جس شئے میں جسم کی لذت ہے اس میں روح کے لئے رنج ہے۔ اور جس شئے سے جسم کو رنج پہونچتا ہے اس میں روح کی لذت ہے۔ یہ روح کی بیماری ہے کہ انسان اپنے رنج کو لذت اور لذت کو رنج معلوم کرتا ہے +

حالتِ اسلام در عہد اکبر و جہانگیر

۶۵۔ بنام خان اعظم:۔

اسلام کی غربت اب اس حد تک پہونچی کہ کفار کھلم کھلا اسلام پر طعن کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں۔ اس نازک وقت میں ہم آپ کے وجود مبارک کو غنیمت جانتے ہیں۔ قولی جہاد جو آپ اس وقت کر سکتے ہیں یہ جہاد اکبر ہے۔ پہلی سلطنت میں دین مصطفےٰ صلعم کیساتھ دشمنی مفہوم ہوتی تھی۔ اب اس سلطنت میں بظاہر وعناد نہیں ہے۔

تواضع۔ استغنا

۶۸۔ بنام خان خانان:۔

دولت مندوں سے تواضع اور فقرا سے استغنا بہتر ہے۔ آنحضرت صلعم کے

امت کے پرہیزگار لوگ تکلف نہیں کرتے، لیکن متکبروں کے ساتھ تکبر کرنا صدقہ جانتے ہیں +

آداب فقرا

۶۹۔ بنام خان خانان :-

آپ نے فقرا کے آداب مدنظر رکھے اور تواضع سے گفتگو کی تو لفحواے -

من تواضع باللہ رفعہ اللہ

امید ہے کہ یہ تواضع دینی اور دنیاوی بلندی اور عزت کا موجب ہوگی، بلکہ ہوگئی ہے۔ آپ کو مبارک اور بشارت ہو۔ افعال، احوال، اصول و فروع میں اہل سنت وجماعت کی متابعت طریق نجات ہے +

انسان بدتر اور بہتر بھی

۷۰۔ بنام خانخانان :-

انسان کی جامعیت انسان کے لئے جس طرح قرب کرامت اور فضیلت کی موجب ہے، اسی طرح اس کے بعد ذلت اور خواری کی بھی موجب ہے -

حدیث قدسی ہے -

"لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ"

میں نہ زمین میں سما سکتا ہوں اور نہ آسمان میں لیکن بندۂ مومن کے دل میں سماتا ہوں

تمام مخلوقات میں انسان بہتر بھی ہے اور بدتر بھی ہے۔ آنحضرت محمد رسول اللہ صلعم بھی انسان تھے اور ابوجہل لعین بھی انسان تھا +

احکام انبیاء

۷۱۔ بنام وارث :-

ہندو برہمنوں اور یونانی فلسفوں نے ریاضات اور مجاہدات میں کمی نہ کی لیکن وہ سب انبیا علیہم السلام کے احکام کے موافق نہ تھے، اس لئے خدا سے دور رہے +

اتباع احکام شریعت

۷۲۔ بنام خواجہ جہان :۔

امور دنیا میں شریعت روشن کے احکام کے موافق چلنا چاہیئے، کھانے، پینے، رہنے سہنے میں شرعی حدود کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ بڑھنے والے مال اور چرنے والے چارپایوں میں زکوٰۃ مفروضہ ادا کرنا چاہیئے۔ صرف ایمان ظاہری آخرت میں فائدہ مند نہ ہوگا +

دنیا۔ جوانی۔ احکام۔ زکوٰۃ

۷۳۔ بنام قلیج اللہ بن قلیج خاں :۔

دنیا مقام آزمائش و امتحان ہے، بہ ظاہر یہ شیریں اور تر و تازہ ہے، لیکن، فی الحقیقت عطر میں بسا ہوا مردار، مکھیوں اور کیڑوں سے بھرا ہوا کوڑا، پانی کی طرح نظر آنے والا سراب اور شکر نما زہر ہے۔ اس کا فریفتہ دیوانہ ہے اور جادو کا مارا ہوا ہے۔ سرورِ کائنات صلعم نے فرمایا ہے۔

"الدنیا والاخرۃ الاخرتان ان رضیت احدٰھما سخت الاخریٰ"

دنیا اور آخرت باہم سوکنیں ہیں اگر ایک راضی تو دوسری ناراض ہوگی

جو شئے تجھے حق تعالیٰ کی طرف سے ہٹائے وہی دنیا ہے۔ وہ مباح اباحت سے خارج ہو جاتا ہے۔ جس کے اختیار کرنے سے امور واجب فوت ہو جائیں۔ کھانے سے مقصود طاعت کے ادا کرنے کی قوت ہے۔ پوشاک سے ستر عورت چھپانا اور سردی اور گرمی کا دور کرنا ہے۔ کام کا وقت جوانی کا زمانہ ہے۔ آج کا کام کل پر ٹالنا نہ چاہیئے۔ فن سپہ گری میں دشمنوں کے غلبہ کے وقت کارگزار سپاہیوں کا تھوڑا سا تردد اس قدر نمایاں اور معتبر ہوتا ہے کہ حالت امن کا بہت سا تردد بھی اس کی برابری نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ کے احکام جو بجا نہیں لاتا، وہ یا تو شرعی احکام کو جھوٹ جانتا ہے اور اس پر یقین نہیں کرتا، یا عظمت و شان خدائے تعالیٰ کو دنیا داروں کی شان و عظمت سے حقیر تر جانتا ہے۔ صرف اسلام ظاہری نجات نہیں بخشتا۔ یقین بھی حاصل کرنا چاہیئے۔

زکوٰۃِ مال ادا کرنا بھی ارکان اسلام سے ہے۔ مال میں جس قدر فقرا کا حق ہے اُسے ہر سال حساب کرکے جدا کرلینا چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ لوگ تمام سال فقرا اور مستحقین پر خرچ کرتے رہتے ہیں، لیکن نیت ادائے زکوٰۃ کے نہ ہونے سے یہ کسی حساب میں نہیں آتا۔ بندوں کے حقوق کے ادا کرنے میں بڑی کوشش کرنا چاہیئے کہ کسی کا حق باقی نہ رہ جائے۔ احکام شرعی کو علمائے آخرت سے پوچھنا چاہیئے اور علمائے دنیا سے جنہوں علم کو مال و جاہ کا وسیلہ بنایا ہے دور رہنا چاہیئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔

"ان اشد الناس عذاباً عالم لم ینفعہم اللہ لعلمہ"

(سب سے بڑھ کر مستحق عذاب وہ عالم ہے جسے اپنے علم سے کچھ نفع نہیں ہوا)

صحت عقیدہ

۷۵۔ بنام مرزا بدیع الزماں:۔

اول عقیدہ درست کرنا چاہیئے پھر حلال و حرام، فرض و واجب، سنت و مستحب اور مباح و مشتبہ کے متعلق معلومات بہم پہونچانا چاہیئے۔ علم کے مطابق عمل کرنا چاہیئے اس کے بعد ازلی سعادت مدد کریگی تو عالم قدس کی طرف پرواز حاصل ہوجائے گا۔

حق العباد

۷۶۔ بنام قلیج خاں

مدارِ نجات دو چیزوں پر ہے۔ اول اوامر کا بجا لانا اور نواہی سے باز رہنا۔ مباحات میں باگ کا ڈھیلا کردینا مشتبہ امور تک پہونچتا ہے۔ اور مشتبہ حرام سے نزدیک ہے۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "اگر کسی شخص پر اس کے بھائی کا حق مالی یا اور قسم کا ہے تو اسے چاہیئے کہ آج ہی اسے معاف کرائے، ورنہ بروز قیامت اس کے نیک عمل بقدر حق صاحب حق کو دیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو ذی حق کی برائیاں اُس کے حق میں زائد کی جائیں گی"۔ نبی صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میری امت میں مفلس وہ ہے جو بروز قیامت نماز، روزہ، زکوٰۃ سب کچھ

ادا کر کے آئے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہو کہ اس نے کسی کو تہمت لگائی ہو، گالی دی ہو، کسی کا مال کھایا ہو، کسی کا خون کیا ہو، کسی کو مارا ہو، تو ہر ایک حق دار کو اس کی نیکیاں بقدر اس کے حق کے دی جائیں گی، اور اگر نیکیاں کمی کریں گی تو حقداروں کے گناہ اس کی بُرائیوں میں شامل کئے جائیں گے اور پھر وہ دوزخ میں ڈالا جائیگا +

لذتِ درد

۷۷۔ بنام جباری خاں :۔

خدائے بے چون و بے مانند کی عبادت اسوقت متصوّر ہوتی ہے کہ ماسوائے خدا کی غلامی سے آزاد ہو کر توجہ کا قبلہ ذاتِ وحدیت کے سوا اور کچھ نہ رہے۔ اس مقام کے حصول کی ابتدا میں بہ نسبت انعام کے رنج و الم زائد مرغوب ہوتے ہیں حتیٰ کہ تفویض تک نوبت پہونچتی ہے +

مولیٰ کی ناراضی

۷۸۔ بنام جباری خاں :۔

چند روزہ زندگانی کو خدائے تعالیٰ کی رضامندی میں صرف کرنا چاہئے۔ یہ بھی کوئی زندگانی یا عیش ہے کہ مولانا راض رہے !+

اہل سُنت وجماعت۔ معتزلہ۔ شیعہ۔ تدوین قرآن

۸۰۔ بنام مرزا فتح اللہ بیگ خاں حکیم :۔

اس میں شک نہیں ہے کہ اہل سُنت وجماعت کا وہ فرقہ ہے جس نے آنحضرت کے اصحاب کی تبعیت لازم قرار دی ہے اور یہی فرقہ ناجیہ ہے۔ ان اصحاب کے بُرا کہنے والے فرقہ ناجیہ سے نہیں ہیں۔ اور ان میں شیعہ اور خارجیہ داخل ہیں۔ فرقہ معتزلہ نیا مذہب رکھتا ہے۔ اس کا رئیس واصل ابن عطاء حضرت امام حسن بصریؒ کے شاگردوں میں سے تھا۔ ایمان اور کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرنے کے سبب سے یہ امام رح سے جدا ہو گیا اور امام نے اس کے حق میں فرمایا۔

اعتزل عنا　　　(ہم سے جدا ہو گیا)　　+

حضرت علیؓ نے خلفائے ثلاثہ کی عزت اور تعظیم کی ہے اور ان کو لائق اقتدار
ہونے کا اعتراف بیعت کی ہے۔ خلفائے ثلاثہ کی عظمت سے انکار کر کے حضرت امیرؓ کی متابعت کا دعویٰ
کرنا محض افترا ہے، بلکہ خلفائے ثلاثہ سے انکار کرنا درحقیقت حضرت امیرؓ سے انکار کرنا ہے۔ احتمال
تقیہ کو حضرت اسد اللہ علی کے حق میں دخل دینا بڑی بے عقلی ہے۔ عقل صحیح اسے ہرگز جائز نہیں
سمجھتی۔ کیونکہ وہ کہتے تھے کہ محمد صلعم اس وحی کو جو ان کو دی جاتی ہے ظاہر کرتا ہے۔ اور مخالف وحی کو چھپا
رکھتا ہے۔ نبی کو خطا پر قائم رکھنا روا نہیں ہے۔ اس سے شریعت میں خلل واقع ہوتا
ہے۔ جب کوئی امر خلفائے ثلاثہ کی تعظیم و توقیر کے خلاف بھی آنحضرت محمد صلعم سے ظاہر نہیں ہوا
تو معلوم ہوا کہ ان کی تعظیم میں خطا اور زوال کی گنجائش نہ تھی۔ غرضکہ تمام اصحاب کرام کی
متابعت دین کے اصول میں لازم ہے اور ہرگز جدل میں نہ لانا چاہئے۔ اگر اختلاف تھا تو
فروع میں تھا۔ جو شخص بعض اصحاب پر طعن کرتا ہے وہ سب کی متابعت سے محروم ہے۔
ہر چند کلمہ میں یہ متفق ہے مگر بزرگان کا انکار بھی اختلاف میں ڈالتا ہے۔ اور اتفاق
سے باہر نکالتا ہے۔ یہ سب اصحاب عادل تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے کچھ نہ کچھ شریعت
ہم تک پہنچائی ہے۔ اور اسی طرح قرآن بھی کچھ نہ کچھ ہر ایک اصحاب سے لیکر جمع کیا
گیا ہے۔ بعض صحابہ سے انکار کرنا گویا اس کی تبلیغ سے بھی انکار کرنا ہے۔ قرآن حضرت
عثمانؓ کا جمع کیا ہوا ہے، بلکہ در اصل اس کے جامع حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ ہیں
ایک شخص نے اہل شیعہ کے مجتہد سے سوال کیا: "قرآن تو حضرت عثمان کا جمع کیا ہوا ہے۔
آپ کا اس قرآن کے حق میں کیا اعتقاد ہے؟" اس نے کہا "میں اس کے انکار میں مصلحت
نہیں دیکھتا، اس کے انکار سے تمام دین درہم برہم ہو جاتا ہے" آنحضرت محمد صلعم
کی رحلت کے دن ۳۳ ہزار اصحاب حاضر تھے، جنہوں نے رضا و رغبت سے حضرت
صدیق سے بیعت کی۔ اپنے اصحاب کا گمراہی پر جمع ہونا محال تھا۔ آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے۔ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ۔ (میری امت ضلالت
پر جمع نہیں ہوگی۔)

بھی لازم ہے۔ سب عبادتوں کی جامع اور سب عبادتوں میں زیادہ مقرب نماز ہے۔

موت

۸۹۔ بنام مرزا علی خاں:۔

آدمی کو موت سے چارہ نہیں ہے۔ کل نفس ذائقة الموت ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

وہ شخص بہت مبارک ہے جس کی عمر زائد ہوئی اور نیک عمل اس نے بہت کئے۔ موت سے مشتاق تسلی پاتے ہیں *

طریقہ نقشبندیہ

۹۰۔ بنام خواجہ قاسم:۔

طریقہ علیا نقشبندیہ میں نہایت ابتداء میں ورج ہے۔ اس سلسلہ کے مشائخ پہلی ہی صحبت میں وہ شے عطا کرتے ہیں جو دوسرے طریقے کے منتہیوں کو اخیر میں حاصل ہوتی ہے

فنا

۹۱۔ بنام شیخ کبیر:۔

غیر حق کا گزر دل پر نہ ہو تو یہ حالت فنا سے تعبیر کی گئی ہے اور اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے *

پنج وقتہ نماز اور ذکر الٰہی

۹۲۔ بنام سکندر خاں لودی:۔

پنج وقتہ نماز کو بجماعت ادا کرنے اور سنت موکدہ کو بجا لانے کے بعد اپنے اوقات کو ذکر الٰہی میں صرف کرنا چاہیئے *

حقیقت جامع

۹۵۔ بنام سید احمد خاں بجواڑی:۔

انسان ایک نسخہ جامع ہے۔ جو کچھ کہ تمام موجودات میں ہے، انسان میں تنہا ثابت

ہے۔ اس طرح کہ عالم امکان سے بطور حقیقت اور مرتبہ وجوب سے بطور صورت۔ ان اللہ خلق الادم علے صورتہٖ اللہ تعالےٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔
اسی جامعیت کے بارے میں ہے۔ اس اعتبار سے کہ جو کچھ انسان میں ہے وہ سب اس کے دل میں ہے، قلب انسان کو حقیقت جامع کہتے ہیں۔ اسی جامعیت پر لحاظ کرکے، بعض مشائخ نے قلب کی وسعت کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ اگر عرش و مافیہا کو عارف کے دل کے ایک گوشہ میں ڈال دیں تو کچھ محسوس نہ ہو لیکن مشائخ میں سے اصحاب صحو قدس سرہم جانتے ہیں کہ یہ حکم سکر پر مبنی ہے۔ کیونکہ اس آئینہ کو جس میں اتنا بڑا آسمان مع دیگر اشیاء کے دکھائی دیتا ہے، یہ نہیں کہہ سکتے کہ آسمان سے وسیع تر ہے۔ اسی قسم میں سے بعض مشائخ کا یہ کلام جو انہوں نے غلبۂ سکر میں کہا کہ "جامعیت محمدی صلعم جامعیت الٰہی سے وسیع تر ہے" وہ جب حضرت محمد صلعم کو امکان اور وجوب کی حقیقت کا جامع پاتے ہیں تو حالت سکر میں کہتے ہیں کہ محمد صلعم کی جامعیت اللہ جل شانہٗ کی جامعیت سے زائد تر ہے یہاں صورت کو حقیقت سمجھ کر وہ ایسا کہتے ہیں۔ حضرت محمد صلعم مرتبہ وجوب کی صورت کے جامع ہیں نہ کہ حقیقت وجوب کے جامع ہیں۔ اللہ تعالیٰ الحقیقی واجب الوجود ہے۔ وہ لوگ اگر واجب الوجود کی صورت اور حقیقت میں تمیز کرتے تو ایسا نہ کہتے۔ اس قسم کے سکر یہ کلام سے اللہ کی پناہ! ۔ محمدؐ ایک بندہ محدود و متناہی تھا۔ اور اللہ غیر محدود و غیر متناہی ہے۔

بسطامیہ سکر کو صحو پر فضیلت دیتے ہیں، کیونکہ شیخ بایزید بسطامی قدس سرہ کہتے ہیں کہ۔ لوای ارفع من لواء محمدؐ ۔ (میرا جھنڈا حضرت محمد صلعم کے جھنڈے سے زائد تر بلند ہے۔

وہ اپنے جھنڈے کو ولایت کا جھنڈا جانتے ہیں۔ اور حضرت محمد صلعم کے جھنڈے کو نبوت کا جھنڈا جانتے ہیں۔ وہ نبوت کے جھنڈے سے جو صحو کے متعلق ہے ولایت کے جھنڈے کو جو سکر کی طرف توجہ رکھتا ہے، ترجیح دیتے ہیں۔ اسی قسم سے بعضوں کا یہ کلام ہے۔

"الولایۃ افضل من النبوۃ"

وہ جانتے ہیں کہ ولایت میں حق کی طرف توجہ ہوتی ہے اور نبوت میں خلق کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ خلق کی طرف توجہ کرنے سے حق کی طرف توجہ کرنا افضل ہے بعضوں نے اس کی توجیہ میں یہ کہا ہے کہ نبی کی ولایت نبی کی نبوت سے افضل ہے۔ لیکن فقیر کے نزدیک ایسی باتیں بیہودہ معلوم ہوتی ہیں، اس لئے کہ نبوت میں صرف خلق کی طرف توجہ نہیں ہوتی بلکہ خلق کی توجہ کے ساتھ خالق کی طرف بھی توجہ رہتی ہے۔ یعنی باطن حق کے ساتھ رہتا ہے اور ظاہر خلق کے ساتھ رہتا ہے۔

حدیث قدسی میں جو یہ وارد ہے۔ لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدِ مومنِ -(میں آسمان اور زمین میں نہیں سما سکتا لیکن مومن کے دل میں سما سکتا ہوں)
یہاں گنجائش سے مرتبہ وجوب کی صورت مراد ہے نہ کہ حقیقت۔ کیونکہ حلول وہاں محال ہے ✤

ندامت بھی توبہ ہے

۹۶۔ بنام محمد شریف:-
ندامت و پشیمانی ایک قسم کی توبہ ہے۔ تمہارے لئے ضروری ہے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ تک پہونچا دیتا ہے اور گناہ کبیرہ پر اصرار کرنا کفر تک پہونچا دیتا ہے۔

فنا فی اللہ

۹۷۔ بنام شیخ درویش۔
ابراہیم ابن شیبان جو مشائخ طبقات قدس سرہم میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ فنا وبقا کا علم وحدانیت کے اخلاص و عبودیت کی صحت کے گرد پھرتا ہے اور جو اس کے سوا ہے مغالطہ اور زندقہ ہے۔ فنا فی اللہ سے مراد ہے خدائے تعالیٰ کی مرضی میں فانی ہونا۔ اور بقا فی اللہ وغیرہ اسی قیاس پر ہیں ✤

نصیحت

۹۸۔ بنام عبدالقادر بن زکریا:-
ایک شخص نے نبی صلعم سے عرض کیا کہ آپ مجھے نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا غصہ

نہ کیا کرو۔ حضرت موسیٰ بن عمران نے عرض کیا" یا رب تیرے بندوں میں سے تیرے نزدیک زائد تر عزیز کون ہے؟" جواب ملا وہ شخص "جو باوجود قدرت رکھنے کے معاف کردے"۔ اصحاب رسول نے عرض کیا "ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم واسباب نہوں"۔ آنحضرت نے فرمایا "میری امت میں مفلس وہ ہے، جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ سب کچھ کرکے آیا ہو، لیکن اس کے ساتھ ہی کسی کو گالی دی ہو، کسی کا مال کھایا ہو، کسی کو تہمت لگائی ہو، کسی کا خون گرایا ہو، کسی کو مارا ہو، اس کی نیکیوں میں سے ہر ایک کو حصہ دیا جائیگا۔ اگر ادائے حقوق کے قبل اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں، تو حق داروں کی خطائیں اس کی خطاؤں میں اضافہ کی جائیں گی اور یہ دوزخ میں ڈالا جائے گا"۔

ضرورتِ انبیاءؑ

۹۹۔ بنام ملا حسن کشمیری:-

حکیم مطلق جل شانہ نے روح اور نفس میں عشق وگرفتاری کی نسبت پیدا کی۔ اس محبت کی وجہ سے روح نے اپنے آپ کو عالم نفس میں ڈال کر خود کو نفس کا تابع کیا۔ اللہ تعالےٰ نے انبیاء علیہم السلام پیدا کئے اور روح کو ان کے ذریعے اپنی طرف بلایا۔

حق تعالےٰ عالم الغیب ہے

۱۰۰۔ بنام ملا حسن کشمیری:-

شیخ عبدالکبیر یمنی نے کہا ہے کہ "حق تعالےٰ عالم الغیب نہیں ہے۔ فقیر کو ایسی باتیں سننے کی ہرگز تاب نہیں ہے۔ ہم کو محمدؐ عربی کا کلام درکار ہے محی الدین عربی، صدرالدین قونوی، اور عبدالرزاق کاشی کے کلام درکار نہیں ہیں۔ احادیث نبوی نے ہم کو فتوحات مکیہ سے لاپرواکر دیا ہے۔ حق تعالےٰ نے قرآن مجید میں اپنی تعریف علم غیب سے کی ہے اور اپنے آپ کو عالم غیب فرمایا ہے۔ حق تعالےٰ سے علم غیب کی نفی کرنا بہت ہی برا ہے۔ ایسا کرنا درحقیقت حق تعالےٰ کی تکذیب کرنا ہے۔

غیب کے کچھ معنی بیان کرنا اس برائی کو دور نہیں کرتا۔ اگر منصور نے "انا الحق" کہا یا بسطامی "سبحانی" کہتے تھے تو یہ لوگ معذور اور غلبہ حال میں مغلوب تھے۔ لیکن اس قسم کے کلام احوال پر مبنی نہیں ہیں، بلکہ علم سے تعلق رکھتے ہیں تو کوئی عذر یا تاویل اس مقام میں مقبول نہیں ہو سکتی۔ بعض نے کہا ہے۔ کہ غیب معدوم ہے اور معدوم کا علم نہیں ہو سکتا یعنی جب حق تعالے کی نسبت غیب معدوم مطلق اور لاشئے محض ہے۔ تو علم کا اس سے تعلق رکھنا بے معنی ہے کیونکہ معلومیت اسے معدوم مطلق اور لاشئے محض ہونے سے خارج کر دے گی۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ حق تعالے کو اپنے شریک کا علم ہے کیونکہ حق تعالے کا شریک موجود نہیں ہے لاشئے محض ہے۔ ہاں غیب اور شریک کا مفہوم تصور کرنا ممکن ہے، لیکن گفتگو ان کے مصدوقہ اور منشتہ کلام میں ہے نہ کہ مفہوم میں۔ ان تمام محالات کا حال ایسا ہے کہ ان کے مفہوم کا تصور ممکن ہے اور مصدوقہ کا تصور ممتنع ہے۔ کیونکہ معلومیت اسے محال ہونے سے خارج کر دیتی ہے۔ اور کم سے کم وجود ذہنی بخشتی ہے +

نفس مطمئنہ۔ نفس امّارہ

۱۰۱۔ بنام ملا حسن کشمیری :-

اکثر جاہل لوگ کمالِ جہالت سے نفس مطمئنہ کو نفس امّارہ تصور کرتے ہیں اور امّارہ کے احکام مطمئنہ پر جاری کرتے ہیں۔ اسی طرح کفار نے انبیا علیہم السلام کو تمام باقی انسانوں کی طرح خیال کر کے کمالات نبوت سے انکار کر دیا ہے +

ربا۔ سود

۱۰۲۔ بنام ملا مظفر۔

ربا کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔ محتاج اور غیر محتاج دونوں اس میں برابر ہیں۔ محتاج کا خاص کرنا اس حکم قطعی کو منسوخ کرنا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ اس زمانہ میں بغیر شبہ روزی پیدا نہیں ہوتی۔ یہ کچھ نہیں لیکن جہاں تک ہو سکے شبہ سے بچنا چاہیئے۔ زراعت بے طہارت ہے۔ جسے آپ نے طیبت کے منافی بیان کیا ہے۔

ہندوستان میں بچنا ممکن نہیں ہے۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ (اللہ کسی کے نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر بقدر اس کی طاقت کے۔

لیکن سودی کھانے کا ترک کرنا تو بہت آسان ہے۔ جمہور کے فقہاء نے بحالت احتیاج اس کے حلال ہونے کا حکم دیا ہے۔ اور اس احتیاج فرض ہے۔ اس طرح تو پھر بار رہتا ہی نہیں اور حرمت ربا میں نص قطعی کا حکم ثابت ہو جاتا ہے۔ قنیہ کی روایت حیلہ اور بہانہ کے بعد صرف محتاج کے لئے سودی قرض لینا جائز قرار دیتی ہے نہ کہ دوسروں کے لئے۔ اگر کوئی کہے کہ کوئی محتاج سودی قرض لیکر کفارۂ قسم یا ظہار یا روزہ کی نیت سے کھانا پکائے تو وہ اس کفارہ کے ادا کرنے میں محتاج ہے۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اگر وہ کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتا تو قرض نہ لے روزہ رکھ لے۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب (جو اللہ سے جو ڈرتا ہے اس کے لئے اللہ کوئی مخرج بنا دیتا ہے اور ایسی جگہ سے اسے رزق دیتا ہے جہاں سے گمان بھی نہیں ہو۔

ضرورت عہدۂ قضا

۱۰۴۔ بنام شیخ فرید۔

مدت سے سرہند میں کوئی قاضی نہیں ہے اور اس لئے بعض احکام شرعی کے نفاذ میں دقت ہوتی ہے۔ مثلاً ایک بھتیجا میرا یتیم ہے۔ اس کے باپ کی کچھ میراث ہے اور اس کا کوئی وصی نہیں ہے۔ میں بغیر حکم شرعی اس کے مال میں تصرف نہیں کر سکتا۔ کوئی قاضی ہوتا تو اس کے حکم سے کام آسان ہو جاتا۔

مرض قلبی

۱۰۵۔ بنام حکیم عبد القادر۔

انسان جب تک مرض قلب میں مبتلا ہے۔ فی قلوبہم مرض

کا مصداق ہے۔ کوئی عبادت یا طاعت اسے فائدہ نہیں دیتی، بلکہ ضرر پہونچاتی ہے۔ مشہور حدیث ہے۔

رب تال للقرآن والقرآن یلعنہ'

بعض لوگ قرآن اس طرح پڑھتے ہیں کہ قرآن اُن پر لعنت کرتا ہے۔

حدیث میں ہے۔ ورب صائم لیس لہ من صیامہ الا الجوع والظماء (ترجمہ) بعض روزہ دار ایسے ہیں کہ بھوک اور پیاس کے سوا کچھہ اور اون کے نصیب میں نہیں ہے۔

دلی امراض کے معالج مشائخ ہیں۔ یہ پہلے مرض کے دور کرنے کا حکم کرتے ہیں۔ اس مرض سے یہ ماسوا حق کی گرفتاری بلکہ اپنے نفس کی گرفتاری مراد لیتے ہیں، کیونکہ ہر شخص جو کچھ چاہتا اپنے ہی نفس کے لئے چاہتا ہے +

خرق عادات

۱۰۷۔ بنام محمد صادق کشمیری:۔

ولایت کے ارکان اور شرائط میں سے خرق عادات کا ظاہر ہونا نہیں ہے۔ برخلاف اس کے انبیاء علیہم السلام کے معجزے مقام نبوت کی شرائط میں سے ہیں۔ بعض امت محمدی کے اولیاء سے اتنے خوارق ظاہر ہوئے کہ ان کا عشر عشیر بھی اصحاب محمد صلعم سے ظاہر نہیں ہوا تھا، حالانکہ بڑے سے بڑا ولی بھی ادنیٰ اصحاب رسول صلعم کے برابر نہیں ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقلیدی استعداد کے قوی ہونے کی وجہ سے نبی صلعم کی تصدیق میں ذرا بھی دلیل کے محتاج نہ ہوئے اور ابوجہل لعین میں یہ استعداد نہ تھی تو آیات ظاہرہ اور معجزات عالیہ بکثرت دیکھنے پر بھی دولت اقرار نبوت سے وہ مشرف نہوا۔

ہم کہتے ہیں کہ اکثر اولیائے متقدمین سے ساری عمر میں پانچ چھہ خوارق سے زائد منقول نہیں ہیں۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے دس خوارق بھی سرزد نہیں ہوئے۔ حق تعالیٰ اپنے کلیم (موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق خبر دیتا ہے۔

مبتدی کے لئے ولی صاحب کرامت کی کیا شناخت ہے؟ اگر وہ اس کی صحبت میں اپنے دل کو حق تعالے کے ساتھ جمع پائے تو سمجھے کہ ولی صاحب کرامت ہے اور نہ پائے تو سمجھے کہ یہ مدعی ولایت ولی نہیں ہے۔ صاحب استدراج ہے۔ اولیاء اللہ کو وہ صفات حاصل ہو جاتے ہیں، جو صفات واجب الوجود کے مناسب ہیں، لیکن یہ مناسبت اسم و صفات میں ہوتی ہے نہ کہ خاص معانی میں، کہ ایسا ہونا محال ہے +

شرح صدر

۱۰۸۔ بنام میاں سید احمد:۔

بعض مشائخ نے سکر کی حالت میں کہا ہے کہ "نبوت سے ولایت افضل ہے" پھر بعضوں نے اس ولایت سے نبی کی ولایت مراد لی ہے تاکہ نبی پر ولی کے افضل ہونے کا وہم رفع ہو جائے لیکن فی الواقع ایسا نہیں ہے۔ نبی کی نبوت نبی کی ولایت سے افضل ہے۔ ولایت میں بسبب تنگی سینہ خلق کی طرف توجہ نہیں ہوتی اور نبوت میں شرح صدر بحد کمال ہوتا ہے +

معبود

۱۱۰۔ بنام شیخ صدر الدین:۔

حق تعالے کے سوا کسی کو مقصود ٹھہرانا اسے معبود ماننا ہے۔ غیر کی عبادت سے (یعنی غیر کو معبود ٹھہرانے سے) اسی حالت میں نجات ملتی ہے جب حق تعالے کے سوا کچھ مقصود نہ رہے +

توحید

۱۱۱۔ بنام شیخ حمید سنبھلی:۔

توحید سے مراد یہ ہے کہ دل ماسوی حق کی توجہ سے خلاص ہو جائے +

اتباع سُنّت

۱۱۲۔ بنام صوفی قربان:۔

سُنّت کی تابعداری سے بزرگی وابستہ ہے، اور شریعت کی بجاآوری پر زیادتی

دولت مند

۱۳۸۔ بنام شیخ بہاءالدین سرہندی:-

حدیث شریف میں ہے کہ جس کسی نے دولت مند کی تواضع دولت مندی کی وجہ سے کی تو اس کے دین کے دو حصّے چلے گئے +

انقطاع غیر اللہ

۱۴۰۔ ملا محمد معصوم کابلی:-

دوست رنج و آوارگی چاہتا ہے۔ تاکہ غیر سے اسے پورے طور پر انقطاع حاصل ہو یہاں بے آرامی میں آرام ہے اور سوز میں ساز ہے، بے قراری میں قرار اور جراحت میں راحت ہے۔ آرام طلب کرنا اپنے آپکو رنج میں ڈالنا ہے +

طریقہ نقشبندیہ

۱۴۵۔ بنام ملا عبدالرحمن مفتی:-

مشائخ طریقہ نقشبندیہ نے سیر کی ابتدا عالم امر سے اختیار کی ہے اور اسی ضمن میں وہ عالم خلق کی سیر طے کر لیتے ہیں اور دوسرے طریقوں کے مشائخ اس کے برخلاف عالم خلق سے ابتدا کرتے ہیں اور عالم خلق کی سیر طے کرنے کے بعد عالم امر میں قدم رکھتے ہیں اور جذبہ میں پہونچتے ہیں۔ اسی وجہ سے طریقہ نقشبندیہ تمام طریقوں سے اقرب ہے۔ اور اسی سبب سے دوسروں کی انتہا اس کی ابتدا میں درج ہے +

اطاعت رسول

۱۵۲۔ بنام شیخ فرید:-

حق سبحانہٗ تعالےٰ فرماتا ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (جس نے رسول کی اطاعت کی اللہ کی اطاعت کی۔

حکمت

۱۴۶۔ بنام ملا صادق کابلی:-

یہ کتنی بڑی دولت ہے کہ لوگ جسے برا جانیں وہ درحقیقت بھلا ہے +

حکمت

۱۵۶۔ بنام میاں مزمل:۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں "الٰہی یہ تو نے اپنے دوستوں کو کیا عطا کیا ہے کہ جس نے انھیں پہچانا تجھے پایا اور جب تک تجھے نہ پایا انھیں نہ پہچانا"۔

آداب مشائخ

۱۵۷۔ بنام حکیم عبدالوہاب:۔

اس گروہ (مشائخ) کے پاس خالی ہو کر آنا چاہیئے تاکہ بھرا ہوا واپس جائے۔

مقامات تکمیل و استہلاک

۱۵۸۔ بنام

مقام اول تکمیل و ارشاد کا مقام ہے۔ اس میں حق کی طرف سے دعوت خلق کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دوسرا مقام استہلاک ہے۔ یہ مغلوب الحال ہونے اور خلق سے علیحدہ رہنے کا مقام ہے۔

حکمت

۱۵۹۔ بنام شرف الدین حسین بدخشی:۔

رنج اور مصائب بظاہر تلخ اور جسم کو تکلیف دینے والے ہیں۔ لیکن فی الحقیقت شیریں اور روح کو لذت بخشنے والے ہیں۔ مصیبت اس کے لئے ہے جو مرنے سے پہلے نہیں مرا اور اس کی ماتم پرسی کرنا چاہیئے۔ لکھا ہے کہ مردوں کی طرف زندوں کا ہدیہ یہ ہے کہ مردوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں استغفار کیا جائے۔

مشائخ کے فرقے

۱۶۰۔ بنام یار محمد طالقانی:۔

مشائخ کے تین گروہ ہیں۔

اوّل۔ اس بات کا قائل ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ایجاد سے عالم موجود ہے اور جتنے اوصاف اور کمال عالم میں ہیں، سب حق تعالیٰ کے ایجاد سے ہیں اور اپنے آپ کو یہ لوگ شیخ

(یعنی ظاہر صورت اور سایہ) سے زائد کچھ نہیں جانتے۔

دوم۔ عالم کو حق تعالیٰ کا ظل جانتا ہے لیکن اس گروہ کا بھی قائل ہے کہ عالم خارج میں موجود ہے بطریق ظلیت نہ بطریق اصالت اور عالم کا وجود حق تعالیٰ کے وجود سے اس طرح قائم ہے جس طرح کہ سایہ اپنے اصل سے قائم ہوتا ہے۔

سوم۔ وحدت وجود کا قائل ہے یعنی یہ کہتا ہے کہ خارج میں فقط ایک ہی موجود ہے اور وہ حق تعالیٰ کی ذات ہے اور عالم کا خارج میں ظلی ثبوت کے سوا ہرگز کوئی ثبوت ثابت نہیں ہے۔

پہلے گروہ کے لوگ اتم اور اکمل ہیں اور کتاب وسنت کے ساتھ اعلم اور اوفق ہیں

افطار صوم

۱۹۲۔ بنام خواجہ محمد صدیق بدخشی۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ اذا فطر احدکم فلیفطر علی تمر فانہ برکۃ۔ (ترجمہ تم میں سے کوئی روزہ افطار کرنا چاہے تو تمر سے افطار کرے کہ اس میں برکت ہے۔

اور یہ بھی فرمایا ہے۔ نعم سحور المومن التمر (مومن کی بہتر سحری تمر ہے)

تمر کا ترجمہ خرما ہے *

خلا۔ نقرہ۔ ریشم

۱۹۳۔ بنام شیخ فرید۔

کفار کی ہم نشینی اور میل جول میں یہ خطر ہے کہ احکام شرعی کے اجرا اور مراسم کفر کے مٹانے کی طاقت مغلوب ہو جاتی ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ "جب تک کوئی دیوانہ نہیں ہوتا مسلمانی تک نہیں پہونچتا" دیوانہ پن سے مراد ہے اعلاء اسلام کی ادا [illegible] نہ کرنا مسلمانی کی وجہ سے جو کچھ اپنے آپ پر ہو جاتے ہوئے دو۔ کیونکہ مسلمان [illegible] اللہ تعالیٰ اور رسول کی رضامندی کا۔ رضائے مولیٰ سے بڑھ کر کوئی شے نہیں ہے۔ جس طرح اسلام

کی ضد کفر ہے اسی طرح آخرت ضد ہے دنیا کی۔ دنیا اور آخرت دونوں یکجا جمع نہیں ہوتیں
چاندی اور سونے کے استعمال سے اور حریر یعنی ریشمی لباس کے پہننے سے شریعت محمدی صلعم
نے منع کیا ہے۔ ان سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ چاندی سونے کے اس برتن میں جو شان و شوکت
کے لئے بناتے ہیں گنجائش ہے، لیکن ان کا استعمال اس طرح کرنا کہ ان میں پانی پیا جائے
کھانا کھایا جائے، خوشبو دار چیزیں رکھی جائیں، سرمہ وغیرہ رکھا جائے، حرام ہے۔ حلال
اور حرام کے متعلق علمائے دیندار سے استفسار کرنا چاہیئے، اور ان کے فتویٰ کے مطابق
عمل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ شریعت ہی نجات کا راستہ ہے۔ شریعت کے سوا جو کچھ ہے سب باطل
اور غیر معتبر ہے۔

اللہ تعالے

۱۶۷۔ بنام ہردے رام (ہندو)

آسمان، زمین اور اعلیٰ و اسفل والوں کا پیدا کرنے والا صرف ایک ہی ہے اور وہ بیچون
و بے چگون ہے۔ وہ شبیہ اور مانند سے منزہ ہے اور شکل و مثال سے مبرا ہے۔ پدر اور فرزند
ہونا اس اللہ تعالے کے حق میں محال ہے۔ اس کی بارگاہ میں ہمسر ہونے کی کسے مجال ہے؟۔
اللہ تعالے کی شان میں اتحاد اور حلول کی آمیزش کا خیال کرنا اور کون و بروز یعنی پوشیدہ
ہونے اور ظاہر ہونے کا گمان کرنا بُرا ہے۔ وہ زمانی نہیں ہے کیونکہ زمانہ اس کا پیدا کیا ہوا
ہے۔ وہ مکانی نہیں ہے، کیونکہ مکان اُس کا بنایا ہوا ہے۔ اس کے وجود کی کوئی ابتدا
نہیں ہے اور نہ اس تعالے کی کوئی انتہا ہے۔ سب قسم کا خیر و کمال اُس کی ذات میں
ثابت ہے۔ اور ہر قسم کے نقص و زوال سے وہ پاک ہے۔ عبادت کے لئے مستحق اور پرستش
کے لائق وہی حق سبحانہ تعالے ہے۔

رام و کرشن کے پیدا ہونے کے پہلے پروردگار عالم کو کوئی رام یا کرشن نہیں کہتا تھا
ہمارے پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام نے جو ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب گزرے
ہیں خلقت کو خالق کی عبادت کرنے کی ترغیب فرمائی ہے۔ اور ان سب نے غیر کی عبادت
کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور یہ سب اپنے آپ کو بزرگ عاجز جانتے اور خالق عالم کی ہیبت

اور عظمت سے ڈرتے اور کانپتے رہتے تھے +

محبت دنیا

۱۷۱۔ بنام ملا طاہر بخشی :-

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو دنیا اور دنیاداروں کی محبت اور صحبت اور ہمنشینی سے بچائے +

معرفت الٰہی

۱۷۳۔ بنام محمد نعمان :-

آنحضرت محمد صلعم باوجود اس قدر بلند شان ہونے کے بشر تھے اور حدوث و امکان کے داغ سے داغدار تھے۔ بشر، خالق بشر کی نسبت کیا جان سکتا ہے اور ممکن واجب کی نسبت کیا حاصل کر سکتا ہے ؟۔ حادث کس طرح قدیم کا احاطہ کر سکتا ہے ؟

لا یحیطون به علماً

نص قطعی ہے اور یہی بتاتی ہے کہ

رویت اخروی یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار حق ہے +

لی مع اللہ وقت

۱۷۵۔ بنام حافظ محمود :-

لی مع اللہ وقت (میرے لئے ساتھ اللہ کے ایک وقت ہے) جو آنحضرت صلعم سے منقول ہے، اس میں بعض نے وقت سے وقت استمرار اور دائمی مراد لیا ہے اور بعض نے وقت نادر مراد لیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ بعض لطائف کی نسبت بطریق استمرار ہو اور بعض کی نسبت بطریق ندرت ہو +

کار بے سود

۱۷۶۔ بنام ملا محمد صادق :-

من حسن اسلام المرء اشتغالہ بما یعنیہ و اعتمادہ عما لا یعنیہ

ترجمہ۔ قاعدے کے کاموں میں مشغول ہونا اور کار بے سود سے منہ پھیرنا انسان کے حسن اسلام کا نشان ہے اپنے اوقات کی محافظت ضروری ہے کہ بیہودہ کاموں میں وہ برباد نہو۔ یہی وجہ ہے کہ انجمن کو خلوت پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس طرح زندگی بسر کرنا چاہیئے کہ صحبت میں لوگوں کو جمعیت حاصل ہو اور تفرقہ پیدا نہ ہو +

ہمسایہ (پڑوسی)

۱۷۸۔ بنام مرزا مظفر:۔

احسان ہر جگہ اچھا ہے۔ اور اُن لوگوں کے ساتھ جو ہمسائیگی کا قرب رکھتے ہیں بہت ہی اچھا ہے۔ آنحضرت رسول صلعم پڑوسی کے حقوق ادا کرنے میں اتنا مبالغہ فرماتے تھے کہ اصحاب کرام کو اس مبالغہ سے گمان ہوتا تھا کہ شاید ہمسایہ کو میراث میں حق دلا یا جائے +

دنیا ہیچ ہے

۱۸۳۔ بنام ملا معصوم کابلی:۔

دنیا وما فیہا اس لائق نہیں ہے کہ قیمتی عمر خرچ کر کے یہ حاصل کی جائے۔ مطلع کرنا ضروری ہے۔ کب تک یہ خواب خرگوش رہے گا؟ +

اتباع شریعت

۱۸۴۔ بنام خلیج اللہ:۔

صاحب شریعت صلعم کی متابعت ہی وہ شے ہے جو قیامت کے دن کام آئے گی۔ احوال، مواجید، علوم و معارف اور اشارات و رموز اس متابعت کے ساتھ جمع ہوجائیں تو بہتر ہے اور نہ ہے قسمت۔ ورنہ خرابی اور استدراج کے سوا ان میں کچھ نہیں ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا اور ان کا حال پوچھا آپ نے کہا کہ سب عبادتیں اُڑ گئیں اور تمام اشارتیں فنا ہوگئیں۔ ان دو رکعتوں کے سوا جو ہم درمیان شب پڑھتے تھے کسی اور شے نے نفع نہیں دیا +

بدعت ضلالت ہی

۱۸۶۔ بنام مفتی خواجہ عبد الرحمن کابلی:۔

علما نے بدعتیں دو قسم کی بیان کی ہیں۔ حسنہ اور سیئہ۔ بدعت حسنہ اُس نیک عمل

کو کہتے ہیں جو آنحضرت صلعم اور خلفائے راشدین کے بعد پیدا ہوا اور سنت کو رفع نہیں کرتا۔
یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی میں حسن اور نورانیت نہیں دیکھتا اور نہ ظلمت اور کدورت
کے سوا کچھ اور محسوس کرتا۔ حضرت خیر البشر صلعم نے فرمایا ہے۔ من احدث فی امرنا
هذا ما لیس منهم فهو رد (جس نے ہمارے اس امر میں کوئی ایسی نئی چیز پیدا
کی جو اس میں نہیں ہے۔ تو وہ مردود ہے۔
تو پھر بدعت میں حسن کیونکر پیدا ہو سکتا ہے! ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ اما بعد
فان خیر الحدیث کتاب الله وخیر الهدی هدی محمد وشر الامور محدثاتها
وکل بدعة ضلالة (ما بعد ازیں واضح ہو کہ بہترین کلام کتاب اللہ ہے اور بہتر راستہ محمد صلعم کا
راستہ ہے تمام امور سے بد محدثات ہیں اور ہر ایک بدعت ضلالت ہے)
آنحضرت محمد صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے۔ اوصیکم بتقوی الله والسمع والطاعة وان
کان عبدا حبشیا۔ فانه من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا
فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا وعضوا علیها
بالنواجذ۔ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة
(میں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور اس کے حکموں کو سنو اور اطاعت کرو اگرچہ
غلام حبشی کی ہو میرے بعد جو زندہ رہیگا اختلاف کثیر دیکھیگا۔ تمہیں لازم ہے کہ میرے
اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو ہاتھوں اور دانتوں سے
مضبوط پکڑو اور نئے کاموں سے بچو کیونکہ ہر نیا امر بدعت ہے اور ہر بدعت
گمراہی ہے۔)
جب ہر محدث بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے۔ تو پھر بدعت میں حسن کے کیا معنی ہوئے؟
جاننا چاہیئے کہ بعض بدعتیں جن کو علماء و مشائخ سنت سمجھے ہیں۔ جب ان میں اچھی طرح ملاحظہ
کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنت کے رفع کرنے والی ہیں۔ مثلاً میت کے کفن دینے
میں عمامہ کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ حالانکہ بدعت رافع سنت ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ
والسلام سے کسی صحیح یا ضعیف روایت سے ثابت نہیں ہوا اور نہ اصحاب کرام یا تابعین عظام سے

ثابت ہوا کہ انھوں نے زبان سے نماز کی نیت کی ہے۔ بلکہ جب وہ اقامت کہتے تھے۔ فقط تکبیر تحریمہ ہی فرماتے تھے۔ پس زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔ اس بدعت کو لوگوں نے حسنہ کہا ہے۔ اور یہ فقیر جانتا ہے کہ بدعت جو رفع سُنّت بجائے خود ہے۔ فرض کو بھی رفع کرتی ہے کیونکہ اس کی تجویز میں اکثر لوگ زبان ہی پر کفایت کرتے ہیں۔ اور دل کی غفلت کا کچھ ڈر نہیں کرتے۔

لیکن قیاس اور اجتہاد میں بدعت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نصوص کے معنی ظاہر کرتے ہیں کسی زائد امر کو ثابت نہیں کرتے۔

ظاہر و باطن

۱۸۸۔ بنام خواجہ محمد صدیق بدخشی:۔

جب ظاہر باطن کے رنگ میں اور باطن ظاہر کے رنگ میں رنگا جاوے تو پھر کیا مشکل ہے کہ ظاہر کے احکام باطن میں اور باطن کے احکام ظاہر میں پیدا ہو جائیں۔

راہِ نجات

۱۸۹۔ بنام شرف الدین حسین بدخشی:۔

چاہیئے کہ باطنی سبق کو خداوند تعالےٰ کی بڑی نعمتوں میں جان کر اس کی تکرار پر حریص رہیں۔ اور بغیر سستی اور قصور کے پنجوقتی نماز کو جماعت سے ادا کریں اور چالیس میں سے ایک حصّہ زکوٰۃ کا احسان کے ساتھ فقرا و مساکین کو دیں۔ محرمات اور مشتبہات سے پرہیز کریں اور مخلوقات پر مشفق اور مہربان رہیں۔ نجات اور خلاصی کا یہی طریقہ ہے۔

طریقۂ ذکر۔ برکاتِ شیخ۔ خواب

۱۹۰۔ بنام ابن میر محمد نعمان:۔

ابتدا میں ذکر کہنے سے چارہ نہیں ہے۔ چاہیئے کہ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہوں کہ وہ مضغۂ گوشت قلب حقیقی کے لئے حجرہ کی طرح ہے۔ اور اسم مبارک اللہ کو اس قلب پر گذاریں اور اس وقت قصداً کسی عضو کو حرکت نہ دیں اور ہمہ تن قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھیں اور قوت متخیلہ میں قلب کی صورت کو جگہ نہ دیں اور نہ اسکی

طرف التفات کریں۔ کیونکہ مقصود قلب کی طرف توجہ کرنا ہے نہ کہ اس کی صورت کا تصور کرنا۔ اور لفظ مبارک اللہ کے معنے کو بے چونی اور بے چگونی کے ساتھ ملاحظہ کریں اور کسی صفت کو اس کے ساتھ شامل نہ کریں۔ اور حاضر و ناظر بھی ملحوظ نہ ہو تاکہ ذاکر ذات تعالےٰ کی بلندی سے صفت کی پستی میں نہ آجائے اور کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرنے میں نہ پڑ جائے۔

اگر ذکر کرنیکے وقت پیر کی صورت بے تکلف ظاہر ہو تو اس کو قلب کی طرف لیجانا چاہیئے۔ اور قلب میں نگاہ رکھکر ذکر کرنا چاہیئے۔ تو جانتا ہے کہ پیر کون ہے؟ پیر وہ ہے جس سے تو خدائے تعالےٰ کی جناب پاک کی طرف پہونچنے کا راستہ سیکھے۔ اور اس میں تو اس سے مدد اور اعانت حاصل کرے۔ کلاہ اور دامنی اور شجرہ جو معروف ہو گیا ہے، پیری اور مریدی کی حقیقت سے یہ سب خارج ہیں، اور رسم و عادت میں داخل ہیں ہاں اگر شیخ کامل مکمل سے کوئی کپڑا تبرک کے طور پر تجھے ہاتھ لگے اور اعتقاد اور اخلاص کے ساتھ تو اسے پہن کر زندگی بسر کرنا چاہئے تو اس صورت میں بے شمار فائدوں اور ثمروں کے حاصل ہونے کا قوی احتمال ہے۔ تجھے جاننا چاہیئے کہ خواب اور واقعات اعتماد اور اعتبار کے لائق نہیں ہیں۔

شرع میں آسانی ہے

۱۹۱۔ بنام خان خانان :-

خداوند علشانہ کی کمال عنایت یہ ہے کہ تمام شرعی تکلیفوں اور دینی امروں میں بڑی آسانی اور سہولت کو اس نے مدنظر فرمایا ہے۔ مثلاً رات دن کے آٹھ پہر میں سترہ رکعت نماز کی تکلیف فرمائی ہے کہ ان کے ادا کرنے کا سارا وقت ایک ساعت بھی برابر نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ قرأت میں جسقدر میسر ہو بجائے اسی پر کفایت کی گئی ہے۔ اگر قیام مشکل ہو، تو قعود اس نے تجویز فرمایا ہے۔ اور قعود مشکل ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور جب رکوع اور سجود دونوں مشکل ہوں، تو ایما اور اشارہ کا اس نے ارشاد کیا ہے۔ اگر وضو میں پانی کے استعمال کرنے پر قدرت نہیں ہو سکتی، تو تیمم کو اسکا خلیفہ بنایا ہے۔ اور زکوٰۃ میں چالیس حصوں میں سے ایک حصہ فقرا اور مساکین کیلئے

مقرر فرمایا ہے۔ اور اس کو بھی پڑھنے والوں اور چلنے والے چارپایوں پر منحصر کیا ہے۔ اور تمام عمر میں ایک ہی حج فرض کیا ہے۔ اور خرچ اور سواری اور راستہ کے امن کو اس کے لئے شرط قرار دیا ہے۔ مباح کے دائرے کو اس نے وسیع کیا ہے۔ چار عورتوں کو نکاح کے لئے ایک ساتھ جمع کرنا اور لونڈیاں جسقدر لیں جس قبضہ میں رکھنا مباح ہے۔ طلاق نکاح کی تبدیلی کا وسیلہ بنایا گیا ہے۔ اور کھانے پینے پہننے کی چیزوں میں مباح بہت اور حرام کم ہیں۔ جو حرام ہیں وہ بندوں کی بہتری اور فائدے کے لئے حرام ہیں۔ مثلاً ایک بد وضع اور پرضرر شراب حرام کی گئی ہے، تو اس کے عوض میں بے شمار فائدہ مند خوش ذائقہ اور خوشبودار شربت مباح کئے گئے ہیں۔ عرق لونگ اور عرق دال چینی میں علاوہ ان کے خوش مزہ اور خوشبودار ہونے کے اس قدر فائدے اور نفعے ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ اگر بعض ریشمی کپڑے حرام ہیں تو کیا ڈر ہے۔ جبکہ ان کے علاوہ کئی قسم کے قیمتی اور زیب وزینت والے کپڑے اس کی عوض میں حلال کئے گئے ہیں۔ پشمینہ کا لباس جو عام طور پر مباح ہے ریشمی لباس سے کئی درجہ بہتر ہے۔ علاوہ بریں ریشمی لباس جو عورتوں پر مباح ہے، تو اس کے فائدے بھی مردوں ہی کو پہونچتے ہیں۔ اور یہی حال چاندی اور سونے کا ہے، کہ ان سے عورتوں کے زیور مردوں ہی کے لئے بنتے ہیں۔ اگر کوئی بے انصاف باوجود اس آسانی اور سہولت کے احکام شرع کو مشکل اور دشوار جانے تو وہ دلی مرض میں مبتلا اور باطنی بیماری میں گرفتار ہے۔

فقہ کی تعلیم

۱۹۳۔ بنام شیخ فرید:۔

بعض طالبوں کو فرمائیں کہ فقہ کی کتاب مجلس میں پڑھا کریں۔ عمدہ کام عقائد کا درست کرنا ہے۔

انتخاب علماء

۱۹۴۔ بنام صدر جہاں:۔

احکام شرعیہ کے جاری ہونے اور مذہب مصطفوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام

کے دشمنوں کی خواری کی باتیں سن کر ماتم زدہ مسلمانوں کے دلوں کو خوشی اور روح کو تازگی حاصل ہوئی۔ آپ نے سنا ہوگا کہ بادشاہ اسلام اسلامی استعداد کی خوبی سے علماء کا خواہاں ہوا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ سابق میں جو فساد پیدا ہوا تھا وہ علما ہی کے کم بختی سے ظہور میں آیا تھا۔ اس بارہ میں امید ہے کہ پورا پورا۔ تتبع مدنظر رکھکر آپ علمائے دیندار کے انتخاب کرنے میں پیش دستی کریں گے۔ علمائے بد دین کے چور ہیں۔ ان کا مقصود ہمہ تن یہ ہوتا ہے کہ خلق کے نزدیک مرتبہ، ریاست اور بزرگی حاصل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ انکے فتنہ سے بچائے۔ (العیاذ باللہ من فتنتھم)

ہاں ان میں سے جو بہتر ہیں وہ سب خلقت سے اچھے ہیں۔ کل قیامت کے دن اُن کی سیاہی کو فی سبیل اللہ شہیدوں کے خون کے ساتھ تولیں گے۔ اور ان کی سیاہی کا پلہ بھاری ہوجائے گا۔ شر الناس شر العلماء وخیر الناس خیر العلماء (سب لوگوں میں بدتر بُرے عالم ہیں اور سب خلقت سے بہتر اچھے عالم ہیں۔

قاضیوں کی ضرورت

۱۹۵۔ بنام صدر جہاں:۔

الناس علےٰ دین ملوکہم۔ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہیں۔

گذشتہ زمانہ کے کاروبار اس کے مصداق ہیں۔ اب جبکہ سلطنتوں میں انقلاب پڑ گیا ہے اور دشمنی اور فساد نے اہل مذہب کو بگاڑ دیا ہے، اسلام کے پیشواؤں یعنی بڑے وزیروں اور امیروں اور بزرگ عالموں کو لازم ہے کہ اپنی تمام ہمت کو روشن شریعت کی ترقی میں لگائیں۔ اور سب سے اوّل اسلام کے گرے ہوئے ارکان کو قایم کریں۔ گذشتہ زمانہ کی سختیاں ابھی تک مسلمانوں کے دلوں میں برقرار ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ انکا تدارک نہ ہوسکے۔ اور اسلام کی غربت اس سے بھی زیادہ ہوجائے۔ اسلامی نشانوں میں سے ایک نشان اسلامی شہروں میں قاضیوں کا مقرر کرنا ہے، جو گذشتہ زمانہ میں محو ہوگیا تھا۔ سرہند میں جو اہل اسلام کے بڑے شہروں میں سے ہے کئی

سال سے کوئی قاضی نہیں ہے +

ترک دنیا

۱۹۷۔ بنام محمود (پہلوان)

سعادت مند وہ ہے جس کا دل دنیا سے سرد اور حق سبحانہ کی محبت کی گرمی سے گرم ہو گیا ہو۔

حدیث شریف میں ہے۔ الدنیا ملعون وملعون ما فیھا الا ذکر اللہ

دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے مگر اللہ کا ذکر۔

دنیا وہ چیز ہے جو دل کو حق تعالیٰ کی طرف سے ہٹائے، اور اس کے غیر کے ساتھ مشغول کر دے۔ ترک دنیا کی حقیقت سے مراد ہے۔ دنیا کی رغبت کا ترک کرنا اور رغبت کا ترک کرنا اسوقت ثابت ہوتا ہے جبکہ اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہو جائے اس مطلب کا حاصل ہونا جمعیت والے لوگوں کی صحبت کے بغیر مشکل ہے +

حضرت صدیق

۲۰۲۔ بنام مرزا فتح اللہ خاں حکیم :-

سلف کا اجماع اس بات پر ہے کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تمام انسان سے افضل ہیں، وہ بڑا ہی احمق ہے جو اس اجماع سے اختلاف کرے +

کشف۔ فقہ

۲۰۷۔ بنام میرزا حسام الدین احمد :-

کشف اور الہاموں کو جب تک کتاب وسنت کی کسوٹی پر نہ پرکھ لیں نیم جو کے برابر بھی پسند نہیں کرتے۔ طریق صوفیہ پر سلوک کرنے سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ کا جو ایمان کی حقیقت ہیں زیادہ یقین حاصل ہو جائے اور احکام فقہ کے ادا کرنے میں آسانی ہو +

عذاب

۲۱۴۔ بنام خان خانان :۔

اگر پوچھیں کہ حسنات میں اجر کئی گنا کیوں ہے اور برائیوں میں ان کے مثل جزا کیوں ہے تو پھر کفار کو چند روزہ برائیوں کے عوض ہمیشہ کا عذاب کیوں ہوگا؟ تو میں کہتا ہوں کہ عمل کے لئے جزا کا ہم مثل ہونا واجب تعالے کے علم پر موقوف ہے، جس کے سمجھنے سے ممکن کا علم قاصر ہے +

خوارق و کشف

۲۱۶۔ بنام میرزا حسام الدین احمد :۔

ولایت فنا و بقا میں خوارق و کشف کم ہوں یا زیادہ لوازم ولایت سے ہیں۔ لیکن یہ نہیں ہے کہ جس سے خوارق زیادہ ظاہر ہوں اس کی ولایت بھی اتم ہو۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خوارق بہت کم ظاہر ہوتے ہیں، مگر ولایت اکمل ہوتی ہے۔ جاننا چاہیئے کہ جس قدر کوئی اوپر جاتا ہے اُسی قدر نیچے آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ اوپر گئے اور نزول کے وقت سب سے نیچے آگئے۔ اسی واسطے آپکی دعوت اتم ہوئی۔ اور آپ تمام خلق کی طرف بھیجے گئے۔ کیونکہ نہایت نزول کے باعث آپ نے سب کے ساتھ مناسبت پیدا کی اور افادہ کا راستہ کامل تر ہوگیا۔ جس طرح نفس ولایت کے حاصل ہونے میں ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا مشروط نہیں ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے اسی طرح اسے اپنے خوارق کے وجود کا علم ہونا بھی مشروط نہیں ہے۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کسی ولی سے خوارق نقل کرتے ہیں اور اُس ولی کو ان خوارق کی نسبت بالکل اطلاع نہیں ہوتی +

قضاء معلّق۔ قضاء مبرم

۲۱۷۔ بنام ملا طاہر بدخشی :۔

کوشش کریں کہ عمل اور اعتقاد میں سر مو خلاف شریعت کوئی امر سرزد نہ ہو۔ باطنی نسبت کی حفاظت نہایت ہی ضروری ہے۔ اور باطنی نسبت جس قدر جہالت کی طرف جائے اُسی قدر زیبا ہے اور جس قدر حیرت تک پہونچے اسی قدر بہتر ہے۔ کیونکہ کشوف الہامی اور ظہورات

رویت کا وعدہ آخرت کے لئے ہے۔ دنیا میں وہ ثابت نہیں ہے۔ مشاہدے اور تجلیات سے جو صوفیہ خوش ہیں وہ ظلال اور شبہ ومثال کے ساتھ تسلی پائے ہوئے ہیں۔ حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر ان مشاہدوں اور تجلیوں کی پوری پوری حقیقت بیان کروں تو اس سے مبتدیوں کی طلب میں فتور پڑ جائیگا اور ان کے شوق میں قصور واقع ہوگا۔ میں اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ اگر باوجود علم کے کچھ نہ کہوں تو حق باطل سے ملا رہیگا۔ اس لئے اس قدر ضرور ظاہر کرتا ہوں کہ اس راہ کی تجلیات و مشاہدات کو موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہاڑ کی تجلی و شہود کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیئے۔ اگر یہ درست نہ ہو تو ناچار ظلال اور شبہ ومثال پر محمول کرنا چاہیئے۔

معاد۔ معاش

۲۱۹۔ بنام مرزا ایرج :۔

عقل معاد انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نصیب میں ہے۔ عقل معاش دولتمندوں اور دنیاداروں کا حصہ ہے۔ اور ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ ان کے اسباب کا تصور کرنا جو عقل معاد کو برانگیختہ کرنے والے ہیں، موت کا ذکر کرنا، آخرت کے احوال کا یاد کرنا اور ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا ہے، جو دار آخرت کی دولت سے مشرف ہیں تکالیف شرعی میں سراسر آسانی اور سہولت ہے۔ آیۃ کریمہ۔ یرید اللہ بکم الیسر اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا۔

اور آیۃ کریمہ۔ یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا۔ اللہ تم پر تخفیف کرنا چاہتا ہے۔ اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے

یہ دونوں اس مطلب پر گواہ ہیں۔

راہِ غلط

۲۲۰۔ بنام شیخ حمید بنگالی :۔

اے عزیز! اس غیب الغیب یعنی اندھا دھند راستہ میں سالکوں کے قدم بہت

پھیلتے ہیں۔ آپ اعتقادات اور عملیات میں شریعت کو مدنظر رکھکر زندگی بسر کریں۔ اس فقیر نے اپنے والد بزرگوار قدس سرہ سے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "بہتر" گروہوں میں سے اکثر جو گمراہ ہو گئے ہیں اور سیدھے راستہ سے بھٹک گئے ہیں، اس کا باعث طریق صوفیہ میں داخل ہونا ہے کہ انھوں نے کام کو انجام تک نہ پہونچا کر غلط راہ اختیار کی اور گمراہ ہو گئے۔

طریقہ نقشبندیہ

۲۲۱۔ بنام سید حسین مانک پوری:۔

اس طریقہ علیہ نقشبندیہ کی خصوصیتوں میں سے ایک سفر در وطن ہے، جس سے سیر انفسی مراد ہے۔ اگرچہ سیر انفسی مشائخ کے تمام طریقوں میں ثابت ہے لیکن وہ سیر، سیر آفاقی کے قطع کرنے کے بعد درجہ نہایت میں میسر ہوتی ہے اور اس طریق میں ابتدا اس سیر سے ہے اور سیر آفاقی اسی ضمن میں قطع ہو جاتی ہے۔ جب سفر در وطن میسر ہو جائے گا، تو خلوت در انجمن اس کے ضمن میں میسر ہو جائے گی۔ اور جاننا چاہیئے کہ خلوت در انجمن اس تقدیر پر ہے کہ وطن کے خلوت خانہ کے دروازے بند کئے جائیں۔ اور تمام سوراخ مسدود کر دیئے جائیں۔ یعنی انجمن تفرقہ میں کسی کی طرف توجہ تکلم اور تخاطب نہ ہو۔ نہ یہ کہ آنکھیں ڈھانپی جائیں اور حواس تکلف کے ساتھ بیکار کر دئے جائیں کیونکہ یہ بات اس طریق کے منافی ہے۔ اور اس طریق میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے اور سیر کی ابتدا عالم امر سے ہے۔ برخلاف اکثر دوسرے طریقوں کے کہ ان کے سیر کی ابتدا عالم خلق سے ہے اس طریقہ میں سلوک کی منزلیں جذبہ کے مراتب طے کرنے کے ضمن میں قطع ہو جاتی ہیں اور عالم خلق کی سیر عالم امر کے سیر میں میسر ہو جاتی ہے۔ پس اگر اس اعتبار سے بھی لکھیں کہ اس طریق میں انتہا ابتدا میں درج ہے تو گنجائش ہے۔ اس طریقہ علیہ کے بزرگوار احکام شرعیہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے جوز و مویز کے عوض ہاتھ سے نہیں دیتے اور صوفیہ کی بے ہودہ باتوں پر مغرور و مفتون نہیں ہوتے اور ان کے احوال کو، جو شرعی ممنوعات اور سنت سنیہ کے خلاف اختیار کرنے سے حاصل ہوں، قبول

نہیں کرتے، اور نہ انھیں چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس طریقہ کے مشائخ سماع و رقص
کو پسند نہیں کرتے، اور ذکر جہر کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان کا حال دائمی ہے اور ان
کا وقت استمراری ہے۔ وہ تجلّی ذاتی جو دوسروں کے لئے برق خاطف کی طرح ہے انکے
لئے دائمی ہے۔ اور وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو ان بزرگواروں کے نزدیک بے اعتبار
ہے۔ اس طریق میں پیری و مریدی طریقہ کے تعلّم و تعلیم پر موقوف ہے، نہ کہ کلاہ و شجرہ پر،
جو مشائخ کے اکثر طریقوں میں مرسوم ہے۔ اس سلسلہ کے مشائخ نے پیر تعلیم اور پیر صحبت کو
بھی پیر کہا ہے اور پیر کا تعدد تجویز فرمایا ہے۔ بلکہ یہ اور کہا ہے کہ خرقہ ارادت ایک سے لے
اور طریقت کی تعلیم دوسرے سے اور صحبت تیسرے کے ساتھ رکھے۔ اور اگر یہ تینوں دولتیں
ایک ہی سے میسر ہو جائیں تو زہے قسمت و نعمت۔

پیر وہ ہے جو مرید کو حق سبحانہ کی طرف رہنمائی کرے۔ یہ بات تعلیم طریقت میں زیادہ
ملحوظ اور واضح ہے۔ کیونکہ پیر تعلیم شریعت کا بھی استاد ہے اور طریقت کا بھی رہنما ہے۔
اس طریق میں ریاضتیں اور مجاہدے، نفس امّارہ کے ساتھ احکام شرعی کے بجا لانے اور
سنّت سنیہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑنے سے ہوتے ہیں۔ کیونکہ
پیغمبروں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل کرنے سے اُس نفس امّارہ کی خواہشوں کا دور کرنا
مقصود ہے جو اپنے مولیٰ جلشانہٗ کی دشمنی میں قائم ہے۔ وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو سنّت
کی تقلید کے سوا اختیار کی جائیں، معتبر نہیں ہیں۔ کیونکہ جوگی، ہندو، برہمن اور یونان کے
فلسفی بھی اس امر میں شریک ہیں۔ اور وہ ان کی ریاضتیں ان کے حق میں گمراہی بڑھانے
کے سوا اور کچھ نہیں کرتیں۔ اس طریقہ علیہ میں اکثر افادہ و استفادہ خاموشی میں ہے۔
اس کی توجہ کے مناسب اور اس کے مقام کے موافق خاموشی اور گونگا ہونا ہے۔

من عرف اللہ کل لسانہٗ۔

اس بات کا مصداق ہے ؎

[illegible]

۲۳۲ - بنام خواجہ محمد اشرف کابلیؒ۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ مریدی کا ذوق وہ ہے کہ جس وقت تک اس کی بائیں طرف کے

عمل لکھنے والے فرشتے اس کے اعمال نامے میں کچھ لکھنے نہ پائیں۔ اور یہ فقیر پُر تقصیر ذوق سے اپنے آپ کو بُرائیوں کا محیط جانتا ہے۔ خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ فقیر اس بات کو بناوٹ اور تکلف سے نہیں کہتا۔ رحمت کے سوا اسے کوئی امید نہیں ہے اور مغفرت کے سوا کوئی وسیلہ نہیں ہے خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو باوجود قرب قلبی کے چونکہ قرب بدنی آنحضرت صلعم سے حاصل نہ ہوا اس لئے ان لوگوں میں سے ادنیٰ آدمی کے درجے کو بھی نہیں پہونچے جن کو قرب بدنی حاصل تھا۔ پس صحبت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے +

غم روزگار

۲۲۴۔ بنام میر محمد نعمان بدخشی :۔

حق تعالےٰ کمال کرم سے اپنے بندوں کی روزی کا ذمہ وار ہوا ہے اور ہم کو اور آپکو اس کے فکر اور تردد سے فارغ البال کردیا ہے۔ جس قدر آدمی زیادہ ہونگے اسی قدر رزق زیادہ ہوگا۔ آپ صحبت کے ساتھ حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے میں متوجہ ہوں اور متعلقین کا غم حق تعالیٰ کے کرم کے حوالہ کردیں۔ الشیخ فی قومہ کالنبی فی الامۃ (شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی امت میں۔

لیکن ہم بے سروسامان کو اس بلند مرتبہ سے کیا مناسبت ہے ؟۔

غم روزگار

۲۲۶۔ شیخ محمد مودود :۔

اہل وعیال کی رضامندی کے لئے، اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنا اور آخرت کا عذاب اختیار کرنا عقل ودوراندیشی سے بعید ہے +

اعتکاف

۲۲۸۔ بنام میر نعمان :۔

رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف ایک دفعہ آپ سے ترک ہوگیا تھا۔ اس کی قضا کی نیت کر کے اس ذالحجہ کے عشرہ میں آپ اعتکاف بیٹھیے تاکہ اس طرح آپ سُنت نبوی کے مرتکب ہوں۔ اس عشرۂ اعتکاف میں گریہ وزاری اور عجز ونیاز سے اپنی تقصیروں اور

کوتاہیوں کی عذرخواہی کیجئے۔ بھائی صاحب اپنے کام کا فکر کرنا چاہیئے تاکہ جہان سے ایمان سلامت لیجائے اجازت نامے اور مرید کچھ کام نہ آئیں گے۔ ہاں اپنے کام کے ضمن میں اگر کوئی شخص سچی طلب سے آجائے تو اُسے طریقہ تعلیم کیجئے +

مبادی تعینات

۲۳۱۔ بنام میر محمد نعمان:۔

حصول اور وصول کے درمیان جو فرق ہے وہ سمجھ میں نہیں آتا۔ حصول باوجود بعد کے متصور ہے اور وصول متعذر اور دشوار ہے۔ آپ نے پوچھا تھا کہ اسما جو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کے مبدء ہیں کیا وہی اسما اولیا کے تعینات کے بھی مبدء ہیں؟۔ اور اگر ہیں تو کیا فرق ہے؟۔ اے عزیز! انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کے مبادی کلیاتِ اسما ہیں اور اولیا کے تعینات کے مبادی ان اسما کے جزئیات ہیں +

مجدد الف ثانی

۲۳۴۔ بنام مخدوم زادۂ کلاں شیخ محمد صادق:۔

حق سبحانہٗ کی حقیقت وجودِ محض ہے۔ کوئی امر اس کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہے۔ وہ وجود تعالیٰ ہر چیز اور کمال کا منشا اور ہر حسن و جمال کا مبدء ہے۔ پس اصالت کے ہر مرتبہ میں "اللہ تعالیٰ وجودٌ" کہہ سکتے ہیں۔ نہ کہ "اللہ تعالیٰ موجودٌ" اور ظل کے مرتبہ میں "اللہ تعالیٰ موجودٌ" صادق ہے نہ کہ "اللہ تعالیٰ وجودٌ" حکما اور صوفیہ کے گروہ جو وجود کے عینیت کے قائل ہوئے اس فرق کی حقیقت سے واقف نہیں ہوئے اور ظل کو اصل سے جُدا نہ کرسکے۔ انھوں نے حملِ اشتقاق اور حملِ مواطات دونوں کو ایک ہی مرتبہ میں رکھا ہے اور حملِ اشتقاق کے صحیح کرنے میں بیجا تکلف اور حیلہ کے محتاج ہوئے۔

جو عارف جزئیت تام سے متصف ہے اس کا شیطان بھی حسنِ اسلام پیدا کرلیتا ہے اور اس کا نفس امارہ مطمئن ہو کر اپنے مولیٰ سے راضی ہو جاتا ہے۔ اسی معنی میں سید المرسلین صلعم نے فرمایا ہے کہ۔

اسلم شیطانی۔ میرا شیطان بھی مسلمان ہوگیا ہے۔

اے فرزند! یہ وہ وقت ہے کہ پہلی امتوں میں ایسی ظلمت سے بھرے ہوئے وقت میں اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوتا تھا۔ اور شریعت کو از سر نو زندہ کرتا تھا۔ اس امت کے علماء کو انبیائے بنی اسرائیل کا مرتبہ دیا گیا ہے اور علما کا وجود بجائے انبیا کے وجود کے کافی ہے۔ اسی واسطے ہر صدی کے بعد اس امت کے علما میں سے ایک مجدد مقرر ہوتا ہے تاکہ شریعت کو زندہ کرے۔ ہزار سال کے بعد ایک اولوالعزم پیغمبر کے پیدا ہونے کا وقت آتا تھا اور معمولی پیغمبر اس وقت کافی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح اس وقت ایک تام المعرفت عالم و عارف درکار ہے جو گذشتہ امتوں کے اولوالعزم پیغمبر کا قائم مقام ہے۔

ولایت خاصہ محمدیہ

۲۴۶۔ بنام شیخ محمد صادق:۔

میرے فرزند ارشند کو معلوم ہو کہ تمہارے خط سے جو تم نے احوال کی شرح میں لکھا تھا ایسا مفہوم ہوا کہ تم کو ولایت خاصہ محمدیہ صلعم کے ساتھ مناسبت پیدا ہو گئی ہے۔ میں خداوند جل سلطانہ کا شکریہ ادا کیا مدت سے یہ آرزو تھی کہ یہ دولت تمہیں حاصل ہو۔

ذکر

۲۴۷۔ بنام ملا بدیع الدین:۔

ذکر سے مراد غفلت کا دور کرنا۔ بظاہر غفلت سے چارہ نہیں ہے۔ اس لئے ہر وقت ذکر کا احتیاج ہے۔

طریقہ نقشبندیہ

۲۴۸۔ بنام ملا ایوب محتسب:۔

مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ جو کہ رسول تمہارے پاس لایا اسے لو۔ اور جس سے اس نے منع کیا اس سے دور رہو۔

صوفیہ کا سلوک بھی جس سے فنا اور محبت ذاتیہ حاصل ہوتی ہے ضروری ہے۔ تاکہ اخلاص کی حقیقت ہاتھ آئے۔ صوفیہ کے طریقے کمال و تکمیل کے مرتبوں میں اصالتہً متفاوت ہیں۔ اس لئے ایسے طریق کا اختیار کرنا جس میں سنت سنیہ کی متابعت زیادہ لازم ہے اور جو

احکام شرعیہ کے بجا لانے کے زیادہ موافق ہو بہت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ اور یہی مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کا طریق ہے کیونکہ ان بزرگوں نے اس طریق میں سنت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب فرمایا ہے۔ جہاں تک ہو سکتا ہے رخصت پر عمل کرنا پسند نہیں کرتے۔ تجلی ذاتی جو دوسروں کے لئے برق کی طرح ہے ان بزرگوں کے لئے دائمی ہے ؂

اصحاب رسول کی باہمی لڑائیاں

۲۵۱۔ بنام مولانا محمد اشرف :۔

حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما نے نہ صرف کمالات محمدی حاصل کئے اور ولایت مصطفوی کے درجوں تک پہونچے، بلکہ ولایت کی طرف میں حضرت ابراہیمؑ سے اور دعوت میں جو مقام نبوت کے مناسب ہے حضرت موسیٰ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ دونوں باتوں میں حضرت نوحؑ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ دونوں باتوں میں حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور چونکہ حضرت عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں، اس لئے نبوت سے زائد ولایت کی نسبت ان میں غالب تر ہے۔ اور حضرت امیرؓ بھی اس مناسبت کے سبب سے ولایت کی نسبت غالب رکھتے ہیں۔ حضرت امیرؓ کے ساتھ لڑائی کرنیوالے خطا پر تھے، اور حق حضرت امیرؓ کی طرف تھا۔ لیکن لڑنے والوں کی یہ خطائے اجتہادی تھی اس لئے ملامت سے وہ دور تھی۔ حضرت معاویہؓ اس معاملہ میں تنہا نہیں تھے۔ کم وبیش آدھے اصحاب کرام ان کے ساتھ تھے۔ اگر حضرت امیرؓ کے ساتھ لڑائی کرنے والے کافر یا فاسق ہوں تو اس نصف دین سے اعتماد دور ہو جاتا ہے جو ان کی تبلیغ سے ہم تک پہونچا ہے۔ اس فتنہ کے برپا ہونے کا منشا حضرت عثمانؓ کا قتل اور ان کے قاتلوں سے قصاص طلب کرنا تھا۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ جو اول مدینہ سے باہر نکلے تھے تاخیر قصاص کے باعث نکلے تھے۔ اور اسی لئے حضرت صدیقہؓ نے بھی اس امر میں ان کے ساتھ موافقت کی تھی۔ جنگ جمل جس میں بہت سے آدمی قتل ہوئے اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی (جو عشرہ مبشرہ میں تھے) میں قتل ہوئے۔ حضرت عثمانؓ کے قصاص کے باعث ہوئی تھی۔ اس کے بعد حضرت

معاویہؓ نے شام سے آکر ان قصاص طلب کرنے والوں کی شرکت کی اور جنگ صفین واقع ہوئی
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ جھگڑا امر خلافت پر نہیں ہوا تھا۔ بلکہ قصاص
کے لئے حضرت امیرؓ کی خلافت کے ابتدا میں ہوا تھا۔ اور شیخ ابن حجر نے بھی اس بات کو اہل سنت
کے معتقدات سے قرار دیا ہے۔

اس امر میں بہتر طریق یہ ہے کہ پیغمبرؐ کے اصحابؓ کی لڑائی جھگڑوں کے ذکر نہ کیئے جائیں۔
یزید بدبخت فاسقوں کے زمرہ میں سے ہے۔ اس کی لعنت میں توقف کرنا اہل سنت
کے مقررہ اصول کے باعث ہے کہ انھوں نے کسی شخص کے لئے اگرچہ وہ کافر ہو لعنت جائز نہیں
رکھی ہے مگر اس صورت میں جب یقیناً معلوم ہو کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے جیساکہ ابولہب
جہنمی اور اس کی عورت کا حال ہے۔ اللہ تعالےٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ سلطان
وقت اپنے آپ کو حنفی مذہب قرار دیتا ہے اور اہل سنت وجماعت میں سے اپنے آپ کو
جانتا ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو مسلمانوں پر کام بہت تنگ ہوتا۔ اس بڑی نعمت کا شکر ادا
کرنا چاہیئے۔

شرح صدر

۲۵۴۔ بنام شیخ ادریس سامانی:۔

آپ نے فرمایا ہے کہ جب زمین کی طرف نظر کرتا ہوں تو زمین کو نہیں پاتا۔ اور آسمان کی
طرف نظر کرتا ہوں تو اس کو نہیں پاتا اور جس کسی کے سامنے جاتا ہوں اوس کا وجود بھی
نہیں پاتا اور اسی طرح عرش وکرسی وبہشت ودوزخ کا بھی وجود نہیں پاتا اور نہ اپنا
وجود پاتا ہوں۔ حق تعالےٰ کا وجود بے پایاں ہے۔ اس کی نہایت کو کسی نے معلوم نہیں کیا
ہے۔ تمام بزرگ اسی جگہ تک رہ گئے ہیں۔ اور یہاں تک آکر سیر سے عاجز ہو گئے ہیں۔ اور اس معنے سے
زیادہ انھوں نے کچھ اختیار نہیں کیا ہے۔ اگر آپ اسکو کمال جانتے ہیں اور اسی مقام میں ہیں تو پھر
میں آپکے پاس کس لئے آؤں اور کیوں تکلیف اٹھاؤں اور آپ کو بھی تکلیف دوں۔
میرے مخدوم اس قسم کے احوال قلب کے تلوینات سے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے
احوال والے شخص نے قلب کے مقامات سے ابھی چوتھے حصہ سے زیادہ طے نہیں کئے ہیں۔

مقاماتِ قلب سے تین حصّے اور طے کرنے چاہئیں تاکہ قلب کا معاملہ پورے طور پر طے ہو اور پھر قلب کے آگے روح اور روح کے آگے سِر اور سِر کے آگے خفی اور اس کے بعد اخفیٰ ہے۔ ان باقی ماندہ چاروں میں سے ہر ایک کے لئے الگ احوال و مواجید ہیں۔ اور سب کو جدا جدا طے کرنا چاہئیے۔ اور ہر ایک کمالات سے آراستہ ہونا چاہئیے۔ عالم امر کے ان پنجگانہ لطائف سے گذرنے اور ان کے اصلوں کے منازل کو درجہ بدرجہ طے کرنے اور اسما و صفات کے ظلی مدارج کو جو اُن اصول کے اصول ہیں درجہ بدرجہ قطع کرنے کے بعد اسما و صفات کی تجلیات اور شیونات و اعتبارات کے ظہورات ہیں۔ اور ان تجلیات سے گذر کر آگے تجلیات ذات ہیں۔ پھر نفس کے اطمینان سے معاملہ پڑتا ہے۔ اور پروردگار تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ وہ کمالات جو اس مقام میں حاصل ہوتے ہیں ان کے مقابلہ میں پہلے کمالات ایسے ہیں جیسے کہ دریائے محیط ناپیدا کنار کے مقابلہ میں قطرہ۔ اس مقام میں شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور اسلام حقیقی سے مشرف ہوتے ہیں +

سجدہ کعبہ

۲۵۴۔ ملا احمد برکی :۔

آپ نے لکھا ہے کہ "بعض تفاسیر میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میں کعبہ کو سجدہ کرتا ہوں تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سجدہ کعبہ کی طرف ہے نہ کہ کعبہ کو۔ پس رسالہ مبدء و معاد کی اس عبارت کے کیا معنی ہوئے کہ کعبہ کی صورت جس طرح اشیائی صورتوں کی مسجود ہے اسی طرح حقیقت کعبہ بھی حقائق اشیا کی مسجود ہے"

میرے مخدوم! یہ عبارتوں کی فروگذاشتوں سے ہے، جس طرح کہتے ہیں کہ آدم مسجود ملائکہ ہے۔ حالانکہ سجدہ خالق کے لئے ہے نہ کہ اس کی کسی مخلوق و مصنوع کے لئے۔ خواہ وہ کوئی مخلوق ہو۔

بدعت

۲۵۵۔ بنام ملا طاہر لاہوری :۔

سُنت و بدعت یہ دونوں پورے طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کا وجود

دوسرے کے نقض ونفی کو مستلزم ہے۔ پس ایک کا زندہ کرنا دوسرے کو مارنے کا مستلزم ہے۔ پس ہر ایک بدعت خواہ اسے حسنہ کہیں یا سیئہ کہیں، رفع سُنت کو مستلزم ہے +

مناصبِ باطنی

۲۵۶۔ بنام شیخ بدیع الدین :۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعدار، جب کامل تابعداری کے باعث مقام نبوت کے کمالات کو تمام کر لیتے ہیں، تو ان میں سے بعض منصب امامت سے سرفراز کئے جاتے ہیں اور بعض کے لئے صرف اس کمال کے حاصل ہونے پر کفایت کی جاتی ہے۔ یہ دونوں بزرگ اس کمال کے نفس حصول میں برابر ہیں۔ فرق صرف منصب اور عدم منصب میں اور ان امور میں ہے جو اس منصب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جب کامل تابعدار ولایت نبوت کے کمالات کو تمام کر لیتے ہیں ہیں تو ان میں سے بعض کو منصب خلافت سے مشرف فرماتے ہیں۔

یہ دونوں مناصب کمالاتِ اصلیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ کمالات ظلیہ میں منصب امامت کے مناسب قطب ارشاد کا منصب ہے۔ اور منصب خلافت کے مناسب قطب مدار کا منصب ہے گویا یہ دونوں مقام ظلی ہیں اور دونوں مناصب اصلی کے تحت میں ہیں۔ شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غوث بھی قطب مدار ہے۔ ان کے نزدیک منصب غوثیت منصب قطبیت سے علیحدہ کوئی منصب نہیں ہے۔ اور فقیر کا عقیدہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار سے الگ ہے بلکہ قطب مدار بعض امور میں غوث سے مدد لیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے۔ قطب کو اس کے اعوان و انصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کے اعوان و انصار اسکے زیر حکم ہیں۔ اسی لئے صاحب فتوحات مکیہ لکھتے ہیں کہ :۔ مامن قریۃ لومنۃ کانت۔ اور کانتو کا الا فیھا قطب۔ مومنوں اور کافروں کا کوئی ایک گاؤں نہیں ہے جسمیں قطب نہ ہو۔

واضح رہے کہ صاحب منصب کو تو اپنے منصب کا علم ہوتا ہے لیکن جو صاحب کمال منصب نہیں رکھتا اس کے لئے لازم نہیں ہے کہ اپنے کمال سے مطلع ہو۔ آپ نے لکھا تھا کہ بعض

عورتیں مشغولی یعنی ذکر کی طلب ظاہر کرتی ہیں۔ اگر وہ محرمات سے ہیں تو سامنے بیٹھکر ورنہ پردہ میں بیٹھکر طریقہ سیکھیں۔

دنوں کی نحوست رحمتِ عالم علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے دور ہوگئی ہے۔ اس فقیر کا عمل بھی اسی پر ہے یہ فقیر کسی دن کو دوسرے دن پر ترجیح نہیں دیتا۔ جب تک کہ اس کی ترجیح شرع سے معلوم نہیں کرتا۔ جیسے رجعہ اور رمضان وغیرہ کے دن۔

شرح صدر

۲۵۷۔ بنام میر نعمان:۔

یہ طریقہ جو ہم نے اختیار کیا ہے اس کی ابتداقلب سے ہے۔ قلب سے گذر کر مراتب روح میں جو قلب سے اوپر ہے سیر واقع ہوتی ہے۔ روح سے گذر کر یہ معاملہ سر کے ساتھ جو اس کے اوپر ہے، پڑتا ہے۔ یہی حال خفی اور اخفیٰ کا ہے۔

ان لطائف پنجگانہ کی منزلوں کے طے کرنے کے بعد ان پنجگانہ لطائف کے اصول میں جو عالم کبیر میں ہیں، سیر واقع ہوتی ہے۔ کیونکہ جو کچھ عالم صغیر میں ہے، اس کی اصل عالم کبیر میں ہے۔ عالم صغیر سے مراد انسان ہے اور عالم کبیر سے مراد مجموعہ کائنات ہے۔ ان پنجگانہ لطائف کے اصول کی سیر کا آغاز عرش مجید سے ہے جو انسان کے قلب کی اصل ہے۔ اس کے اوپر روح انسانی کی اصل ہے۔ اس کے اوپر سر انسانی کی اصل ہے اور اصل سر کے اوپر خفی کی اصل ہے اور اصل خفی کے اوپر اخفیٰ کی اصل ہے۔

جب عالم کبیر کے ان پنجگانہ مراتب کو مفصل طور پر طے کرکے اس کے اخیر نقطہ تک پہونچتے ہیں اس وقت دائرہ امکان تمام ہو کر فنا کی منزلوں میں سے اوّل منزل میں قدم رکھا جاتا ہے۔ بعد ازان اگر ترقی واقع ہوئی تو اسما وصفات واجب تعالیٰ کے ظلال میں سیر واقع ہوگی۔ اور یہ ظلال وجوب اور امکان کے درمیان برزخ کی طرح ہیں اور عالم کبیر کے پنجگانہ مراتب کے لئے اصول کی طرح ہیں۔ ان ظلال میں بھی اسی ترتیب سے سیر ہوگی جس طرح ان کے فروع میں ذکر ہوچکا ہے۔ اگر اللہ جلشانہٗ کے فضل سے اُن

ظلال کی منزلیں طے کر کے ان کے آخری نقطہ تک پہونچ جائیں تو پھر اسماء وصفات واجب تعالیٰ میں سیر شروع ہوگی اور اسماء وصفات کے تجلیات ظاہر ہونگے اور شیون واعتبارات کا ظہور جلوہ فرما ہوگا۔ اس وقت عالم امر کے پنجگانہ لطائف کو معاملے سب کے سب طے ہو جائیں گے اور ان کے حق ادا ہو چکیں گے۔ اس کے بعد اگر خدا تعالیٰ کے فضل سے اس مقام سے بھی ترقی واقع ہوئی تو نفس کے اطمینان سے معاملہ پڑے گا۔ اور مقام رضا جو سلوک کے مقامات میں انتہائی مقام ہے، حاصل ہو جائے گا۔ اسی مقام میں شرح صدر ہوتا ہے اور اسلام حقیقی سے مشرف ہوتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں وہ کمالات جو عالم امر سے متعلق ہیں ایسے ہیں جیسے دریائے محیط کے مقابلہ میں قطرہ۔

شاہق جبل

۲۵۹۔ بنام خواجہ محمد سعید:۔

اگر شاہق جبل، جو بت پرست ہے، دوزخ میں ہمیشہ نہ رہے گا تو کیا بالآخر وہ بہشت میں جائے گا؟ اس سوال کا جواب واقعی مشکل ہے۔ صاحب فتوحات مکیہ نے ان لوگوں کے دعوت کے لئے پیغمبر کا مبعوث ہونا ثابت کیا ہے اور اس دعوت کے قبول وانکار کے بموجب ان کے لئے بہشت ودوزخ کا حکم دیا ہے۔ اس فقیر کے نزدیک یہ پسندیدہ اور بہتر نہیں ہے۔ ایک مدت کے بعد خداوند تعالیٰ کی عنایت نے رہنمائی کی اور یہ معما حل کر دیا اور منکشف فرمایا کہ یہ لوگ ہمیشہ نہ بہشت میں رہیں گے اور نہ دوزخ میں رہینگے بلکہ آخرت کے بعث واحیا کے بعد مقام حساب میں یہ کھڑے کئے جائیں گے اور گناہوں کے اندازے کے موافق عتاب وعذاب دئے جائیں گے اور حقوق عباد پورے کر کے غیر مکلف حیوانوں کی طرح معدوم مطلق اور لاشئے محض کر دیئے جائیں گے۔ حق یہی ہے جو مجھے الہام ہوا ہے کہ قیامت کے دن محاسبہ کے بعد وہ معدوم کئے جائیں گے۔ اس فقیر کے نزدیک دارحرب کے مشرکین کے اطفال کے بارہ میں بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ بہشت میں داخل ہونا ایمان پر وابستہ ہے، ایمان اصالت کے طور پر ہو یا تبعیت کے طور پر ہو۔ فقیر ملاحظہ کرتا ہے اور نظر کو وسیع کرتا ہے تو کوئی ایسی جگہ نہیں پاتا جہاں ہمارے پیغمبر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت نہ پہونچی ہو۔ حتیٰ کہ زمین ہند میں بھی، جو اس معاملہ میں دُور دکھائی دیتی ہے۔ یہ فقیر معلوم کرتا ہے کہ پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں۔ ہند کے رئیس کفار نے واجب تعالےٰ کے وجود اس کی صفات اور اس کے تنزیہ و تقدیس کے نسبت جو لکھا ہے وہ انوار نبوت سے مقتبس ہے۔ گذشتہ امتوں میں سے ہر ایک کے زمانے میں ایک ایک پیغمبر ضرور گذرا ہے۔ اگر ہند میں انبیاء مبعوث نہ ہوئے ہوں اور ملک کی زبان میں دعوت نہ کی ہو، تو پھر ہندیوں کا حکم بھی شاہق جبل کا حکم ہوگا +

دوائر سیر۔ مبادی تعینات۔ علوم حصولی و حضوری

۲۶۰۔ بنام شیخ محمد صادق:۔

عالم امر کے پنجگانہ لطائف یعنی قلب۔ روح۔ سر۔ خفی۔ اور اخفیٰ انسانی عالم صغیر کے اجزا ہیں اور ان کے اصل عالم کبیر میں ہے۔ اسی طرح عناصر اربعہ بھی جو انسان کے اجزا ہیں اپنی اصل عالم کبیر میں رکھتے ہیں۔ ان پنجگانہ لطائف کے اصلوں کا ظہور عرش کے اوپر ہے جو لامکانیت سے موصوف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم امر کو لامکانی کہتے ہیں۔ دائرہ امکان یعنی خلق و امر اور صغیر و کبیر ان اصلوں کی نہایت تک تمام ہوجاتا ہے اور عدم کا وجود سے ملنا جو امکان کا منشا ہے اس مقام میں منتہی ہوجاتا ہے۔ جب سالک رشید محمدی المشرب لطائف پنجگانہ کو ترتیب وار طے کرکے ان کے اصول میں، جو عالم کبیر میں ہیں۔ سیر فرماتا ہے اور بلند فطرتی، بلکہ محض فضل ایزدی سے ان سب کو ترتیب اور تفصیل کے ساتھ طے کرکے ان کے اخیر نقطہ تک پہونچتا ہے تو اس وقت دائرہ امکان کو سیر الی اللہ کے ساتھ تمام کر دیتا ہے اور فنا کے اسم کا اطلاق اپنے اوپر حاصل کرکے ولایت صغریٰ میں جو ولایت ظلی ہے، قدم رکھتا ہے اور اس وقت ولایت ہی سیر شروع کرتا ہے۔ اور اس کے بعد اگر اسمائے وجوبی شانات و تقدسات کے ظلال میں جو حقیقت میں ان پنجگانہ عالم کبیر کے اصول ہیں اور جن میں علوم کی کچھ آمیزش نہیں ہے سیر واقع ہو جائے اور ان سب کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سیر فی اللہ کے طریق سے طے کرکے ان کی نہایت تک پہونچ جائے تو اسمائے وجوبی کے ظلال کا دائرہ سب کا سب تمام ہوجاتا ہے اور اسماء صفات واجب جل شانہٗ کے مرتبہ تک پہونچ جاتا ہے۔ ولایت صغریٰ

کے عروج نہایت یہیں تک ہے۔ اس مقام میں حقیقتِ فنا کا آغاز متحقق ہوتا ہے اور ولایت کبریٰ کی ابتداء میں، جو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے، قدم رکھا جاتا ہے۔
مخفی نہ رہے کہ یہ دائرۂ ظل انبیائے کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا تمام مخلوقات کے مبادی تعینات کو متضمن ہے اور ہر ایک اسم کا ظل ہر ایک شخص کا مبداءِ تعین ہے۔ حتیٰ کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا (جو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں میں اشرف ہیں) مبدءِ تعین اس دائرہ کے اوپر کا نقطہ ہے۔
بعض نے لکھا ہے کہ "جب سالک اس اسم تک جو اس کا مبدءِ تعین ہے پہونچ جاتا ہے تو اس وقت وہ سیر الی اللہ کو تمام کر لیتا ہے" اس میں اسم سے مراد ہے اسم الٰہی جلشانہ کا ظل اور اسم کی جزئیات میں سے ایک جزو نہ کہ اس اسم کی اصل۔ یہ دائرہ ظل حقیقت میں مرتبہ اسمائے صفات کی تفصیل ہے۔ مثلاً حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مبدء تعین شان العلم ہے اور یہی صفت العلم ایک اعتبار سے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدء تعین ہے۔ اور نیز یہی صفت ایک اعتبار سے حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدءِ تعین ہے۔ من عرف اللہ کل لسانہ ۔ جس نے اللہ کو پہچانا اوسکی زبان گنگ ہوگئی۔
وہ امر جو اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے تجلیات وظہورات کے ماوراء ہے۔ خواہ وہ تجلیات ذاتی ہوں خواہ صفاتی۔ اور حسن وجمال کے بھی وہ ماوراء ہے۔ خواہ حسن ذاتی ہو خواہ صفاتی ہو۔ اسم ظاہر اور اسم باطن کے دونوں پردوں کے حاصل ہونے کے بعد جب پردہ ذیتیسر ہوئی تو اس سیر کی اثنا میں جو حالت واقع ہوئی اس میں ظاہر ہوا کہ میں ایک راستہ میں جارہا ہوں اور چلتے چلتے تھک گیا ہوں، عصا کی خواہش رکھتا ہوں کہ شاید اس کی مدد سے چل سکوں، لیکن وہ نہیں ملتا۔ ہر خس وخاشاک کی طرف ہاتھ ڈالتا ہوں تاکہ راستہ پر چلنے کی طاقت حاصل ہو۔ کیونکہ راہ کاٹنے کرنا ضروری تھا۔ جب کچھ عرصہ تک اسی طرح چلتا رہا تو ایک شہر کی فناء کرو نواح کا میدان ظاہر ہوئی۔ اس فنا کی مسافت طے کرنے کے بعد میں اس شہر میں داخل ہوا اور میں نے معلوم کیا کہ اس شہر سے تعین اول مراد ہے۔ یہ تمام مراتب اسماء وصفات و

شیون و اعتبارات کا جامع ہے اور نیز ان مراتب کے اصول اور ان کے اصول کے اصول کا بھی جامع ہے اور ان اعتبارات ذاتیہ کا منتہا ہے، جن کے درمیان تمیز کرنا علم حصولی کے مناسب ہے اور اس کے بعد اگر سیر واقع ہو گی تو علم حضوری کے مناسب ہو گی۔

آنحضرت جل سلطانہ میں علم حصولی اور علم حضوری کا اطلاق مثال اور نظیر کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ صفات جن کا وجود ذات تعالیٰ کے وجود پر زائد ہے ان کا علم علم حصولی کی مناسب ہے اور اعتبارات ذاتیہ جن کا ذات تعالیٰ پر زیادہ ہونا ہرگز متصور نہیں ہے ان کا علم علم حضوری کے مناسب ہے۔ ورنہ وہاں تو سوائے اس تعلق کے جو علم کو اپنے معلوم سے بغیر اس کے ہے کہ معلوم کی نسبت کچھ علم حاصل ہو اور کچھ نہیں ہے۔ فافہم۔ تعین اول سے وہ شہر جامع مراد ہے جو انبیائے کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تمام ولایات کا جامع اور ولایت عُلیا کا منتہا ہے اور جو اصل حلو۔ پر ملائے اعلیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس مقام میں ملاحظہ کیا گیا کہ آیا یہ تعین اوّل حقیقت محمدی ہے یا نہیں؟ تو معلوم ہوا کہ حقیقت محمدی وہی ہے جو اوپر ذکر ہو چکی ہے۔ اور اس کو تعین اوّل اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ وہ اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کی جامعیت کے اعتبار سے اس تعین اوّل کے ظل کا مرکز ہے۔ اور وہ سیر جو اس شہر کے اوپر واقع ہو، وہ کمالات نبوت کا شروع ہے۔ ان کمالات کا حاصل ہونا انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہ کمالات مقام نبوت سے ناشی اور پیدا ہوئے ہیں۔ اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو بھی ان کی تابعداری کے سبب سے ان کمالات سے کچھ حصہ ملتا ہے۔ اور لطائف انسانی کے درمیان عنصر خاک کو اصالت کے طور پر ان کمالات کا بہت سا حصہ حاصل ہے۔ باقی تمام اجزائے انسانی خواہ عالم امر سے ہوں یا عالم خلق سے ہوں، سب اس مقام میں اسی عنصر پاک کے تابع ہیں اور اسی کے طفیل سے اس دولت سے مشرف ہیں۔ کیونکہ یہ عنصر بشر کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے خاص انسان تمام فرشتوں سے افضل ہو گئے۔ کیونکہ جو کچھ اس عنصر کو حاصل ہوا ہے وہ کسی اور کو میسر نہیں ہوا۔ اور موت کے بعد تبدیلی کی حقیقت اسی مقام سے ظاہر ہوتی ہے۔

قاب قوسین او ادنیٰ

کا سیر اسی جگہ منکشف ہوتا ہے۔ اس سیر میں معلوم ہوتا ہے کہ تمام ولایتوں یعنی صغریٰ کبریٰ، اور علیا کے کمالات سب مقام نبوت کے کمالات کے ظلال ہیں۔ اور وہ کمالات ان کمالات کی حقیقت کے لئے شبہ و مثال کی طرح ہیں۔ اور یہ بھی روشن ہو جاتا ہے کہ اس سیر کے ضمن میں ایک نقطہ کا طے کرنا مقام ولایت کے تمام کمالات کے طے کرنے سے زیادہ ہے۔ دریائے محیط کو بھی قطرے کے ساتھ کچھ نہ کچھ نسبت ضرور ہے لیکن یہاں تو یہ نسبت بھی مفقود ہے ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ مقامِ نبوت کو مقامِ ولایت سے وہ نسبت ہے جو غیر متناہی کو متناہی کے ساتھ ہے۔ سبحان اللہ! اس شخص سے جو جاہل ہے وہ کہتا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اور توجیہ کرتا ہے کہ نبی کی ولایت نبی کی نبوت سے افضل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کے حبیب صلعم کے صدقے سے اس فقیر نے اس سیر کو بھی انجام تک پہونچایا تو مشہود ہوا کہ اگر ایک قدم اور زیادہ کرے تو عدم محض میں جا پڑے گا۔ کیونکہ اس کے آگے عدم محض کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اے فرزند! اس ماجرا سے تو یہ وہم نکر کہ عنقا شکار ہو گیا اور سیمرغ جال میں پڑ گیا۔ کیونکہ وہ حق سبحانہٗ تعالےٰ ماوراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔ یہ وراثت حُجُب کے وجود کے اعتبار سے نہیں ہے۔ کیونکہ حُجُب سب کے سب مرتفع ہو گئے ہیں۔ بلکہ عظمت و کبریا کے ثبوت کے اعتبار سے ہے جو ادراک کے منع اور وجدان کے منافی ہے کیونکہ وہ حق سبحانہٗ وجود میں اقرب ہے اور وجدان و ادراک سے ابعد ہے۔

حق سبحانہٗ تعالیٰ کی ذات وجود و عدم کے ماوراء ہے۔ جس طرح عدم کو وہاں راہ نہیں ہے وجود کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ وہ وجود جس کا نقیض عدم ہو، اس بارگاہ جل شانہٗ کے لائق ہے۔ اور اگر عبارت کی تنگی کے باعث اس مرتبہ میں وجود کا اطلاق کریں تو اس سے وہ وجود مراد ہوگا جس کی نقیض شئ کی عدم کو مجال نہیں ہے۔

اور اس فقیر نے جو اپنے بعض مکتوبات میں لکھا ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ کی حقیقت وجود محض ہے۔ اس معاملہ کی حقیقت کو نہ پانے کے باعث لکھا ہے۔ اور وہ بعض معارف جو توحید وجودی وغیرہ میں لکھے ہیں وہ بھی اسی قسم سے ہیں۔ ان کا سر بھی یہی عدم

اطلاع ہے۔ جب معاملہ کی اصل حقیقت سے فقیر آگاہ کیا گیا تو جو کچھ ابتدا اور وسط میں اس نے لکھا اور کہا تھا اس سے نادم ہوا اور استغفار کیا۔

استغفر اللہ واتوب الی اللہ من جمیع ما کرہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ

کمالات نبوت مراتب صعود میں ہیں۔ نبوت کے عروجات میں توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے نہ جیسا کہ اکثر لوگوں نے گمان کیا ہے کہ ولایت میں حق تعالےٰ کی طرف توجہ ہوتی ہے اور نبوت میں خلق کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ ولایت مراتب عروج میں ہے اور نبوت مدارج نزول میں ہے۔ اسی وجہ سے بعض نے وہم کیا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ نبوت اور ولایت میں سے ہر ایک کے لئے عروج و ہبوط ہے۔ عروج میں دونوں کا منہ حق کی طرف ہے اور ہبوط میں دونوں کا منہ خلق کی طرف ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نبوت کے مرتبہ ہبوط میں کلی طور پر خلق کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ ولایت کے مرتبہ ہبوط میں کلی طور پر خلق کی طرف منہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا باطن رو بحق ہوتا ہے اور اس کا ظاہر رو بخلق ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحب ولایت نے عروج کے مقامات کو تمام نہ کر کے نزول کیا ہے اسی واسطے فوق کی نگرانی ہر دم اس کی دامن گیر ہے اور خلق کی طرف کلی طور پر اس کی توجہ کی مانع ہے۔ برخلاف صاحب نبوت کے کہ اس نے مقامات عروج کو تمام کر کے ہبوط فرمایا ہے۔ اسی واسطے وہ کلی طور پر خلق کو خالق کی طرف دعوت کرنے میں متوجہ ہے۔ اے فرزند! جان لے کہ طریقہ نقشبندیہ میں سیر کی ابتدا قلب سے ہے جو عالم امر سے ہے تو بات کی ابتدا بھی عالم امر سے کی گئی۔ برخلاف باقی طریقوں کے مشائخ کرام کے کہ شروع میں وہ تزکیہ نفس کرتے ہیں۔ اور قالب یعنی وجود کو پاک فرماتے ہیں اور بعد از ان عالم امر میں آتے ہیں۔ اور جہاں تک اللہ کو منظور ہو اس میں عروج کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان بزرگواروں کی ہدایت میں مندرج ہے۔ اور یہ طریق سب طریقوں سے اقرب ہے۔

واضح رہے کہ لطائف کا مذکورہ بالا میں ترتیب کے ساتھ سلوک کرنا یعنی قلب سے روح اور روح سے سر اور سر سے خفی اور خفی سے اخفیٰ تک پہونچنا بھی محمدی المشرب کے ساتھ مخصوص ہے، جو ترتیب وار ان پنجگانہ عالم امر کو تمام کر کے بترتیب ان کے اصول میں سیر کرتا ہے اور بعد از ان اصول کے اصول میں اسی ترتیب کو مدِ نظر رکھکر کام کو سرانجام تک پہونچاتا ہے۔ احدیت کی طرف متوجہ ہونے والوں کے لئے یہ راستہ اس مذکورہ بالا ترتیب سے وصول کے لئے شاہ راہ اور صراط مستقیم ہے۔

صوفیہ خام ذکر و فکر کو ضروری سمجھ کر فرضوں اور سنتوں کے بجا لانے میں سستی کرتے ہیں۔ اور چلہ اور ریاضتیں اختیار کر کے جمعہ و جماعت کو ترک کر دیتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ ایک فرض کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا ان کے ہزار چلوں سے بہتر ہے۔ ہاں آداب شرعیہ کو مد نظر رکھ کر ذکر و فکر میں مشغول ہونا بہت ہی بہتر اور ضروری ہے۔ بعض علمائے بے سرانجام بھی نوافل کی ترویج میں سعی کرتے ہیں اور فرائض کو خراب و ابتر کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ولایت میں قدم آگے رکھتے ہیں۔ اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم نبوت میں زیادہ تر ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں عالمِ امر کی نسبت بلند ہے جس کے سبب سے وہ روحانیوں میں مل گئے ہیں۔ اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عالمِ خلق کی نسبت غالب ہے جس کے سبب سے انھوں نے مشاہدے پر کفایت نہ کر کے رویت بصر طلب فرمائی۔

شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غوث ہی قطب مدار ہے۔ ان کے نزدیک غوثیت کا علیحدہ مرتبہ نہیں ہے۔ لیکن جو فقیر کا اعتقاد ہے وہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار نہیں ہے۔ بلکہ قطب اس سے بعض امور میں مدد لیتا ہے۔ اور ابدال کے مراتب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے۔

جاننا چاہیئے کہ منتہی کو خوارق کے ظہور سے چارہ نہیں ہوتا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس ظہور میں اس کا اختیار نہیں ہوتا۔ بلکہ بسا اوقات اس کو اس ظہور کا علم بھی نہیں ہوتا۔ بعض لوگ اس سے خوارق ظاہر ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ لیکن اس کو ان کی

اطلاع نہیں ہوتی۔

معراج المومنین

۲۶۱۔ بنام میر نعمان:۔

الصلوٰۃ معراج المومنین　　　نماز مومنوں کے لیے معراج ہے۔

اقرب مایکون العبد من الرب فی الصلوٰۃ (سب سے زیادہ قرب جو بندے کو رب سے ہے وہ نماز میں ہوتا ہے۔

نمازی جو نماز کی حقیقت سے آگاہ ہے، نماز ادا کرنے کے وقت گویا عالم دنیا سے باہر نکل جاتا ہے اور عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت اس دولت سے جو آخرت سے مخصوص ہے، حصہ حاصل کر لیتا ہے۔ اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کا فائدہ پا لیتا ہے۔

اس طائفہ میں سے جم غفیر نے اپنے اضطراب وبیقراری کی تسکین سماع۔ نغمہ۔ وجد اور تواجد سے حاصل کی ہے۔ اگر نماز کے کمالات کی حقیقت کچھ بھی ان پر منکشف ہو جاتی تو ہرگز یہ سماع و نغمہ کا نام نہ لیتے اور نہ وجد و تواجد کو یاد کرتے۔

معراج المومنین

۳۰۲۔ بنام میاں تاج الدین:۔

فقیر کے نزدیک جس طرح کعبہ کی صورت ملک۔ بشر اور تمام خلائق کے لئے مسجود الیہ ہے اسی طرح اس کی حقیقت بھی ان صورتوں کے حقائق کے لئے مسجود الیہ ہے۔ اسی واسطے حقیقت کعبہ تمام حقائق سے برتر ہے اور اس کے متعلقہ کمالات تمام حقائق کے متعلقہ کمالات سے بڑھکر ہیں۔ گویا یہ حقیقت حقائق کونی اور حقائق الٰہی کے درمیان برزخ ہے۔ حقائق الٰہی سے مراد عظمت وکبریا کے پردے ہیں، جن کے دامن پاک تک رنگ وکیفیت کا گزنہیں اور ظلیت نے ان کی طرف راہ پائی ہے۔ دنیوی عبادات اور ان کے ظہورات کی نہایت حقائق کونی کے انتہا تک ہے اور حقائق الٰہی سے کامیاب ہونا آخرت پر مخصوص ہے۔ ہاں سارے میں جو مومن کی معراج ہے اور اس معراج میں گویا دنیا سے نکل کر آخرت میں مومن

چلا جاتا ہے۔ اس خاص میں سے جو آخرت میں میسر ہوگا کچھ حصہ حاصل ہو جاتا ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ نماز میں اس دولت کے حاصل ہونے کا عمدہ ذریعہ کعبہ کی طرف، جو حقائق الٰہی جل شانہٗ کے ظہورات کا مقام ہے، نمازی کا توجہ کرنا ہے۔ دنیا میں کعبہ ایک عجیب شئے ہے۔ صورت میں یہ دنیا سے ہے لیکن حقیقت میں یہ آخرت سے ہے نماز نے بھی اس کے وسیلے سے یہ نسبت پیدا کر لی ہے کہ صورت اور حقیقت میں یہ دنیا اور آخرت کی جامع ہے +

قلب بمنزلہ برزخ ہے

۲۶۴۔ بنام میر سید باقر سہارنپوری:۔

اچھی طرح اس کے حال کا ملاحظہ کیا گیا تو ظاہر ہوا کہ اس کی یہ فنا اور محویت عنصر ہوا میں ہے۔ جو ذرات میں سے ہر ذرہ کو محیط ہے اور ہوا کے سوا کوئی اور امر مشہود نہیں ہے اور اسی کو وہ خدائے بے نہایت سمجھا ہے۔ تعالی اللہ سبحانہ عن ذالک علواً کبیراً۔

جاننا چاہیئے کہ عالم خلق یعنی عالم عناصر اربعہ اور عالم ارواح کے درمیان قلب بمنزلہ برزخ کے ہے اور دونوں عالم کا رنگ رکھتا ہے۔ گویا قلب کا نصف حصہ عالم خلق سے ہے اور نصف حصہ عالم ارواح سے ہے۔ جب اس کے عالم خلق والے نصف حصہ کو پھر نصف کریں تو معاملہ عنصر ہوا پر جا پڑے گا۔ پس قلب کا چوتھا حصہ مقام ہوا سے ہے۔ جس میں قلب شامل ہے +

مسلمانوں کے حقوق

۲۶۵۔ بنام شیخ عبدالہادی بدایونی:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ حق المسلم علی المسلم خمس رد السلام وعیادۃ المریض واتباع الجنائز واجابت الدعوۃ وتشمیت العاطس۔

مسلمانوں کے پانچ حق مسلمانوں پر ہیں۔ سلام کا جواب دینا۔ بیمار پرسی کرنا۔ جنازہ کے پیچھے چلنا۔ اور دعوت کا قبول کرنا۔ اور چھینک کا جواب دینا۔

عقائد اہل اسلام

۲۹۲ - بنام خواجہ عبداللہ و خواجہ عبیداللہ :-

(۱) اللہ تعالیٰ خود موجود ہے اور تمام اشیاء اسی کی ایجاد سے موجود ہیں۔ وہ اپنی ذات۔ صفات اور افعال میں یگانہ ہے۔

(۲) حق تعالیٰ پر زمانہ اور تقدم و تاخر کے احکام جاری نہیں ہوتے۔ حق تعالیٰ کے علم میں ہم معلومات کا تعلق ثابت کریں تو ایک ہی تعلق ہوگا جو تمام مخلوقات کے ساتھ متعلق ہے۔ اور وہ تعلق بھی مجہول الکیفیت ہے اور صفات العلم کی طرح بے چون و بے چگونہ ہے اللہ تعالےٰ کی ذات کی طرح اس کے صفات اور افعال بھی بے چون اور بے چگون ہیں۔

اشعری نے حق تعالےٰ کے فعل کی حقیقت سے اطلاع نہ پائی۔ اس لئے تکوین کو حادث کہدیا۔ اور حق تعالےٰ کے افعال کو حادث جان لیا۔ اور یہ نہ جانا کہ یہ سب حق تعالیٰ کے ازلی فعل کے آثار ہیں نہ کہ حق تعالےٰ کے افعال۔

بعض صوفیہ نے جو تجلی افعال ثابت کی ہے اور اس مقام میں ممکنات کے افعال کے آئینہ میں اس واحد جل شانہٗ کے فعل کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا ہے۔ وہ بھی اسی قسم سے ہے۔ یعنی تجلی درحقیقت حق تعالیٰ کے فعل کے آثار کی تجلی ہے نہ کہ حق تعالیٰ کے فعل کی تجلی۔ کیونکہ حق تعالیٰ کے لئے، جو بے چون اور بے چگون اور قدیم ہے اور اپنی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ (جس کو تکوین کہتے ہیں) محدثات کے آئینوں میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

افعال و صفات حق تعالیٰ کی ذاتِ پاک سے الگ نہیں ہیں۔ کہ ان کی تجلی ذات کی تجلی کے سوا متصور ہو۔ اور وہ چیز جو حق تعالیٰ کی ذات سے الگ ہے وہ حق تعالیٰ کی صفات اور افعال کے ظلال ہیں۔ جن کی تجلی کو افعال و صفات کے ظلال کی تجلی کہنا چاہئیے نہ کہ افعال و صفات کی تجلی۔

(۳) اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور نہ کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے۔ حق تعالےٰ تمام اشیاء کو محیط ہے اور ان کے ساتھ قرب و معیت رکھتا ہے۔ اس احاطہ اور

قرب اور معیت سے جو مراد ہے وہ ہمارے فہم قاصر میں نہیں آسکتا۔ جو کچھ حقیقت اور شہود سے ہم معلوم کرتے ہیں اس سے بھی وہ منزہ اور پاک ہے۔ کیونکہ ممکن کو حق تعالیٰ کی ذات وصفات و افعال کی حقیقت سے سوائے نادانی اور حیرت کے کچھ حاصل نہیں ہے۔ غیب کے ساتھ ایمان لانا چاہیئے اور جو کچھ مکشوف اور مشہود ہو اسے "لا" کی نفی کے نیچے لانا چاہیئے۔

(۴) حق تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہوتا اور نہ کوئی چیز اس سے متحد ہو سکتی ہے اور جو کہ صوفیہ کے بعض عبارت مثلاً اذا تم الفقر فھو اللہ

سے مفہوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جب فقر تمام ہو جائے اور محض نیستی حاصل ہو جائے تو اس وقت اللہ کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ یہ کہنا غلط ہے کہ حق تعالیٰ کے ساتھ وہ متحد ہو جاتا ہے اور خدا بن جاتا ہے۔ کیونکہ یہ کفر اور زندقہ ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ عبارت "انا الحق" کے معنی یہ نہیں ہیں کہ میں حق ہوں بلکہ یہ ہیں کہ میں نہیں ہوں اور حق موجود ہے۔

(۵) حق تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں بھی غنی مطلق ہے اور کسی امر میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہ جس طرح وجود میں محتاج نہیں ہے ظہور میں بھی محتاج نہیں ہے۔

آیہ کریمہ۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون
میں نے جن اور انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے

اس کا مطلب یہ ہے کہ جن و انس کی پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ان کو اپنی معرفت حاصل ہو جائے جو ان کا کمال ہے۔

اور حدیث قدسی میں جو یہ وارد ہے فخلقت الخلق لاعرف - میں نے خلقت کو اس لئے پیدا کیا کہ پہچانا جاؤں۔

اس جگہ بھی مراد خلقت کی معرفت ہے نہ یہ کہ میں معروف ہو جاؤں اور خلقت کی معرفت کے ذریعے

کمال حاصل کروں۔

(۶) حق تعالےٰ نقصان کی تمام صفتوں اور حدوث کے نشانون سے منزّہ اور مبّرا ہے۔ نہ وہ جسم و جسمانی ہے اور نہ مکانی اور زمانی ہے۔ صفاتِ کمال اس کے لئے ثابت ہیں جن میں سے آٹھ صفاتِ کمال وجودِ ذات تعالیٰ پر وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں۔ اور وہ صفات یہ ہے۔ حیاتؔ۔ علمؔ۔ قدرتؔ۔ اراوتؔ۔ سمعؔ۔ بصرؔ۔ کلامؔ اور تکوینؔ۔ اور یہ صفاتِ خارج میں موجود ہین۔ ایسا نہیں ہے کہ وجود ذات پر وہ وجود زائد کے ساتھ علم میں موجود ہیں اور خارج میں نفس ذات تعالےٰ و تقدس ہمہ۔ جیساکہ بعض صوفیہ وجودیہ نے گمان کیا ہے اور کہا ہے ؎

از روئے تعقل ہمہ غیر اند صفات ، ؛ باذات تو از روئے تحقق ہمہ عین ،

(۷) حق تعالےٰ قدیم اور ازلی ہے۔ اور اس کے سوا کسی کے لئے قدم اور ازلیت ثابت نہیں ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سینا اور فارابی کی تکفیر اسی واسطے کی ہے کہ وہ عقول اور نفوس کے قدم کے قائل ہوتے ہیں اور صورت اور ہیولےٰ کے قدیم ہونے کا گمان کیا ہے۔ اور آسمانوں کو مع ان اشیا کے جو ان میں ہیں قدیم سمجھا ہے۔ اور ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ، فرمایا کرتے تھے کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کاملین کے ارواح کے قدم کے جو قائل ہوئے ہین اسے ظاہر کی طرف سے پھیر کر تاویل پر محمول کرنا چاہیئے۔ تاکہ اہل ملت کے اجماع کے مخالف نہو۔

(۸) حق تعالیٰ قادر مختار ہے۔ اور ایجاب کی آمیزش اور اضطرار کے گمان سے منزہ اور مبرہ ہے۔ فلاسفہ بے خرد نے ایجاب کو کمال جان کر حق تعالےٰ کے اختیار کی نفی کی ہے اور ایجاب کو ثابت کیا ہے۔ اور ان بیوقوفوں نے اس واجب الوجود کو معطل اور بیکار سمجھ لیا ہے۔ اور صرف ایک مصنوع کو کہ وہ بھی ایجاب سے ہے، زمین و آسمان کے خالق سے صادر ہوا جانتے ہیں اور حوادث کے وجود کو عقل فعال کی طرف نسبت دیتے ہیں جس کا وجود ان کے وہم کے سوا کہیں ثابت نہیں ہے۔ ان کے گمان میں

ان کو حق تعالےٰ کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے بے وقوف وہ ہے جو ان کو عقلمند جانتا ہے۔ علم طب، نجوم اور علم تہذیب، اخلاق جو ان کے تمام علوم میں بہتر علم ہیں، گذشتہ انبیاء علیٰ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں سے چرا کر انہوں نے رائج کئے ہیں۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض عبارتیں بھی ایجاب کی طرف ناظر ہیں۔ اور قدرت کے معنی میں فلسفہ کے ساتھ موافقت رکھتی ہیں، یعنی ترک کی صحت وہ قادر سے تجویز نہیں کرتے اور فعل کی جانب کو لازم جانتے ہیں۔

عجب معاملہ ہے کہ شیخ محی الدین مقبولوں میں سے نظر آتے ہیں۔ اور ان کے اکثر علوم جو آرائے اہل حق کے مخالف ہیں خطا اور ناصواب ظاہر ہوتے ہیں۔ شاید خطائے کشفی کے باعث وہ معذور ہیں۔ اور خطائے اجتہادی کی طرح ملامت ان سے دور ہے۔

شیخ محی الدین کے حق میں اس فقیر کا اعتقاد خاص یہ ہے کہ ان کو مقبولوں میں سے جانتا ہے اور اس کے مخالف علوم کو خطا پر محمول کرنا چاہیئے۔

(۹) ممکنات یعنی جواہر۔ اعراض۔ اجسام۔ عقول۔ نفوس۔ افلاک اور عناصر سب کے سب اس قادر مختار کی ایجاد کی طرف منسوب ہیں جو ان کو عدم کی پوشیدگی سے وجود میں لایا ہے۔ اور جس طرح یہ سب چیزیں اپنے وجود میں حق تعالیٰ کی محتاج ہیں۔ اسی طرح بقا میں بھی اس کے محتاج ہیں۔ اور اس نے اسباب اور وسائل کے وجود کو اپنے فعل کا روپوش بنایا ہے اور حکمت کو اپنی قدرت کا پردہ بنایا ہے۔ نہیں۔ بلکہ اسباب کو اپنے فعل کے ثبوت کے لئے دلائل بنایا ہے اور حکمت کو قدرت کے وجود کا وسیلہ فرمایا ہے۔

اسباب اور وسائل جو اپنے وجود اور بقا میں حق تعالیٰ کے محتاج ہیں اور اپنا ثبوت و قیام اسی سے اور اسی کے ساتھ رکھتے ہیں۔ حقیقت میں جماد محض ہیں۔ اکثر لوگ اسباب کے رفع کرنے کو کمال جانتے ہیں اور اشیا کو ابتدا ہی سے بغیر ذریعہ اسباب کے حضرت حق سبحانہٗ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اسباب کے رفع کرنے میں اس حکمت کا رفع ہونا ہے جس کے ضمن میں بہت سی مصلحتیں مدنظر ہیں۔

اسباب کا توسط (وسیلہ) توکل کے منافی نہیں ہے جیسا کہ اکثر ناقصوں نے گمان کیا ہے۔ بلکہ اسباب کے توسط میں کمال توکل ہے۔

(۱۰) حق تعالےٰ خیر و شر کا ارادہ کرنے والا اور ان دونوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ لیکن خیر سے راضی ہے اور شر سے راضی نہیں ہے۔

معتزلہ بندہ کو اپنے افعال کا خالق کہتے ہیں اور کفر و معاصی کی ایجاد کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور شیخ محی الدین اور ان کے تابعین کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے، کہ جس طرح ایمان اور اعمال صالحہ اسم الہادی کو پسندیدہ ہیں۔ اسی طرح کفر و معاصی بھی اسم المضل کو پسندیدہ ہیں۔

افعال کا پیدا کرنا حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ اور ان افعال کا کسب بندوں کی طرف منسوب ہے عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ پہلے بندہ اپنے فعل کا قصد کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہے۔ چونکہ بندہ کا فعل اپنے قصد و اختیار سے صادر ہوتا ہے۔ اس لئے مدح و ذم اور ثواب و عذاب بھی اسی کے متعلق ہوتا ہے اور بعض نے جو کہا ہے کہ بندہ کا اختیار ضعیف ہے، تو بجا کہا ہے۔ لیکن اگر اس لحاظ سے کہا ہے کہ فعل مامور کے کرنے میں بندہ کافی نہیں ہے، تو صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے فعل کے لئے تکلیف نہیں دیتا جو بندہ کی طاقت سے باہر ہے۔

غرض یہ کہ فعل موقت یعنی چند روزہ فعل پر ہمیشہ کی جزا کا مقرر کرنا حق تعالیٰ کی تقدیر کے حوالہ ہے، جس نے کفر موقت کے لئے ہمیشہ کا عذاب مقرر کیا ہے اور دائمی لذت و نعمت کو ایمان موقت پر وابستہ کیا ہے۔ ذالک تقدیر العزیز الحکیم

حق تعالےٰ کی بارگاہ کی نسبت کفر اختیار کرنے کے لئے جزا بھی ایسی ہونی چاہیئے جو تمام سخت عذابوں سے بڑھ کر ہو۔ اور اسی طرح اس منعم بزرگ پر غیب کے ساتھ ایمان لانے اور نفس و شیطان کی مزاحمت کے باوجود اس کو راست گو جاننے کے لئے جزا بھی ایسی ہونی چاہیئے جو سب جزاؤں سے بہتر اور اعلیٰ درجہ کی ہو۔

بعض مشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بہشت میں داخل ہونا درحقیقت حق تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے اور ایمان کے ساتھ اس کو وابستہ کرنا اس لئے ہے کہ اعمال کی جزا ہوگی تو زیادہ لذیذ ہوگی۔

فقیر کے نزدیک بہشت میں داخل ہونا ایمان پر وابستہ ہے لیکن ایمان حق تعالےٰ کا فضل اور اس کا عطیہ ہے۔ اور دوزخ میں داخل ہونا کفر پر منحصر ہے۔ اور کفر نفس امارہ کی خواہش سے پیدا ہوتا ہے۔ ما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك جو تجھے نیکی پہونچے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور جو تجھے برائی پہونچے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔

جاننا چاہیئے کہ بہشت میں داخل ہونے کو ایمان کے ساتھ وابستہ کرنے میں درحقیقت ایمان کی تعظیم ہے، بلکہ مومن بہ کی تعظیم ہے۔ اور اسی طرح دوزخ میں داخل ہونے کو کفر کے ساتھ وابستہ کرنے میں۔ کفر کی حقارت اور اس ذات بزرگ کی فضیلت ہے۔ جس کی نسبت یہ کفر وقوع میں آیا۔ اس کے برخلاف جو بعض مشائخ نے کہا ہے۔ وہ اس دقیقہ سے خالی ہے۔

(۱۱) آخرت میں مومن لوگ اللہ تعالےٰ کو بے جہت اور بے کیف، بے شبہ اور بے مثال جنت میں دیکھینگے۔

ایک دن حضرت خواجہ قدس سرہ، اپنے شیخ سے نقل کرتے تھے کہ اگر معتزلہ دیدار کو تنزیہ کے مرتبہ میں مقید نہ کرتے اور تشبیہ کے بھی قائل ہوتے اور دیدار کو اس تجلی میں بھی جانتے تو ہرگز انکار نہ کرتے اور نہ دیدار کو محال سمجھتے۔ یعنی معتزلہ کا انکار بے جہتی اور بے کیفی سے ہے جو مرتبہ تنزیہ کے ساتھ مخصوص ہے، برخلاف اس تجلی کے کہ اس میں جہت اور کیف ملحوظ ہے۔

(۱۲) انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مبعوث ہونا اہل جہان کے لئے سراسر رحمت ہے بعثت کے بغیر تصفیہ اور تزکیہ کی حقیقت حاصل نہیں ہوسکتی اور وہ صفائی جو کافروں اور فاسقوں کو حاصل ہوتی ہے وہ نفس کی صفائی ہے نہ کہ قلب کی صفائی۔ اور صفائے نفس سے گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور خسارہ کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ بعض

امور غیبی کا کشف جو صفائی نفس کے وقت کافروں اور فاسقوں کو حاصل ہوتا ہے وہ استدراج ہے۔

(۱۳) قبر کا عذاب کافروں اور بعض گنہگار مومنوں کے لئے حق ہے۔

(۱۴) قبر میں مومنوں اور کافروں سے منکر نکیر کا سوال بھی حق ہے۔ قبر، دنیا اور آخرت کے درمیان ایک برزخ ہے۔ اس کا عذاب ایک وجہ سے عذاب دنیوی سے مناسبت رکھتا ہے اور انقطاع پذیر ہے، اور دوسری وجہ سے عذاب آخرت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ آیۃ کریمہ۔ النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا (صبح اور شام وہ آگ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں)

عذاب قبر میں نازل ہوئی ہے۔ وہ شخص بہت ہی سعادت مند ہے جس کی لغزشوں اور قصوروں کو بخش دیں مواخذہ نہ کریں اور موخذہ کے مقام میں وہ آئے بھی تو دنیا کی مصیبتوں کو کفارہ بنادیں اور کچھ باقی رہ جائے تو قبر کی تکلیفوں کو کفارہ بنادیں۔ تاکہ پاک ہو کر وہ محشر میں مبعوث ہو۔

(۱۵) روز قیامت حق ہے۔ اس دن آسمان، زمین، ستارے، پہاڑ، سمندر، حیوان، نباتات اور معادن سب کے سب معدوم اور ناچیز ہو جائیں گے۔ اسمان پھٹ جائیں گے اور ستارے پراگندہ ہو کر گر جائیں گے اور زمین و پہاڑ اڑ جائیں گے۔ یہ اعدام اور افنا نفخہ اولے سے تعلق رکھتا ہے۔ نفخۂ ثانیہ میں مردے قبروں سے اٹھیں گے اور محشر میں جائیں گے۔

(۱۶) حساب، میزان اور صراط حق ہے، کہ مخبر صادق نے ان کی نسبت خبر دی ہے۔

(۱۷) بہشت و دوزخ موجود ہے۔ قیامت کے دن حساب لینے کے بعد ایک گروہ کو بہشت میں اور ایک کو دوزخ میں بھیجدیں گے۔

ثواب و عذاب ابدی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

صاحب فصوص کہتا ہے کہ سب کا انجام رحمت پر ہوگا۔ ان رحمتی وسعت کل شیٔ

اور کفار کے لئے دوزخ کا عذاب وہ تین حقبہ تک ثابت کرتا ہے اور بعد ازاں کہتا ہے کہ آگ ان کے حق میں برد اور سلام یعنی ٹھنڈی اور سلامت ہو جائیگی۔

اس مسئلہ میں وہ صواب سے دور چلا گیا ہے اور یہ نہیں سمجھا ہے کہ رحمت کا وسیع ہونا صرف دنیا سے مخصوص ہے۔ آخرت میں کافروں کو رحمت کی بو بھی نہ پہونچے گی۔ انہ لا لئیس من رحمۃ الا القوم الکافرون (میری رحمت سے کافروں کے سوا اور کوئی ناامید نہ ہوگا۔

چونکہ یہ کشف مسلمانوں کے اجماع کے مخالف ہے اس لئے اس کا کچھ اعتبار اور شمار نہیں ہے۔

(۱۸) فرشتے اللہ جلشانہٗ کے بندے ہیں جو گناہوں سے معصوم اور خطاو نسیان سے محفوظ ہیں۔

تمام اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہیں، اور کوئی ولی کسی نبی کے درجہ تک نہیں پہونچ سکتا۔

(۱۹) ان تمام دینی امور کو ساتھ جو ضرورت اور تواتر کے طریق پر ہم تک پہونچتے ہیں تصدیق قلبی کا ہونا ایمان کہلاتا ہے۔ اور اقرار زبانی بھی ایمان کا رکن رکھا گیا ہے۔

وہ مسلمان جو باوجود ایمان کے کافروں کی رسمیں بجالاتے اور ان کی تعظیم کرتے ہیں، ان پر نماز جنازہ پڑھنا چاہیئے۔ اور کفار کے ساتھ انھیں نہ ملانا چاہیئے۔ اور امیدوار ہونا چاہیئے کہ آخر کار وہ ایمان کی برکت سے عذاب سے نجات پائیں گے۔ اگر ذرہ بھر ایمان ہوگا تو اس کی جزا دوزخ کا عذاب موقت ہے۔ تمام کبیرہ گناہ اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہیں، وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب دے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ومن قتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالداً فیہا۔ "جس کسی نے مومن کو قتل کیا اوسکی جزا جہنم ہے وہ اسمیں ہمیشہ رہیگا"

میں کہتا ہوں کہ قتل کا یہ عذاب اس قاتل کے لئے ہے جو قتل کو حلال جانے، کیونکہ قتل کو حلال جاننے والا کافر ہے۔ ایسا ہی مفسرین نے ذکر کیا ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ۔

انا مومن۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

درحقیقت ان میں نزاع لفظی ہے۔ لیکن مذہب اوّل باعتبار ایمان حال ہے اور مذہب ثانی باعتبار ایمان انجام اور عاقبت ہے۔ لیکن صورت استثنا سے کنارہ کرنا بہتر اور مناسب ہے۔

(۳۰) اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں۔ اور ان سے بکثرت خرق عادات کے واقع ہونے کے سبب سے یہ بات ان کی عادت مستمرہ ہوگئی ہے۔ کرامت کا منکر علم عادی اور ضروری کا منکر ہے۔ نبی کا معجزہ دعویٰ نبوت کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے اور کرامت اس بات سے خالی ہے، بلکہ نبی کی متابعت کے اقرار کرنے کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔

(۳۱) فضیلت کی ترتیب، خلفائے راشدین کے درمیان ترتیب خلافت کے موافق ہے۔

(۳۲) عقائد درست کرنے کے بعد احکام فقہ سیکھنا ضروری ہے معتقدات کے نسبت اطمینان اور یقین حاصل کرنا ہو اور حقیقت اور طریقت بھی سیکھنا ہو تو طریق صوفیہ میں سے طریقہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان بزرگوں نے سنت کی متابعت کو لازم رکھا ہے اور بدعت سے اجتناب کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سماع و رقص کو جائز نہ سمجھے اور ان احوال کا جو ان پر مترتب ہوتے ہیں کچھ اعتبار نہ کیا بلکہ ذکر جہر کو بھی بدعت جان کر اس سے منع کیا۔

علم باطن

۲۶۷۔ بنام مرزا حسام الدین:۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو طرح کے علم سیکھے ہیں۔ ایک تو وہ علم ہے جس کو میں تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں اور دوسرا وہ علم ہے کہ اگر میں اسے تمہارے سامنے ظاہر کروں تو تم میرا گلا کاٹ دو۔

علم اسرار

۲۶۸ - بنام خان خانان :-

اخبار میں آیا ہے کہ - العلماء ورثة الانبیاء - علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

وہ علم جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات سے باقی رہا ہے دو قسم کا ہے۔ ایک علم احکام - دوسرا علم اسرار۔ ان انبیاء کا وارث وہ شخص ہے جس کو ان دونوں علموں سے حصہ حاصل ہوا ہو۔

اکثر لوگوں کا یہ گمان ہے کہ علم اسرار سے علم توحید وجودی اور کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت کا مشاہدہ کرنا مراد ہے اور حق تعالےٰ کے احاطہ اور سریان وجود اور قرب ومعیت سے کنایہ ہے جیسا کہ ارباب احوال کے نزدیک مکشوف ومشہود ہے۔

حاشا وکلا ثم حاشا وکلا۔

اس قسم کے علوم ومعارف علم اسرار سے نہیں ہیں - اور نہ مرتبہ نبوت کے لائق ہیں۔ کیونکہ ان معارف کی بنا سکر وقت اور غلبۂ حال پر ہے جو صحو کے منافی ہے۔

رویت وکلام حق تعالےٰ

۲۷۲ - بنام میر سید محب اللہ مانکپوری :-

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں - والاصح انہ صلی اللہ علیہ وسلم ما رای ربہ سبحانہ لیلۃ المعراج -، صحیح یہ ہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اپنے رب کو نہیں دیکھا۔

یہ بے سروسامان اپنے خیال باطل میں ہر روز خدا کو دیکھتے ہیں - حالانکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک دیدار میں بھی علماء کا قیل وقال ہے۔ حضرت موسےٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو شجرۂ مبارکہ سے حق تعالےٰ کا کلام سنا۔ تو اس کلام کو حق تعالےٰ کے ساتھ وہی نسبت تھی جو مخلوق کو اپنے خالق کے ساتھ ہوتی ہے، نہ کہ وہ نسبت جو کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ ہوتی ہے - اور ایسے ہی وہ کلام، جو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے سنی ان کو بھی حق تعالےٰ کے ساتھ وہی نسبت تھی جو مخلوق کو اپنے خالق سے ہے +

قطب مدار

۲۷۵۔ بنام ملا احمد برکی:۔

معلوم ہوا کہ آپ اس زمین کا مدار بنائے گئے ہیں۔ اور ان حدود و اطراف کے لوگ آپ کے ساتھ وابستہ کئے گئے ہیں۔ آپ ایسے مقامات میں جہاں کفر شکن ہو اور بدعتیں جاری ہوں۔ علوم شرعیہ کی تعلیم دیں اور احکام فقہیہ پھیلائیں۔ ذکر قلبی بھی کہ جس کے ساتھ آپ مجاز ہیں احکام شرعیہ کے بجالانے میں مدد دینے والا اور نفس امارہ کی سرکشی کو دور کرنے والا ہے۔ اس طریق کو بھی جاری رکھیں +

متشابہات۔ مقطعات۔ تاویلات

۲۷۶۔ بنام شیخ بدیع الدین:۔

برادر! حق تعالےٰ نے اپنی کتاب مجید کو دو قسم پر فرمایا ہے۔ ایک محکمات دوسری متشابہات۔

قسم اول علوم شرائع اور احکام کا منشاء اور مبدء ہے اور قسم ثانی حقائق اور اسرار کے علوم کا مخزن ہے الفاظ وجہ (چہرہ)، قدم، ساق (پنڈلی) اصابع (انگلیاں) اور انامل جو قرآن وحدیث میں آئے ہیں۔ یہ سب متشابہات میں سے ہیں۔ اور ایسے حروف مقطعات بھی جو قرآنی سورتوں کے اول میں واقع ہوئے ہیں متشابہات میں سے ہیں۔ ان کی تاویل پر علمائے راسخین کے سوا اور کسی کو اطلاع نہیں دی گئی ہے۔ یہ خیال نہ کیجئے کہ مراد قدرت ہے اور اس کی تعبیر ید سے کی گئی ہے یا مراد ذات ہے اور اسکو وجہ سے تعبیر کیا ہے، بلکہ ان کی تاویل ان پوشیدہ اسرار سے ہے۔ جو اخص خواص پر ظاہر کئے گئے ہیں۔

سیر مستطیل۔ سیر مستدیر۔ معرفت الٰہی

۲۷۷۔ بنام ملا عبد الحی:۔

سیر مستطیل یہ ہے کہ اپنا مقصود اپنے دائرہ کے باہر طلب کیا جائے۔ اور سیر مستدیر یہ ہے

کہ اپنے دل کو پھیر کر اپنا مقصود خود اپنے ہی سے طلب کیا جائے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ علم الیقین عین الیقین کا حجاب ہے اور عین الیقین علم الیقین کا حجاب ہے۔ اور نیز بعض نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی علامت، جس نے اللہ تعالےٰ کو کما حقہ پہچانا یہ ہے کہ اس کے سر تک واقف ہوجائے۔ لیکن خود اس کو اس کا علم نہ ہو۔ ایسا شخص اس معرفت میں کامل ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معرفت نہیں ہے۔ اور بعض نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ کا عارف وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ حیران اور پریشان ہے۔

فنائے قلب۔ اتباع سنت۔ ترک بدعت

۲۷۸۔ بنام ملا عبدالکریم سنامی :۔

دل کی سلامت اسوقت حاصل ہوتی ہے جب دل میں ماسوائے حق کا گذر نہ رہے۔ اس دولت کو فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے اور جتنے ولایت کے کمالات ہیں سب اسی دولت کی فرع ہیں۔ اس دولت عظمےٰ تک پہونچنے کے لئے سب سے زیادہ قریب راستہ طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم کا طریق ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں نے اپنی سیر کی ابتدا عالم امر سے کی ہے۔ اور قلب سے قلب کے پھیرنیوالے یعنی خدا کی طرف راستہ لے گئے ہیں۔ انھوں نے دوسروں کی ریاضتوں اور مجاہدوں کے بجائے سنت کو لازم پکڑا ہے اور بدعتوں سے کنارہ کیا ہے۔

حضرت خضر۔ قطب مدار

۲۸۲۔ بنام میاں بدیع الدین :۔

احباب مدت سے حضرت خضر علیہ السلام کے احوال کی نسبت مجھسے دریافت کیا کرتے تھے۔ فقیر کو ان کے حال پر پوری پوری اطلاع نہ تھی، اس لئے جواب دینے میں توقف ہوا۔ آج میں نے صبح کے حلقہ میں دیکھا کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام روحانیوں کی طرح موجود ہیں۔ تلقی روحانی یعنی روحانی ملاقات میں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ "ہم عالم ارواح میں سے ہیں۔ حق سبحانہ تعالےٰ نے ہماری ارواح کو ایسی

قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر ہماری ارواح سے وہ کام صادر ہوتے ہیں جو جسموں سے وقوع میں آتے ہیں۔ یعنی جسمانی حرکات و سکنات اور جسدی طاعات و عبادات۔ ہم شرائع کے ساتھ مکلّف نہیں ہیں۔ لیکن قطب مدار کے کام ہمارے سپرد ہیں اور قطب مدار امام شافعیؒ کے مذہب پر ہے اس لئے ہم بھی اس کے پیچھے امام شافعیؒ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں" اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی طاعت پر کوئی جزا مرتب نہیں ہے۔ صرف طاعت کے ادا کرنے میں اہل طاعت کے ساتھ وہ موافقت کرتے ہیں۔ اور عبادات کی صورت کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات میں فقہ شافعی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں، اور کمالات نبوت کی نسبت فقہ حنفی کے ساتھ رکھتے ہیں۔

اُس وقت حضرت خواجہ محمدؒ پارسا قدس سرہ، کے اس سخن کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی جو انھوں نے فصول ستہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کے موافق عمل کرینگے +

شبِ معراج

۲۸۳۔ بنام صوفی قربان :۔

شب معراج میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت دنیا میں واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اس رات کو دائرہ مکان و زمان اور تنگی مکان سے باہر نکل گئے تھے اور اس لئے ازل اور ابد کو آن واحد میں معلوم کر لیا تھا اور بدایت و نہایت کو ایک ہی نقطہ میں متحد دیکھا تھا۔ یعنی اُن اہل بہشت کو جو کئی ہزار سال کے بعد بہشت میں جائیں گے بہشت میں دیکھ لیا۔ وہ رویت جو اس مقام میں واقع ہوئی۔ وہ رویتِ آخرت ہے۔ اور اس اجماع کے منافی نہیں ہے جو رویت کے عدم وقوع پر ہوا ہے +

ارواح حادث ہیں

۲۸۶۔ بنام مولانا امان اللہ فقیہ :۔

اہل اسلام کے نزدیک تمام عالم مع اپنے اجزا کے محدث ہے۔ ارواح بھی جملہ عالم میں سے ہیں، کیونکہ تمام ماسوائے اللہ کا نام عالم ہے +

صانع اور مصنوع

۲۸۷۔ بنام میاں غلام محمدؒ:۔

عالم کو اپنے صانع بے چون کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے۔ سوا اس کے کہ عالم اس کا مخلوق ہے اور اس کے پوشیدہ کمالات پر دلیل ہے۔ اس حکم کے سوا جتنے حکم ہیں یعنی اتحاد، عینیت، احاطہ، معیت، وغیرہ یہ سب سکرِ وقت اور غلبۂ حال پر مبنی ہیں۔ مستقیم الاحوال اصحاب جنہوں نے صحو کے پیالہ سے پانی پیا ہے، ان علوم سے بیزار ہوتے اور توبہ کرتے رہے ہیں +

مسئلہ قضا و قدر

۲۸۹۔ بنام مولانا بدرالدین:۔

مسئلہ قضا و قدر میں اکثر لوگ حیران اور گمراہ ہو رہے ہیں اور اس مسئلہ پر غور کرنے والوں پر اس قسم کے باطل وہم و خیال غالب ہیں کہ جو کچھ بندے سے باختیار خود صادر ہوتا ہے اس میں وہ جبر کے قائل ہیں۔ اور بعض لوگ بندے کے فعل کو حق تعالےٰ کی طرف منسوب ہی نہیں کرتے۔ بعض نے طریق اعتدال اختیار کیا ہے جس کو صراط مستقیم یا راہ راست کہا جا سکتا ہے۔ اور اس صراط مستقیم کی توفیق حق تعالےٰ نے فرقہ ناجیہ کو عطا فرمائی ہے اسی واسطے اہل سنت و جماعت کے لوگ فرماتے ہیں کہ بندوں کے اختیاری فعل خلق و ایجاد کی حیثیت سے اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب ہیں اور کسب و اکتساب کے باعث بندوں کی طرف منسوب ہیں۔ یہ بندوں کی حرکت کو حق تعالےٰ کی قدرت کی طرف سے منسوب کرنے کے اعتبار سے خلق کہتے ہیں اور بندے کی قدرت کیطرف منسوب کرنیکے اعتبار اسکا نام کسب رکھتے ہیں +

پیر کیسا ہو؟

۲۹۲۔ بنام شیخ حمید:۔

پیر ایسا ہونا چاہئیے جو جذبہ اور سلوک کی دولت سے مشرف ہو اور فنا و بقائی سعادت سے بہرہ ور ہو اور سیر فی اللہ اور سیر الی اللہ اور سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیا باللہ کو انجام تک پہونچا چکا ہو۔
اگر اللہ تعالےٰ کی عنایت سے کسی طالب کو اس قسم کا کامل مکمل پیر ملجائے تو چاہئیے کہ اسکے وجود شریف کو غنیمت جانئے۔

نماز معراج ہے۔ شیخ عبد القادر جیلانی۔ خوارق و کرامات

۲۹۳۔ بنام شیخ محمد چتری:۔
آنحضرت صلعم کو باوجود استمرار وقت کے ایک خاص اور نادر وقت بھی حاصل تھا۔ اور وہ وقت ادائے نماز کے وقت تھا۔ الصلوٰۃ معراج المومنین
نماز مومنوں کا معراج ہے۔
آپ نے سنا ہوگا۔ ارحنی یا بلال، اے بلال مجھے راحت دے۔

اس مطلب کے ثبوت کے لئے یہ عادل گواہ ہے۔
حضرت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ او جمیع اولیاء۔
میرا قدم تمام اولیا کی گردن پر ہے۔
ابتدائے احوال میں سکر کے باعث جو کلمات مشائخ کے منہ سے نکلتے ہیں ممکن ہے کہ انہیں کے ساتھ یہ کلام بھی سرزد ہوا ہو۔ یا اس کلام کے اظہار پر وہ مامور ہوئے ہوں۔ اُن کا قدم اُسوقت کے تمام اولیا کی گردنوں پر تھا۔ اور اُس وقت کے تمام اولیا اُن کے قدم کے نیچے تھے۔ لیکن یہ حکم اُس وقت کے اولیا کے ساتھ مخصوص تھا۔ اولیا متقدمین و متاخرین اس حکم سے خارج ہیں۔
خوارق و کرامات کا بکثرت ظاہر ہونا افضلیت پر دلالت نہیں کرتا۔ بہت ممکن ہے کہ کوئی شخص جس سے کوئی بھی خرق عادت ظاہر نہ ہوا ہو اس شخص سے کہ جس سے

خوارق و کرامات بکثرت ظاہر ہوئے ہوں، افضل ہو۔

خرق عادات دو قسم کے ہیں۔

اوّل:۔ وہ علوم و معارف الٰہی جلشانہٗ جو حق تعالےٰ کی ذات و صفات اور افعال کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، اور وہ عقل کے ماسوا اور متعارف متعاد کے برخلاف ہیں۔ اُن کے ساتھ اپنے خاص بندوں کو اللہ ممتاز کرتا ہے۔

دوم:۔ مخلوقات کی صورتوں کا کشف ہونا اور اُن پوشیدہ چیزوں پر اطلاع پانا اور ان کی خبر دینا جو اس عالم کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔

اوّل اہل حق اور ارباب معرفت کے ساتھ مخصوص ہے، اور ثانی محقق اور مبطل یعنی جھوٹے اور سچے دونوں میں شامل ہے، کیونکہ استدراج والوں کو بھی علم ثانی حاصل ہے۔ لوگ بیوقوف ہیں اور اتنا نہیں جانتے کہ وہ علم جو حاضر یا غائب مخلوقات احوال سے تعلق رکھتا ہے اس میں کیا شرافت و کرامت ہے بلکہ یہ علم تو اس بات کے لائق ہے کہ جہالت سے بدل جائے تاکہ مخلوقات اور ان کے احوال محو ہو جائیں۔ حق تعالےٰ کی معرفت ہی وہ شے ہے جو شرافت و کرامت اور اعزاز و احترام کے لائق ہے۔

صفات ثمانیہ۔ اقسام تکوین

۲۹۴۔ بنام محمد معصوم:۔

واجب الوجود کے صفات ثمانیہ حقیقیہ یہ ہیں۔

تکوین[1]۔ علم[2]۔ قدرت[3]۔ ارادہ[4]۔ سمع[5]۔ بصر[6]۔ کلام[7]۔ حیوۃ[8]۔ ان میں سے ہر صفت تعلقات متعددہ کے اعتبار سے بہت سے جزئیات رکھتی ہے۔ جیسے کہ تکوین کہ اس سے تعلقات متعددہ کے اعتبار سے تخلیق[1] (پیدا کرنا)، ترزیق[2] (رزق دینا)، احیا و اماتت[3] (زندہ کرنا اور مارنا) جزئیات پیدا ہوئے +

وبائے طاعون۔ تربیت اولاد

۲۹۹۔ بنام شیخ فرید:۔

اس ملک میں ہمارے عمال کی شومی سے اوّل جو بہت ہلاک ہوئے، جو ہم سے زیادہ تعلق

رکھتے تھے، پھر عورتیں جن کے وجود پر نوع انسانی کی نسل و بقا کا مدار ہے، مردوں کی نسبت زیادہ مرگئیں۔ جو کوئی اس وبا میں مرنے سے بھاگا اور سلامت رہا اس نے اپنی زندگی پر خاک ڈالی اور جو شخص نہ بھاگا اور مر گیا، اس کو موت شہادت کی مبارک بادی اور خوشخبری ہے۔

بچوں کی تربیت اور ان کی تکلیف برداشت کرنے سے دل تنگ نہ ہونا کیونکہ بہت سے اجر کی امید اسی پر مترتب ہے +

نبوت۔ ولایت۔ مجددیت

۳۰۱۔ بنام مولانا امان اللہ :۔

نبوت سے مراد وہ قرب الٰہی ہے، جس میں ظلیت کی آمیزش نہیں ہے۔ اور اس کا عروج حق تعالیٰ کی طرف میلان رکھتا ہے اور اس کا نزول خلق کی طرف ہے یہ قرب بالاصالت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا نصیب ہے۔ اور یہ منصب انھیں بزرگواروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ منصب نبوت حضرت سید البشر علیہ السلام پر ختم ہو چکا ہے۔ خادموں کو اپنے مالکوں کی دولت اور پس خوردہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے۔ پس انبیاء علیہم الصلوٰۃ کے قرب سے ان کے کامل خادموں کو بھی حصہ حاصل ہوتا ہے۔ اس مقام کے علوم و معارف اور کمالات بھی بطریق وراثت کامل تابعین کو نصیب ہوتے ہیں۔ خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد ان کے کامل تابعین کو بطریق تبعیت و وراثت کے کمالات نبوت کا حاصل ہونا ان کی خاتمیت کے منافی نہیں ہے۔

راستے جو کمالات نبوت کی طرف پہونچانے والے ہیں، دو ہیں۔ ایک وہ راستہ ہے جو مقام ولایت کے مفصل کمالات کے طے کرنے پر موقوف ہے اور ان تجلیات ظلیہ اور معارف سکریہ کے حاصل ہونے پر وابستہ ہے، جو قرب ولایت کے مناسب ہیں۔ ان کمالات کے طے کرنے اور ان تجلیات کے حاصل ہونے کے بعد کمالات نبوت میں قدم رکھا جاتا ہے۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ ولایت کے کمالات حاصل

ہوئے بغیر کمالات نبوت تک پہونچنا میسر ہو جاتا ہے۔ یہ دوسرا راستہ شاہ راہ ہے اور کمالات نبوت تک پہونچنے کے لئے زیادہ قریب ہے۔

جاننا چاہیئے کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں یہ بخشش بے وسیلہ ہے اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے حق میں جو تبعیت و وراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں، انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ ہے۔ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد اور لوگ بہت کم اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔ گو یہ جائز ہے کہ تبعیت اور وراثت کے طور پر دوسروں کو بھی اس دولت سے سرفراز فرمائیں۔

میں خیال کرتا ہوں کہ اس دولت نے تابعین بزرگواروں پر بھی اپنا پرتو ظاہر کیا ہے اور تبع تابعین بزرگواروں پر بھی اپنا سایہ ڈالا ہے۔ بعد از ان یہ دولت پوشیدہ ہوگئی حتیٰ کہ آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے الف ثانی (دوسرے ہزار سال) تک نوبت ہوگئی اور اس وقت پھر وہ دولت تبعیت و وراثت کے طور پر ظاہر ہوگئی اور آخر، اول سے مشابہ ہوگیا۔

ولایت۔ نبوت۔ بہشت

۳۰۲۔ بنام مخدوم زادہ مجد الدین محمد معصوم

ولایت سے مراد وہ قرب الٰہی ہے، جس میں ظلیت کی آمیزش اور حادث ہو اور حجابوں اور پردوں کے حائل ہوئے بغیر حاصل نہ ہو۔ اولیا کی ولایت ضرور ظلیت کے داغ سے داغدار ہے اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اگرچہ ظلیت سے نکل چکی ہے، لیکن اسماء وصفات کے حجابوں کے حائل ہوئے بغیر متحقق نہیں ہے۔ ملاءِ اعلیٰ کی ولایت اگرچہ اسماء وصفات کے حجابوں سے بلند و برتر ہے، لیکن شیون و اعتبارات ذاتیہ کے حجابوں سے وہاں بھی چارہ نہیں ہے۔ نبوت اور رسالت ہی وہ شے ہے جس میں ظلیت کی کوئی آمیزش نہیں ہے اور صفات و اعتبارات کے حجاب سب راستہ ہی میں رہ جاتے ہیں۔ پس لامحالہ ولایت سے نبوت افضل ہوئی۔ اور قرب نبوت ذاتی

اطلاع نہیں ہوتی ہے۔

معراج المومنین

۲۶۱۔ بنام میر نعمان :۔

الصلوٰۃ معراج المومنین نماز مومنوں کے لیے معراج ہے۔

اقرب مایکون العبد من الرب فی الصلوٰۃ (سب سے زیادہ قرب جو بندے کو رب سے ہے وہ نماز میں ہوتا ہے۔

نمازی جو نماز کی حقیقت سے آگاہ ہے، نماز ادا کرنے کے وقت گویا عالم دنیا سے باہر نکل جاتا ہے اور عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت اس دولت سے جو آخرت سے مخصوص ہے، حصہ حاصل کر لیتا ہے۔ اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کا فائدہ پالیتا ہے۔

اس طائفہ میں سے جم غفیر نے اپنے اضطراب و بیقراری کی تسکین سماع۔ نغمہ۔ وجد اور تواجد سے حاصل کی ہے۔ اگر نماز کے کمالات کی حقیقت کچھ بھی ان پر منکشف ہو جاتی تو ہرگز یہ سماع و نغمہ کا نام نہ لیتے اور نہ وجد و تواجد کو یاد کرتے ہیں۔

معراج المومنین

۳۰۴۔ بنام میاں تاج الدین :۔

فقیر کے نزدیک جس طرح کعبہ کی صورت ملک، بشر اور تمام خلائق کے لئے مسجود الیہ ہے اسی طرح اس کی حقیقت بھی ان صورتوں کے حقائق کے لئے مسجود الیہ ہے۔ اسی واسطے حقیقت کعبہ تمام حقائق سے برتر ہے اور اس کے متعلقہ کمالات تمام حقائق کے متعلقہ کمالات سے بڑھ کر ہیں۔ گویا یہ حقیقت حقائق کونی اور حقائق الٰہی کے درمیان برزخ ہے۔ حقائق الٰہی سے مراد عظمت و کبریا کے پردے ہیں، جن کے دامن پاک تک رنگ و کیفیت کا گزر نہیں اور ظلیت نے ان کی طرف راہ پائی ہے۔ دنیوی عروجات اور ان کے ظہورات کی نہایت حقائق کونی کے انتہا تک ہے اور حقائق الٰہی سے کامیاب ہونا آخرت پر مخصوص ہے۔ ہاں ساریوں جو مومن کی معراج ہے اور اس معراج میں گویا دنیا سے نکل کر آخرت میں مومن

چلا جاتا ہے۔ اس خطا میں سے جو آخرت میں میسر ہوگا کچھ حصہ حاصل ہوجاتا ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ نماز میں اس دولت کے حاصل ہونے کا عمدہ ذریعہ کعبہ کی طرف، جو حقائق الٰہی جل شانہٗ کے ظہورات کا مقام ہے، نمازی کا توجہ کرنا ہے۔ دنیا میں کعبہ ایک عجیب شے ہے۔ صورت میں یہ دنیا سے ہے لیکن حقیقت میں یہ آخرت سے ہے نماز نے بھی اس کے وسیلے سے یہ نسبت پیدا کرلی ہے کہ صورت اور حقیقت میں یہ دنیا اور آخرت کی جامع ہے +

قلب بمنزلہ برزخ ہے

۲۶۴- بنام میر سید باقر سہارنپوری :-

اچھی طرح اس کے حال کا ملاحظہ کیا گیا تو ظاہر ہوا کہ اس کی یہ فنا اور محویت عنصر ہوا میں ہے۔ جو ذرات میں سے ہر ذرہ کو محیط ہے اور ہوا کے سوا کوئی اور امر مشہود نہیں ہے اور اسی کو وہ خدائے بے نہایت سمجھا ہے۔ تعالیٰ اللہ سبحانہ عن ذالک علواً کبیرا۔

جاننا چاہیے کہ عالم خلق یعنی عالم عناصر اربعہ اور عالم ارواح کے درمیان قلب بمنزلہ برزخ کے ہے اور دونوں عالم کا رنگ رکھتا ہے۔ گویا قلب کا نصف حصہ عالم خلق سے ہے اور نصف حصہ عالم ارواح سے ہے۔ جب اس کے عالم خلق والے نصف حصہ کو پھر نصف کریں تو معاملہ عنصر ہوا پر جا پڑے گا۔ پس قلب کا چوتھا حصہ مقام ہوا سے ہے۔ جسمیں قلب شامل ہے +

مسلمانوں کے حقوق

۲۶۵- بنام شیخ عبدالہادی بدایونی :-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ حق المسلم علی المسلم خمس رد السلام وعیادۃ المریض واتباع الجنائز واجابت الدعوۃ وتشمیت العاطس۔

مسلمانوں کے پانچ حق مسلمانوں پر ہیں۔ سلام کا جواب دینا۔ بیمار پرسی کرنا۔ جنازہ کے پیچھے چلنا۔ اور دعوت کا قبول کرنا۔ اور چھینک کا جواب دینا۔

عقائد اہل اسلام

۲۴۴۔ بنام خواجہ عبداللہ و خواجہ عبید اللہ :-

(۱) اللہ تعالیٰ خود موجود ہے اور تمام اشیاء اسی کی ایجاد سے موجود ہیں۔ وہ اپنی ذات۔ صفات اور افعال میں یگانہ ہے۔

(۲) حق تعالیٰ پر زمانہ اور تقدم و تاخر کے احکام جاری نہیں ہوتے۔ حق تعالیٰ کے علم میں ہم معلومات کا تعلق ثابت کریں تو ایک ہی تعلق ہوگا جو تمام مخلوقات کے ساتھ متعلق ہے۔ اور وہ تعلق بھی مجہول الکیفیت ہے اور صفات العلم کی طرح بے چون و بے چگونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح اس کے صفات اور افعال بھی بے چون اور بے چگون ہیں۔

اشعری نے حق تعالیٰ کے فعل کی حقیقت سے اطلاع نہ پائی۔ اس لئے تکوین کو حادث کہدیا۔ اور حق تعالیٰ کے افعال کو حادث جان لیا۔ اور یہ نہ جانا کہ یہ سب حق تعالیٰ کے ازلی فعل کے آثار ہیں نہ کہ حق تعالیٰ کے افعال۔

بعض صوفیہ نے جو تجلّی افعال ثابت کی ہے اور اس مقام میں ممکنات کے افعال کے آئینہ میں اس واحد جل شانہٗ کے فعل کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا ہے۔ وہ بھی اسی قسم سے ہے۔ یعنی تجلّی درحقیقت حق تعالیٰ کے فعل کے آثار کی تجلّی ہے نہ کہ حق تعالیٰ کے فعل کی تجلّی۔ کیونکہ حق تعالیٰ کے لئے، جو بے چون اور بے چگون اور قدیم ہے اور اپنی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ (جس کو تکوین کہتے ہیں) محدثات کے آئینوں میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

افعال و صفات حق تعالیٰ کی ذات پاک سے الگ نہیں ہیں۔ کہ ان کی تجلّی ذات کی تجلّی کے سوا متصور ہو۔ اور وہ چیز جو حق تعالیٰ کی ذات سے الگ ہے وہ حق تعالیٰ کی صفات اور افعال کے ظلال ہیں۔ جن کی تجلّی کو افعال و صفات کے ظلال کی تجلّی کہنا چاہیئے نہ کہ افعال و صفات کی تجلّی۔

(۳) اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور نہ کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے۔ حق تعالیٰ تمام اشیاء کو محیط ہے اور ان کے ساتھ قرب و معیت رکھتا ہے۔ اس احاطہ اور

قرب اور معیت سے جو مراد ہے وہ ہمارے فہم قاصر میں نہیں آسکتا۔ جو کچھ حقیقت اور شہود سے ہم معلوم کرتے ہیں اس سے بھی وہ منزہ اور پاک ہے۔ کیونکہ ممکن کو حق تعالےٰ کی ذات وصفات وافعال کی حقیقت سے سوائے نادانی اور حیرت کے کچھ حاصل نہیں ہے۔ غیب کے ساتھ ایمان لانا چاہیئے اور جو کچھ مکشوف اور مشہود ہو اس کو "لا" کی نفی کے نیچے لانا چاہیئے۔

(۴) حق تعالےٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہوتا اور نہ کوئی چیز اس سے متحد ہو سکتی ہے اور جو کچھ کہ صوفیہ کے بعض عبارت شلاً اذا تم الفقر فھو اللہ

سے مفہوم ہوتا ہے اور یہ ہے کہ جب فقر تمام ہو جائے اور محض نیستی حاصل ہو جائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ یہ کہ بندہ خدا تعالےٰ کے ساتھ وہ متحد ہو جاتا ہے اور خدا بن جاتا ہے۔ کیونکہ یہ کفر اور زندقہ ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ، فرمایا کرتے تھے کہ عبارت "انا الحق" کے معنی یہ نہیں ہیں کہ میں حق ہوں، بلکہ یہ ہیں کہ میں نہیں ہوں، اور حق موجود ہے۔

(۵) حق تعالےٰ اپنی ذات وصفات میں بھی غنی مطلق ہے اور کسی امر میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہ جس طرح وجود میں محتاج نہیں ہے ظہور میں بھی محتاج نہیں ہے۔

آیۂ کریمہ۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون
میں نے جن اور انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے

اس کا مطلب یہ ہے کہ جن و انسان کی پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ان کو اپنی معرفت حاصل ہو جائے جو ان کا کمال ہے۔

اور حدیث قدسی میں جو یہ وارد ہے۔ فخلقت الخلق لاعرف۔ میں نے خلقت کو اسلئے پیدا کیا کہ پہچانا جاؤں۔

اس جگہ بھی مراد خلقت کی معرفت ہے نہ یہ کہ میں معروف ہو جاؤں اور خلقت کی معرفت کے ذریعہ

کمال حاصل کروں۔

(۶) حق تعالےٰ نقصان کی تمام صفتوں اور حدوث کے نشانوں سے منزّہ اور مبرّا ہے۔ نہ وہ جسم و جسمانی ہے اور نہ مکانی اور زمانی ہے۔ صفاتِ کمال اس کے لئے ثابت ہیں جن میں سے آٹھ صفاتِ کمال وجودِ ذات تعالیٰ پر وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں۔ اور وہ صفات یہ ہے۔ حیاتؔ۔ علمؔ۔ قدرتؔ۔ ارادتؔ۔ سمعؔ۔ بصرؔ۔ کلامؔ اور تکوینؔ۔ اور یہ صفاتِ خارج میں موجود ہین۔ ایسا نہیں ہے کہ وجود ذات پر وہ وجود زائد کے ساتھ علم میں موجود ہیں اور خارج میں نفس ذات تعالےٰ و تقدس ہے۔ جیساکہ بعض صوفیہ وجودیہ نے گمان کیا ہے اور کہا ہے ؎

از روئے تعقل ہمہ غیر اند صفات ، ؛ با ذات تو از روئے تحقق ہمہ عین ،

(۷) حق تعالےٰ قدیم اور ازلی ہے۔ اور اس کے سوا کسی کے لئے قدم اور ازلیت ثابت نہیں ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سینا اور فارابی کی تکفیر اسی واسطے کی ہے کہ وہ عقول اور نفوس کے قدم کے قائل ہوئے ہیں اور صورت اور ہیولےٰ کے قدیم ہونے کا گمان کیا ہے۔ اور آسمانوں کو مع ان اشیا کے جو ان میں ہیں قدیم سمجھا ہے۔ اور ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ، فرمایا کرتے تھے کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کاملین کے ارواح کے قدم کے جو قائل ہوئے ہین اسے ظاہر کی طرف سے پھیر کر تاویل پر محمول کرنا چاہیئے۔ تاکہ اہل ملت کے اجماع کے مخالف نہو۔

(۸) حق تعالیٰ قادر مختار ہے۔ اور ایجاب کی آمیزش اور اضطرار کے گمان سے منزہ اور مبرہ ہے۔ فلاسفہ بے خرد نے ایجاب کو کمال جان کر حق تعالےٰ کے اختیار کی نفی کی ہے اور ایجاب کو ثابت کیا ہے۔ اور ان بیوقوفوں نے اس واجب الوجود کو معطل اور بیکار سمجھ لیا ہے۔ اور صرف ایک مصنوع کو کہ وہ بھی ایجاب سے ہے، زمین و آسمان کے خالق سے صادر ہوا جانتے ہیں اور حوادث کے وجود کو عقل فعال کی طرف نسبت دیتے ہیں جس کا وجود ان کے وہم کے سوا کہیں ثابت نہیں ہے۔ ان کے گمان میں

ان کو حق تعالے کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے بے وقوف وہ ہے جو ان کو عقلمند جانتا ہے۔ علم طلب، نجوم اور علم تہذیب۔ اخلاق جو ان کے تمام علوم میں بہتر علم ہیں، گذشتہ انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں سے چرا کر انہوں نے رائج کئے ہیں۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض عبارتیں بھی ایجاب کی طرف ناظر ہیں۔ اور قدرت کے معنی میں فلسفہ کے ساتھ موافقت رکھتی ہیں، یعنی ترک کی صحت وہ قادر سے تجویز نہیں کرتے اور فعل کی جانب کو لازم جانتے ہیں۔

عجب معاملہ ہے کہ شیخ محی الدین مقبولوں میں سے نظر آتے ہیں۔ اور ان کے اکثر علوم جو آرائے اہل حق کے مخالف ہیں خطا اور ناصواب ظاہر ہوتے ہیں۔ شاید خطائے کشفی کے باعث وہ معذور ہیں۔ اور خطائے اجتہادی کی طرح ملامت ان سے دور ہے۔

شیخ محی الدین کے حق میں اس فقیر کا اعتقاد خاص یہ ہے کہ ان کو مقبولوں میں سے جانتا ہے اور اس کے مخالف علوم کو خطا پر محمول کرنا چاہیئے۔

(۹) ممکنات یعنی جواہر۔ اعراض۔ اجسام۔ عقول۔ نفوس۔ افلاک اور عناصر سب کے سب اس قادر مختار کی ایجاد کی طرف منسوب ہیں جو ان کو عدم کی پوشیدگی سے وجود میں لایا ہے۔ اور جس طرح یہ سب چیزیں اپنے وجود میں حق تعالیٰ کی محتاج ہیں۔ اسی طرح بقا میں بھی اس کے محتاج ہیں۔ اور اس نے اسباب اور وسائل کے وجود کو اپنے فعل کا روپوش نہیں بنایا ہے اور حکمت کو اپنی قدرت کا پردہ بنایا ہے۔ نہیں۔ بلکہ اسباب کو اپنے فعل کے ثبوت کے لئے دلائل بنایا ہے اور حکمت کو قدرت کے وجود کا وسیلہ فرمایا ہے۔

اسباب اور وسائل جو اپنے وجود اور بقا میں حق تعالیٰ کے محتاج ہیں اور اپنا ثبوت و قیام اسی سے اور اسی کے ساتھ رکھتے ہیں۔ حقیقت میں جماد محض ہیں۔ اکثر لوگ اسباب کے رفع کرنے کو کمال جانتے ہیں اور اشیا کو ابتداہی سے بغیر ذریعہ اسباب کے حضرت حق سبحانہٗ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اسباب کے رفع کرنے میں اس حکمت کا رفع ہونا ہے جس کے ضمن میں بہت سی مصلحتیں مدنظر ہیں۔

اسباب کا توسط و وسیلہ، توکل کے منافی نہیں ہے جیسا کہ اکثر ناقصوں نے گمان کیا ہے۔ بلکہ اسباب کے توسط میں کمال توکل ہے۔

(۱۰) حق تعالے خیر و شر کا ارادہ کرنے والا اور ان دونوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ لیکن خیر سے راضی ہے اور شر سے راضی نہیں ہے۔

معتزلہ بندہ کو اپنے افعال کا خالق کہتے ہیں اور کفر و معاصی کی ایجاد کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور شیخ محی الدین اور ان کے تابعین کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ جس طرح ایمان اور اعمال صالحہ اسم الہادی کو پسندیدہ ہیں۔ اسی طرح کفر و معاصی بھی اسم المضل کو پسندیدہ ہیں۔

افعال کا پیدا کرنا حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ اور ان افعال کا کسب بندوں کی طرف منسوب ہے عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ پہلے بندہ اپنے فعل کا قصد کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہے۔ چونکہ بندہ کا فعل اپنے قصد و اختیار سے صادر ہوتا ہے۔ اس لئے مدح و ذم اور ثواب و عذاب بھی اسی کے متعلق ہوتا ہے اور بعض نے جو کہا ہے کہ بندہ کا اختیار ضعیف ہے، تو بجا کہا ہے۔ لیکن اگر اس لحاظ سے کہا ہے کہ فعل مامور کے ادا کرنے میں کافی نہیں ہے، تو صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے فعل کے لئے تکلیف نہیں دیتا جو بندہ کی طاقت سے باہر ہے۔

غرض یہ کہ فعل موقت یعنی چند روزہ فعل پر ہمیشہ کی جزا کا مقرر کرنا حق تعالیٰ کی تقدیر کے حوالہ ہے، جس نے کفر موقت کے لئے ہمیشہ کا عذاب مقرر کیا ہے اور دائمی لذت و نعمت کو ایمان موقت پر وابستہ کیا ہے۔ ذالک تقدیر العزیز الحکیم

حق تعالے کی بارگاہ کی نسبت کفر اختیار کرنے کے لئے جزا بھی ایسی ہونی چاہیئے جو تمام سخت عذابوں سے بڑھ کر ہو۔ اور اسی طرح اس منعم بزرگ پر غیب کے ساتھ ایمان لانے اور نفس و شیطان کی مزاحمت کے باوجود اس کو راست گو جاننے کے لئے جزا بھی ایسی ہونی چاہیئے جو سب جزاؤں سے بہتر اور اعلیٰ درجہ کی ہو۔

بعض مشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بہشت میں داخل ہونا درحقیقت حق تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے اور ایمان کے ساتھ اس کو وابستہ کرنا اس لئے ہے کہ اعمال کی جزا ہوگی تو زیادہ لذیذ ہوگی۔

فقیر کے نزدیک بہشت میں داخل ہونا ایمان پر وابستہ ہے لیکن ایمان حق تعالےٰ کا فضل اور اس کا عطیہ ہے۔ اور دوزخ میں داخل ہونا کفر پر منحصر ہے۔ اور کفر نفس امارہ کی خواہش سے پیدا ہوتا ہے۔ ما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك جنتجھے نیکی پہونچے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور جو تجھے برائی پہونچے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔

جاننا چاہیئے کہ بہشت میں داخل ہونے کو ایمان کے ساتھ وابستہ کرنے میں درحقیقت ایمان کی تعظیم ہے، بلکہ مومن بہ کی تعظیم ہے۔ اور اسی طرح دوزخ میں داخل ہونے کو کفر کے ساتھ وابستہ کرنے میں۔ کفر کی حقارت اور اس ذات بزرگ کی فضیلت ہے۔ جس کی نسبت یہ کفر وقوع میں آیا۔ اس کے برخلاف جو بعض مشائخ نے کہا ہے۔ وہ اس دقیقہ سے خالی ہے۔

(۱۱) آخرت میں مومن لوگ اللہ تعالےٰ کو بے جہت اور بے کیف، بے شبہ اور بے مثال جنت میں دیکھینگے۔

ایک دن حضرت خواجہ قدس سرہ، اپنے شیخ سے نقل کرتے تھے کہ اگر معتزلہ دیدار کو تنزیہ کے مرتبہ میں مقید نہ کرتے اور تشبیہ کے بھی قائل ہوتے اور دیدار کو اس تجلی میں بھی جانتے تو ہرگز انکار نہ کرتے اور نہ دیدار کو محال سمجھتے۔ یعنی معتزلہ کا انکار بے جہتی اور بے کیفی سے ہے جو مرتبہ تنزیہ کے ساتھ مخصوص ہے، برخلاف اس تجلی کے کہ اس میں جہت اور کیف ملحوظ ہے۔

(۱۲) انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مبعوث ہونا اہل جہان کے لئے سراسر رحمت ہے بعثت کے بغیر تصفیہ اور تزکیہ کی حقیقت حاصل نہیں ہوسکتی اور وہ صفائی جو کافروں اور فاسقوں کو حاصل ہوتی ہے وہ نفس کی صفائی ہے نہ کہ قلب کی صفائی۔ اور صفائے نفس سے گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور خسارہ کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ بعض

امور غیبی کا کشف جو صفائی نفس کے وقت کافروں اور فاسقوں کو حاصل ہوتا ہے وہ استدراج ہے۔

(۱۳) قبر کا عذاب کافروں اور بعض گنہگار مومنوں کے لئے حق ہے۔

(۱۴) قبر میں مومنوں اور کافروں سے منکر نکیر کا سوال بھی حق ہے۔ قبر، دنیا اور آخرت کے درمیان ایک برزخ ہے۔ اس کا عذاب ایک وجہ سے عذاب دنیوی سے مناسبت رکھتا ہے اور انقطاع پذیر ہے، اور دوسری وجہ سے عذاب آخرت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ آیۃ کریمہ۔ النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا (صبح اور شام وہ آگ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں،،

عذاب قبر میں نازل ہوئی ہے۔ وہ شخص بہت ہی سعادت مند ہے جس کی لغزشوں اور قصوروں کو بخشش دیں مواخذہ نہ کریں اور موخذہ کے مقام میں وہ آئے بھی تو دنیا کی مصیبتوں کو کفارہ بنا دیں اور کچھ باقی رہ جائے تو قبر کی تکلیفوں کو کفارہ بنا دیں۔ تاکہ پاک ہو کر وہ محشر میں مبعوث ہو۔

(۱۵) روز قیامت حق ہے۔ اس دن آسمان، زمیں، ستارے، پہاڑ، سمندر، حیوان، نباتات اور معادن سب کے سب معدوم اور ناچیز ہو جائیں گے۔ اسمان پھٹ جائیں گے اور ستارے پراگندہ ہو کر گر جائیں گے اور زمین و پہاڑ اڑ جائیں گے۔ یہ اعدام اور افنا نفخہ اولے سے تعلق رکھتا ہے۔ نفخۂ ثانیہ میں مردے قبروں سے اٹھیں گے اور محشر میں جائیں گے۔

(۱۶) حساب، میزان اور صراط حق ہے، کہ مخبر صادق نے ان کی نسبت خبر دی ہے۔

(۱۷) بہشت و دوزخ موجود ہے۔ قیامت کے دن حساب لینے کے بعد ایک گروہ کو بہشت میں اور ایک کو دوزخ میں بھیجدیں گے۔

ثواب و عذاب ابدی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

صاحب فصوص کہتا ہے کہ سب کا انجام رحمت پر ہوگا۔ ان رحمتی وسعت کل شیء

اور کفار کے لئے دوزخ کا عذاب وہ تین حقبہ تک ثابت کرتا ہے اور بعد ازاں کہتا ہے کہ آگ ان کے حق میں برد اور سلام یعنی ٹھنڈی اور سلامت ہو جائیگی۔

اس مسئلہ میں وہ صواب سے دور چلا گیا ہے اور یہ نہیں سمجھا ہے کہ رحمت کا وسیع ہونا صرف دنیا سے مخصوص ہے۔ آخرت میں کافروں کو رحمت کی بو بھی نہ پہونچے گی۔ انه لا ئیئس من رحمة الا القوم الکافرون (میری رحمت سے کافروں کے سوا اور کوئی ناامید نہ ہوگا۔

چونکہ یہ کشف مسلمانوں کے اجماع کے مخالف ہے اس لئے اس کا کچھ اعتبار اور شمار نہیں ہے۔

(۱۸) فرشتے اللہ جلشانہٗ کے بندے ہیں جو گناہوں سے معصوم اور خطا و نسیاں سے محفوظ ہیں۔

تمام اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہیں، اور کوئی ولی کسی نبی کے درجہ تک نہیں پہونچ سکتا۔

(۱۹) ان تمام دینی امور کے ساتھ جو ضرورت اور تواتر کے طریق پر ہم تک پہونچتے ہیں، تصدیق قلبی کا ہونا ایمان کہلاتا ہے۔ اور اقرار زبانی بھی ایمان کا رکن رکھا گیا ہے۔

وہ مسلمان جو باوجود ایمان کے کافروں کی رسمیں بجالاتے اور ان کی تعظیم کرتے ہیں، ان پر نماز جنازہ پڑھنا چاہیئے۔ اور کفار کے ساتھ انھیں نہ ملانا چاہیئے۔ اور امیدوار ہونا چاہیئے کہ آخر کار وہ ایمان کی برکت سے عذاب سے نجات پائیں گے۔ اگر ذرہ بھر ایمان ہوگا تو اس کی جزا دوزخ کا عذاب موقت ہے۔ تمام کبیرہ گناہ اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہیں، وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب دے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ومن قتل مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالدا فیہا۔ "جس کسی نے مومن کو قتل کیا اوسکی جزا جہنم ہے وہ اسمیں ہمیشہ رہیگا"

میں کہتا ہوں کہ قتل کا یہ عذاب اس قاتل کے لئے ہے جو قتل کو حلال جانے، کیونکہ قتل کو حلال جاننے والا کافر ہے۔ ایسا ہی مفسرین نے ذکر کیا ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ۔

انا مومن۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

درحقیقت ان میں نزاع لفظی ہے۔ لیکن مذہب اوّل باعتبار ایمان حال ہے اور مذہب ثانی باعتبار ایمان انجام اور عاقبت ہے۔ لیکن صورت استثنا سے کنارہ کرنا بہتر اور مناسب ہے۔

(۲۰) اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں۔ اور ان سے بکثرت خرق عادات کے واقع ہونے کے سبب سے یہ بات ان کی عادت مستمرہ ہوگئی ہے۔ کرامت کا منکر علم عادی اور ضروری کا منکر ہے۔ نبی کا معجزہ دعویٰ نبوت کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے اور کرامت اس بات سے خالی ہے، بلکہ نبی کی متابعت کے اقرار کرنے کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔

(۲۱) فضیلت کی ترتیب، خلفائے راشدین کے درمیان ترتیب خلافت کے موافق ہے۔

(۲۲) عقائد درست کرنے کے بعد احکام فقہ سیکھنا ضروری ہے معتقدات کے نسبت اطمینان اور یقین حاصل کرنا ہو اور حقیقت اور طریقت بھی سیکھنا ہو تو طریق صوفیہ میں سے طریقہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان بزرگوں نے سنت کی متابعت کو لازم رکھا ہے اور بدعت سے اجتناب کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سماع و رقص کو جائز نہ سمجھے اور ان احوال کا جو ان پر مترتب ہوتے ہیں کچھ اعتبار نہ کیا بلکہ ذکر جہر کو بھی بدعت جان کر اس سے منع کیا۔

علم باطن

۲۲۷۔ بنام مرزا حسام الدین:-

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو طرح کے علم سیکھے ہیں۔ ایک تو وہ علم ہے جس کو میں تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں اور دوسرا وہ علم ہے کہ اگر میں اسے تمہارے سامنے ظاہر کروں تو تم میرا گلا کاٹ دو۔

علم اسرار

۲۶۸۔ بنام خان خانان:۔

اخبار میں آیا ہے کہ۔ العلماء ورثۃ الانبیاء۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

وہ علم جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات سے باقی رہا ہے دو قسم کا ہے۔ ایک علم احکام۔ دوسرا علم اسرار۔ ان انبیاء کا وارث وہ شخص ہے جس کو ان دونوں علموں سے حصہ حاصل ہوا ہو۔

اکثر لوگوں کا یہ گمان ہے کہ علم اسرار سے علم توحید وجودی اور کثرت میں وحدت یعنی شہود وحدت اور وحدت میں کثرت کا مشاہدہ کرنا مراد ہے اور حق تعالےٰ کے احاطہ اور سریان وجود اور قرب ومعیت سے کنایہ ہے جیسا کہ ارباب احوال کے نزدیک مکشوف ومشہود ہے۔

حاشا وکلا ثم حاشا وکلا۔

اس قسم کے علوم ومعارف علم اسرار سے نہیں ہیں۔ اور نہ مرتبہ نبوت کے لائق ہیں۔ کیونکہ ان معارف کی بنا سکر وقت اور غلبۂ حال پر ہے جو صحو کے منافی ہے۔

رویت وکلام حق تعالےٰ

۲۷۲۔ بنام میر سید محب اللہ مانکپوری:۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ والاصح انہ صلی اللہ علیہ وسلم ما رای ربہ سبحانہ لیلۃ المعراج۔" صحیح یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اپنے رب کو نہیں دیکھا۔

یہ بے سروسامان اپنے خیال باطل میں ہر روز خدا کو دیکھتے ہیں۔ حالانکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک دیدار میں بھی علماء کا قیل وقال ہے۔ حضرت موسےٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو شجرۂ مبارکہ سے حق تعالےٰ کا کلام سنا۔ تو اس کلام کو حق تعالےٰ کے ساتھ وہی نسبت تھی جو مخلوق کو اپنے خالق کے ساتھ ہوتی ہے، نہ کہ وہ نسبت جو کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور ایسے ہی وہ کلام، جو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے سنی ان کو بھی حق تعالے کے ساتھ وہی نسبت تھی جو مخلوق کو اپنے خالق سے ہے +

قطب مدار

۲۷۵ - بنام ملا احمد برکی :-

معلوم ہوا کہ آپ اس زمین کا مدار بنائے گئے ہیں۔ اور ان حدود و اطراف کے لوگ آپ کے ساتھ وابستہ کئے گئے ہیں۔ آپ ایسے مقامات میں جہاں کفر متمکن ہو اور بدعتیں جاری ہوں۔ علوم شرعیہ کی تعلیم دیں اور احکام فقہیہ پھیلائیں۔ ذکر قلبی بھی کہ جس کے ساتھ آپ مجاز ہیں احکام شرعیہ کے بجالانے میں مدد دینے والا اور نفس امارہ کی سرکشی کو دور کرنے والا ہے۔ اس طریق کو بھی جاری رکھیں +

متشابہات ۔ مقطعات ۔ تاویلات

۲۷۶ - بنام شیخ بدیع الدین :-

برادر! حق تعالے نے اپنی کتاب مجید کو دو قسم پر فرمایا ہے۔ ایک محکمات دوسری متشابہات۔

قسم اول علوم شرائع اور احکام کا منشاء اور مبدء ہے اور قسم ثانی حقائق اور اسرار کے علوم کا مخزن ہے الفاظ وجہ (چہرہ) قدم، ساق (پنڈلی) اصابع (انگلیاں) اور انامل جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں۔ یہ سب متشابہات میں سے ہیں۔ اور ایسے حروف مقطعات بھی جو قرآنی سورتوں کے اول میں واقع ہوئے ہیں متشابہات میں سے ہیں۔ ان کی تاویل پر علمائے راسخین کے سوا اور کسی کو اطلاع نہیں ہو گئی ہے۔ یہ خیال نہ کیجئے کہ ید مراد قدرت ہے اور اس کی تعبیر ید سے کی گئی ہے یا مراد ذات ہے اور اسکو وجہ سے تعبیر کیا ہے، بلکہ ان کی تاویل ان پوشیدہ اسرار سے ہے۔ جو اخص خواص پر ظاہر کئے گئے ہیں۔

سیر مستطیل ۔ سیر مستدیر ۔ معرفت الٰہی

۲۷۷ - بنام ملا عبد الحی :-

سیر مستطیل یہ ہے کہ اپنا مقصود اپنے دائرہ کے باہر طلب کیا جائے۔ اور سیر مستدیر یہ ہے

کہ اپنے دل کو پھیر کر اپنا مقصود خود اپنے ہی سے طلب کیا جائے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ علم الیقین عین الیقین کا حجاب ہے اور عین الیقین علم الیقین کا حجاب ہے۔ اور نیز بعض نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی علامت، جس نے اللہ تعالیٰ کو کما حقہ پہچانا یہ ہے کہ اس کے سر پر واقف ہو جائے۔ لیکن خود اس کو اس کا علم نہ ہو۔ ایسا شخص اس معرفت میں کامل ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معرفت نہیں ہے۔ اور بعض نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا عارف وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ حیران اور پریشان ہے۔

فنائے قلب۔ اتباع سنت۔ ترک بدعت

۲۷۸۔ بنام ملا عبدالکریم سنامی :۔

دل کی سلامت اسوقت حاصل ہوتی ہے جب دل میں ماسوائے حق کا گذر نہ رہے۔ اس دولت کو فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے اور جتنے ولایت کے کمالات ہیں سب اسی دولت کی فرع ہیں۔ اس دولت عظمیٰ تک پہونچنے کے لئے سب سے زیادہ قریب راستہ طریقۂ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم کا طریق ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں نے اپنی سیر کی ابتدا عالم امر سے کی ہے۔ اور قلب سے قلب کے پھیرنیوالے یعنی خدا کی طرف راستہ لے گئے ہیں۔ انھوں نے دوسروں کی ریاضتوں اور مجاہدوں کے بجائے سنت کو لازم پکڑا ہے اور بدعتوں سے کنارہ کیا ہے۔

حضرت خضر۔ قطب مدار

۲۸۳۔ بنام میاں بدیع الدین :۔

احباب مدت سے حضرت خضر علیہ السلام کے احوال کی نسبت مجھسے دریافت کیا کرتے تھے۔ فقیر کو ان کے حال پر پوری پوری اطلاع نہ تھی، اس لئے جواب دینے میں توقف ہوا۔ آج میں نے صبح کے حلقہ میں دیکھا کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام روحانیوں کی طرح موجود ہیں۔ تلقی روحانی یعنی روحانی ملاقات میں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ "ہم عالم ارواح میں سے ہیں۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ہماری ارواح کو ایسی

قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر ہماری ارواح سے وہ کام صادر ہوتے ہیں جو جسموں سے وقوع میں آتے ہیں۔ یعنی جسمانی حرکات و سکنات اور جسدی طاعات و عبادات۔ ہم شرائع کے ساتھ مکلّف نہیں ہیں۔ لیکن قطب مدار کے کام ہمارے سپرد ہیں اور قطب مدار امام شافعیؒ کے مذہب پر ہے اس لئے ہم بھی اس کے پیچھے امام شافعیؒ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں" اُس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی طاعت پر کوئی جزا مرتب نہیں ہے۔ صرف طاعت کے ادا کرنے میں اہل طاعت کے ساتھ وہ موافقت کرتے ہیں۔ اور عبادات کی صورت کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات میں فقہ شافعی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں، اور کمالات نبوت کی نسبت فقہ حنفی کے ساتھ رکھتے ہیں۔

اُس وقت حضرت خواجہ محمدؐ پارسا قدس سرہ، کے اس سخن کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی جو انھوں نے فصول ستہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کے موافق عمل کرینگے +

شبِ معراج

۲۸۳۔ بنام صوفی قربان:۔

شب معراج میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت دنیا میں واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اس رات کو دائرہ مکان و زمان اور تنگی مکان سے باہر نکل گئے تھے اور اس لئے ازل اور ابد کو آن واحد میں معلوم کر لیا تھا اور بدایت و نہایت کو ایک ہی نقطہ میں متحد دیکھا تھا۔ یعنی اُن اہل بہشت کو جو کئی ہزار سال کے بعد بہشت میں جائیں گے بہشت میں دیکھ لیا۔ وہ رویت جو اس مقام میں واقع ہوئی۔ وہ رویت آخرت ہے۔ اور اس اجماع کے منافی نہیں ہے جو رویت کے عدم وقوع پر ہوا ہے +

ارواح حادث ہیں

۲۸۶۔ بنام مولانا امان اللہ فقیہ:۔

اہل اسلام کے نزدیک تمام عالم مع اپنے اجزا کے محدث ہے۔ ارواح بھی جملہ عالم میں سے ہیں، کیونکہ تمام ماسوائے اللہ کا نام عالم ہے +

صانع اور مصنوع

۲۸۷۔ بنام میاں غلام محمدؒ :۔

عالم کو اپنے صانع بے چون کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے۔ سوا اس کے کہ عالم اس کا مخلوق ہے اور اس کے پوشیدہ کمالات پر دلیل ہے۔ اس حکم کے سوا جتنے حکم ہیں یعنی اتحاد، عینیت، احاطہ، معیت، وغیرہ یہ سب سکرِ وقت اور غلبۂ حال پر مبنی ہیں۔ مستقیم الاحوال اصحاب جنہوں نے صحو کے پیالہ سے پانی پیا ہے، ان علوم سے بیزار ہوتے اور توبہ کرتے رہے ہیں +

مسئلہ قضا و قدر

۲۸۹۔ بنام مولنا بدر الدین :۔

مسئلہ قضا و قدر میں اکثر لوگ حیران اور گمراہ ہو رہے ہیں اور اس مسئلہ پر غور کرنے والوں پر اس قسم کے باطل وہم و خیال غالب ہیں کہ جو کچھ بندہ سے باختیار خود صادر ہوتا ہے اس میں وہ جبر کے قائل ہیں۔ اور بعض لوگ بندے کے فعل کو حق تعالےٰ کی طرف منسوب ہی نہیں کرتے۔ بعض نے طریق اعتدال اختیار کیا ہے جس کو صراط مستقیم یا راہ راست کہا جا سکتا ہے۔ اور اس صراط مستقیم کی توفیق حق تعالےٰ نے فرقہ ناجیہ کو عطا فرمائی ہے اسی واسطے اہل سنت و جماعت کے لوگ فرماتے ہیں کہ بندوں کے اختیاری فعل خلق و ایجاد کی حیثیت سے اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب ہیں اور کسب و اکتساب کے باعث بندوں کی طرف منسوب ہیں۔ یہ بندوں کی حرکت کو حق تعالےٰ کی قدرت کی طرف منسوب کرنے کے اعتبار سے خلق کہتے ہیں اور بندے کی قدرت کیطرف منسوب کرنیکے اعتبار اسکا نام کسب رکھتے ہیں +

پیر کیسا ہو؟

۲۹۲۔ بنام شیخ حمید :۔

پیر ایسا ہونا چاہیئے جو جذبہ اور سلوک کی دولت سے مشرف ہو اور فنا و بقا کی سعادت سے بہرہ ور ہو اور سیر فی اللہ اور سیر الی اللہ اور سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیا باللہ کو انجام تک پہونچا چکا ہو۔

اگر اللہ تعالٰی کی عنایت سے کسی طالب کو اس قسم کا کامل مکمل پیر ملجائے تو چاہیئے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت جانئے۔

نماز معراج ہے۔ شیخ عبد القادر جیلانی۔ خوارق و کرامات

۲۹۳۔ بنام شیخ محمد چتری:۔

آنحضرت صلعم کو باوجود استمرار وقت کے ایک خاص اور نادر وقت بھی حاصل تھا۔ اور وہ وقت ادائے نماز کے وقت تھا۔ الصلوۃ معراج المومنین نماز مومنوں کا معراج ہے۔

آپ نے سنا ہوگا۔ ارحنی یا بلال، اے بلال مجھے راحت دے۔

اس مطلب کے ثبوت کے لئے یہ عادل گواہ ہے۔

حضرت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ اوجمیع اولیاء۔

میرا قدم تمام اولیا کی گردن پر ہے۔

ابتدائے احوال میں سکر کے باعث جو کلمات مشائخ کے منہ سے نکلتے ہیں ممکن ہے کہ انہیں کے ساتھ یہ کلام بھی سرزد ہوا ہو۔ یا اس کلام کے اظہار پر وہ مامور ہوئے ہوں۔ اُن کا قدم اُس وقت کے تمام اولیا کی گردنوں پر تھا۔ اور اُس وقت کے تمام اولیا اُن کے قدم کے نیچے تھے۔ لیکن یہ حکم اُس وقت کے اولیا کے ساتھ مخصوص تھا۔ اولیا متقدمین و متاخرین اس حکم سے خارج ہیں۔

خوارق و کرامات کا بکثرت ظاہر ہونا افضلیت پر دلالت نہیں کرتا۔ بہت ممکن ہے کہ کوئی شخص جس سے کوئی بھی خرق عادت ظاہر نہ ہوا ہو اس شخص سے کہ جس سے

خوارق و کرامات بکثرت ظاہر ہوئے ہوں، افضل ہو۔

خرق عادات دو قسم کے ہیں۔

اوّل:۔ وہ علوم و معارف الٰہی جل شانہٗ جو حق تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، اور وہ عقل کے ماسوا اور متعارف متعاد کے خلاف ہیں۔ اُن کے ساتھ اپنے خاص بندوں کو اللہ ممتاز کرتا ہے۔

دوم:۔ مخلوقات کی صورتوں کا کشف ہونا اور اُن پوشیدہ چیزوں پر اطلاع پانا اور ان کی خبر دینا جو اس عالم کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔

اوّل اہل حق اور ارباب معرفت کے ساتھ مخصوص ہے اور ثانی محق اور مبطل یعنی جھوٹے اور سچے دونوں میں شامل ہے، کیونکہ استدراج والوں کو بھی علم ثانی حاصل ہے۔ لوگ بیوقوف ہیں اور اتنا نہیں جانتے کہ وہ علم جو حاضر یا غائب مخلوقات کے احوال سے تعلق رکھتا ہے، اس میں کیا شرافت و کرامت ہے بلکہ یہ علم تو اس بات کے لائق ہے کہ جہالت سے بدل جائے تاکہ مخلوقات اور ان کے احوال محو ہو جائیں۔ حق تعالےٰ کی معرفت ہی وہ شے ہے جو شرافت و کرامت اور اعزاز و احترام کے لائق ہے۔

صفات ثمانیہ۔ اقسام تکوین

۲۹۴۔ بنام محمد معصوم:۔

واجب الوجود کے صفات ثمانیہ حقیقیہ یہ ہیں۔

تکوین۔ علم۔ قدرت۔ ارادہ۔ سمع۔ بصر۔ کلام۔ حیوٰۃ۔ ان میں سے ہر صفت تعلقات متعددہ کے اعتبار سے بہت سے جزئیات رکھتی ہے۔ جیسے کہ تکوین کہ اس سے تعلقات متعددہ کے اعتبار سے تخلیق (پیدا کرنا) ترزیق (رزق دینا) احیا و اماتت (زندہ کرنا اور مارنا) جزئیات پیدا ہوئے +

وبائے طاعون۔ تربیت اولاد

۲۹۹۔ بنام شیخ فرید:۔

اس ملک میں ہمارے اعمال کی شومی سے اوّل جو تپ ہلاک ہوئے، جو ہم سے زیادہ استلا

رکھتے تھے، پھر عورتیں جن کے وجود پر نوع انسانی کی نسل و بقا کا مدار ہے، مردوں کی نسبت زیادہ مرگئیں۔ جو کوئی اس وبا میں مرنے سے بھاگا اور سلامت رہا اس نے اپنی زندگی پر خاک ڈالی اور جو شخص نہ بھاگا اور مر گیا، اس کو موت شہادت کی مبارک بادی اور خوشخبری ہے۔

بچوں کی تربیت اور ان کی تکلیف برداشت کرنے سے دل تنگ نہ ہونا، کیونکہ بہت سے اجر کی امید اسی پر مترتب ہے +

نبوت۔ ولایت۔ مجددیت

۳۰۱۔ بنام مولانا امان اللہ :۔

نبوت سے مراد وہ قرب الٰہی ہے، جس میں ظلیت کی آمیزش نہیں ہے۔ اور اس کا عروج حق تعالیٰ کی طرف میلان رکھتا ہے اور اس کا نزول خلق کی طرف ہے یہ قرب بالاصالت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا نصیب ہے۔ اور یہ منصب انھیں بزرگواروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ منصب نبوت حضرت سید البشر علیہ السلام پر ختم ہو چکا ہے۔ خادموں کو اپنے مالکوں کی دولت اور پس خوردے سے حصہ حاصل ہوتا ہے۔ پس انبیاء علیہم الصلوٰۃ کے قرب سے ان کے کامل خادموں کو بھی حصہ حاصل ہوتا ہے۔ اس مقام کے علوم و معارف اور کمالات بھی بطریق وراثت کامل تابعین کو نصیب ہوتے ہیں۔ خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد ان کے کامل تابعین کو بطریق تبعیت و وراثت کے کمالات نبوت کا حاصل ہونا ان کی خاتمیت کے منافی نہیں ہے۔

راستے جو کمالات نبوت کی طرف پہونچانے والے ہیں، دو ہیں۔ ایک وہ راستہ ہے جو مقام ولایت کے مفصل کمالات کے طے کرنے پر موقوف ہے اور ان تجلیات ظلیہ اور معارف سکریہ کے حاصل ہونے پر وابستہ ہے، جو قرب ولایت کے مناسب ہیں۔ ان کمالات کے طے کرنے اور ان تجلیات کے حاصل ہونے کے بعد کمالات نبوت میں قدم رکھا جاتا ہے۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ ولایت کے کمالات حاصل

ہوئے بغیر کمالات نبوت تک پہونچنا میسر ہو جاتا ہے۔ یہ دوسرا راستہ شاہ راہ ہے اور کمالات نبوت تک پہونچنے کے لئے زیادہ قریب ہے۔

جاننا چاہیئے کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں یہ بخشش بے وسیلہ ہے اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے حق میں جو تبعیت ووراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں، انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ ہے۔ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد اور لوگ بہت کم اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔ گو یہ جائز ہے کہ تبعیت اور وراثت کے طور پر دوسروں کو بھی اس دولت سے سرفراز فرمائیں۔

میں خیال کرتا ہوں کہ اس دولت نے تابعین بزرگواروں پر بھی اپنا پرتو ظاہر کیا ہے اور تبع تابعین بزرگواروں پر بھی اپنا سایہ ڈالا ہے۔ بعد ازاں یہ دولت پوشیدہ ہو گئی حتیٰ کہ آن سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے الف ثانی (دوسرے ہزار سال) کی ابتدا ہو گئی اور اس وقت پھر وہ دولت تبعیت ووراثت کے طور پر ظاہر ہو گئی اور آخر، اول سے مشابہ ہو گیا۔

ولایت۔ نبوت۔ بہشت

۳۰۲۔ بنام مخدوم زادہ مجد الدین محمد معصوم

ولایت سے مراد وہ قرب الٰہی ہے، جس میں ظلیت کی آمیزش اور ملاوٹ ہو اور حجابوں اور پردوں کے حائل ہوئے بغیر حاصل نہ ہو۔ اولیا کی ولایت ضرور ظلیت کے داغ سے داغدار ہے اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اگرچہ ظلیت سے نکل چکی ہے، لیکن اسماء وصفات کے حجاب کے حائل ہوئے بغیر متحقق نہیں ہے۔ ملاءِ اعلیٰ کی ولایت اگرچہ اسماء وصفات کے حجابوں سے بلند و برتر ہے، لیکن شیون واعتبارات ذاتیہ کے حجابوں سے وہاں بھی چارہ نہیں ہے۔ نبوت اور رسالت ہی وہ شے ہے جس میں ظلیت کی کوئی آمیزش نہیں ہے اور صفات واعتبارات کے حجاب سب راستہ ہی میں رہ جاتے ہیں۔ پس لامحالہ ولایت سے نبوت افضل ہوئی۔ اور قرب نبوت ذاتی

اور اصلی ہوا۔

عشق کا ولولہ، محبت کا طنطنہ، شوق انگیز نعرے، درد آمیز آوازہ، اور وجد و رقص سب مقامات ظلال اور ظہورات وتجلیات ظلیہ کے وقت ہوتے ہیں۔ اصل سے واصل ہونے کے بعد ان امور کا حاصل ہونا مقصود نہیں ہے۔

اس مقام میں محبت کے معنی ارادہ طاعت کے ہیں۔ ایسا ہی علما نے فرمایا ہے۔ اس سے کوئی اور زائد معنی جو شوق و ذوق کا منشا ہو، جیسا کہ بعض صوفیہ نے گمان کیا ہے، نہیں ہے۔

بہشت، اس کے درختوں اور نہروں اور حور و غلمان کو دنیا کی اشیاء کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے۔ بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے نقیض ہیں، جیسا کہ غضب اور رضا ایک دوسرے کا نقیض ہے۔ اشجار و انہار وغیرہ جو بہشت میں ہیں سب اعمال صالح کے نتائج اور ثمرات ہیں۔

تسبیح۔ تحمید۔ تحلیل

۳۰۴۔ بنام مولانا عبدالحی:۔

حدیث نبوی میں جو ہر فرض کے بعد سو دفعہ تسبیح، تحمید و تحلیل کا حکم ہے، فقیر کے علم میں اس کا بھید یہ ہے کہ ادائے نماز میں جو قصور و کوتاہی واقع ہوئی ہے اسکی تلافی تسبیح و تکبیر، کے ذریعہ سے کیجائے۔

حضور قلب

۳۰۵۔ بنام میر محب اللہ:۔

حدیث میں آیا ہے کہ لا صلوٰۃ الا بحضور القلب۔ (نماز بغیر حضور قلب کامل نہیں ہوتی)

مراتب نبوت و ولایت

۳۰۶۔ بنام مولانا محمد صالح:۔

طریق ولایت میں ماسوی اللہ کا نسیان ضروری ہے تاکہ ماسوائے حق کی گرفتاری دور ہو جائے۔ لیکن قرب نبوت کے مدارج میں اشیاء کی گرفتاری اور محبت کے دور

کرنے کے لئے اشیاء کا نسیان درکار نہیں ہے کیونکہ قرب نبوت میں اصل کی گرفتاری جو فی حد ذاتہ حسن جمیل ہے اشیاء کی گرفتاری کا جو فی نفسہ قبیح اور غیر مستحسن ہے۔ نام ونشان نہیں رہنے دیتی عام اس سے کہ اشیاء فراموش ہوں یا نہوں +

تسبیح و تحمید

۲۰۷۔ بنام عبد الواحد لاہوری:۔

کلمۂ طیبہ "سبحان اللہ وبحمدہٖ" بہت اچھی طرح ان امور سے جو حق کی پاک جناب کے لایق نہیں ہیں (یعنی شرور و نقائص سے) حق تعالےٰ کی کمال تنزیہ و تقدیس ظاہر کرتا ہے اور حق تعالےٰ کے صفات و افعال جمیلہ اور اس کے انعامات و احسانات جزیلہ پر حمد کے پیرایہ میں جو ہر شکر کی اصل ہے، ادائے شکر کرتا ہے۔ اسی سبب سے حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آیا ہے کہ جو کوئی اس کلمۂ طیبہ کو دن میں یا رات میں سو بار کہے کوئی عمل دن کا یا رات کا اس کے برابر نہیں ہوتا +

اشارہ سبابہ۔ رفع یدین

۳۱۲۔ بنام میر محمد نعمان:۔

سراجیہ میں ہے کہ نماز میں اشہد ان لا الہ الا اللہ کہتے وقت سبابہ سے اشارہ کرنا مکروہ ہے اور یہی مختار ہے۔

امام اعظم علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ "اگر کوئی حدیث میرے قول کے برخلاف پاؤ تو میرے قول کو ترک کر دو اور حدیث پر عمل کرو" اس میں حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کو نہیں پہونچی ہے۔

شیخ ابن ہمام نے رفع یدین کے بارہ میں کہا ہے کہ "رفع اور عدم رفع کی حدیثیں متعارض ہیں" ہم قیاس کے ساتھ عدم رفع کی حدیثوں کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ نماز کی بنا سکون و خشوع پر ہے جو بر اجماع کے نزدیک مطلوب و مرغوب ہے +

[illegible] مردہ زن

۳۱۳۔ بنام خواجہ محمد ہاشم:۔

اس فقیر کے نزدیک بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب مردوں کو عورتوں کا سا لباس پہننا منع ہے، تو جہاں عوتیں پیراہن پیش چاک پہنتی ہیں وہاں مردوں کو چاہئے کہ عورتوں کی مشابہت ترک کرکے پیراہن حلقہ بگریباں پہنیں۔ اور جس جگہ عورتیں پیراہن حلقہ بگریباں پہنتی ہیں وہاں مرد پیراہن پیش چاک اختیار کریں۔ عرب میں عورتیں پیراہن حلقہ بگریباں پہنتی ہیں اس لئے مرد وہاں پیراہن پیش چاک پہنتے ہیں۔ اور ماوراء النہر اور ہند میں عورتوں کا لباس پیراھت پیش چاک ہے، اس لئے مرد پیراہن حلقہ گریبان اختیار کریں تو اچھا ہے۔

اس دفتر کے مکتوبات کو حضرت مجدد کے بیٹے حضرت [illegible]
خواجہ محمد معصوم کے حکم سے حضرت عبدالحی ابن [illegible]
کیا تھا۔ اس میں ۹۹ مکتوبات ہیں ؛

ہمہ اوست کہنا درست ہے

۱۔ بنام شیخ عزیز جون پوری :-

حمد کا سزاوار اللہ تعالیٰ ہے جس نے امکان کو وجوب کا آئینہ اور عدم کو وجود کا مظہر بنایا۔ وجوب اور وجود اللہ تعالیٰ کے [illegible] لیکن وہ (اللہ تعالیٰ) تمام اسماء و صفات، شیون [illegible] بروز و کمون، تجلیات و ظہورات [illegible] معقول، موہوم و متخیل سے وراء الوراء [illegible] ہے۔ کسی کی حمد اس کی ذات بلند کی بارگاہ تک نہیں پہنچی بلکہ اس کے عزت و جلال کے پردوں کے اسی طرف رہ جاتی ہے۔ اس پاک ذات نے خود اپنی تعریف کی ہے اور اپنی حمد آپ بیان کی ہے وہ آپ ہی حامد اور آپ ہی محمود ہے۔ وجود ہر خیر و کمال کا مبداء اور عدم ہر نقص و شرارت کا منشاء ہے۔ وجود واجب جل شانہ کے لئے اور عدم ممکن کے لئے ہے، تاکہ تمام خیر و کمال حق تعالیٰ کی طرف عائد ہوں اور تمام شر اور نقص ممکن کی طرف راجع ہوں۔ ممکن کو واجب تعالیٰ کا عین کہنا اور

مخلوق کے صفات و افعال کو حق تعالیٰ کے صفات و افعال کا عین ٹھہرانا بڑی بے
ادبی ہے، اور داخل الحاد و شرک ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی کے نزدیک
"ممکنات کے حقائق وہ اسماء و صفات ہیں جو مرتبۂ علم میں ایک دوسرے
سے ممتاز ہوئے ہیں" اور اس فقیر کے نزدیک ممکنات کے حقائق وہ عدمات ہیں
جو اسماء و صفات کی نقیضین ہیں مع اسماء و صفات کے ان عکسوں کے
جو مرتبۂ علم میں اُن عدمات کے آئینوں میں ظاہر ہوئے ہیں، اور باہم
ایک دوسرے میں مل گئے ہیں۔ اس فقیر کے نزدیک شئے کا ظل شئے کا عین
نہیں ہے۔ بلکہ اس کا شبہ و مثال ہے۔ اس فقیر کے نزدیک ممکن واجب
کا عین نہیں ہو سکتا اور نہ ممکن کا واجب پر حمل کرنا درست ہے۔ کیونکہ ممکن
کی حقیقت عدم ہے۔ وہ عکس جو اسماء و صفات سے اس عدم میں منعکس
ہوا ہے ان اسماء و صفات کا شبہ و مثال ہے نہ کہ ان کا عین۔ اس لیے
ہمہ اوست کہنا نادرست ہے اور ہمہ از اوست کہنا درست ہے +

موجود بہ ذات خود

۲۔ بنام شمس الدین خلجانی :-

حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ بذات خود موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ بلا
لحاظ اس کے کہ وہ وجود عین ہو یا زائد ہو اور صفات حق تعالیٰ ذات
حق تعالیٰ کے ساتھ نہ کہ وجود کے ساتھ موجود ہیں، کیونکہ اس مقام میں وجود
کی گنجائش نہیں ہے +

تجلیاتِ ظلال افعال و صفات

۳۔ بنام خواجہ محمد سعید اللہ :-

تم نے جو کہا ہے کہ "انفس اور آفاق میں افعال و صفات کے ظلال
کی تجلیات ہیں انفس افعال و صفات کے تجلیات نہیں ہیں" تو اس کا مطلب
یہ ہے کہ یہ صفات حقیقیہ سے ہے، جیسا علماء ماتریدیہ کا مذہب ہے، اور

صفات اضافیہ سے نہین ہے، جیسا کہ اشعریہ گمان کرتے ہین۔ اہلِ شرع نے جو ذات حق تعالےٰ پر اسما اور احکام کا اطلاق کیا ہے، وہ باعتبار تناسب و تشابہ ہے تاکہ مخلوقات کی سمجھ مین آ سکے اور اُن کے ساتھ اُن کے عقول کے موافق گفتگو ہو سکے +

مجدّدیت

۴۔ بنام میر محمد نعمان :۔

واضح رہے کہ ہر سو سال کے بعد ایک مجدد گزرا ہے، لیکن سو سال کا مجدّد اور ہے اور ہزار سال کا مجدّد اور ہے۔ جتنا سو اور ہزار مین فرق ہے اُتنا ہی بلکہ اس سے زائد دونو مجدّدون مین فرق ہے۔ اس مدت مین جو فیض اُمتون کو پہنچتا ہے مجدد ہی کے ذریعہ سے پہنچتا ہے، خواہ وہ اقطاب و اوتادِ وقت ہون، خواہ ابدال و نجبا ہون +

محبوبیت۔ محبّیت۔ محبت

۷۔ بنام عبد الحی :۔

محبت ذاتیہ مین کہ حق تعالےٰ اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے تین اعتبارات ہیں۔ محبوبیّت، محبّیّت، محبّت۔ کمالات محبوبیت ذاتیہ حضرت خاتم المرسلین صلعم کے ساتھ مخصوص ہین۔ ظہور کمالاتِ محبیت حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کا نصیب ہے۔ نفسِ محبت مین ابو البشر حضرت آدم، حضرت ابراہیم و حضرت نوح مشہور ہوئے: حق تعالیٰ جسطرح اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے، اُسی طرح اپنے اسما، صفات و افعال کے کمالات کو بھی دوست رکھتا ہے۔ مقام محبت ذاتیہ کے اوپر مقام حُبّ ہے جو ان تینوں اعتبارات کا جامع و اجمال ہے۔ مقامات محبت اور حُبّ کے اوپر مقام رضا ہے۔ حضرت خاتم الرسل صلعم کے سوا کسی کا قدم مقام رضا کے اوپر نہین ہے۔ رسول اللہ صلعم نے جو فرمایا ہے۔ " میرا ایک

ایسا وقت اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہے جس میں کسی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل
کو دخل نہیں ہے۔

(لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب و لا نبی مرسل)

تو اس میں اسی مقام کی خبر دی ہے۔

ایمان غیب

۸۔ بنام خانخانان :۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

(و اذا سألک عبادی عنی فانی قریب)

(میرے بندے جب میری نسبت سوال کریں تو میں قریب ہوں)

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ قریب ہے اور ساتھ ہے۔ لیکن قربت اور
معیت کے معنی ہم نہیں جانتے۔ اس جہان میں مومن کا اعلیٰ نصیب حق تعالیٰ
کی ذات و صفات پر بالغیب ایمان لانا ہے۔ اخص خواص کا ایمان بالغیب
عوام کے ایمان بالغیب کا سا نہیں ہے۔ عوام نے سماع اور استدلال
سے ایمان غیب حاصل کیا ہے اور اخص خواص نے ظلال، جمال، جلال،
اور پردہ ہائے تجلیات و ظہورات کے پیچھے غیب الغیب کا مطالعہ کرکے
ایمان غیب حاصل کیا ہے۔

لا الٰہ الا اللہ

۹۔ ملا عارف ختنی :۔

واضح رہے کہ حضرت خلیل علیہ السلام نے کلمہ نفی (لا) کو پورا کیا اور
شرک کا کوئی دروازہ بند کرنے سے نہ چھوڑا۔ جب خاتم الرسل صلعم مبعوث
ہوئے تو انھوں نے کلمہ اثبات (الا اللہ) کے کمالات کا حصہ پایا۔ اس
حالت میں کہہ سکتے ہیں کہ کلمہ اثبات آنحضرت صلعم کی بعثت سے اس جہان کے
اندازے کے مواقف کامل اور تمام ہوا۔

قلب مومن

۱۱۔ بنام محمد مودود :۔

شیخ بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ "اگر عارف کے گوشۂ دل مین عرش وما فی العرش کو رکھ دین تو عارف کا دل اتنا فراخ ہے کہ کچھ محسوس نہ ہو"۔ شیخ جنید فرماتے ہین اس کی تائید مین کہ جب حادث قدیم کے ساتھ مل جاتا ہے تو اس کا اپنا اثر کچھ باقی نہیں رہتا۔ یہ فقیر کہ حضرت الٰہی سے تربیت یافتہ ہے یہ سمجھتا ہے کہ قلب عارف جب اپنی استعداد خاص سے نہایۃ النہایۃ تک پہنچ جاتا ہے اور کمال حاصل کرلیتا ہے تو یہ قابلیت پیدا کرلیتا ہے کہ انوار عرشی کے ظہور کے بے نہایت لمعات مین سے ایک لمعہ اس پر فائض ہو۔ اس لمعہ کو لمعات سے وہی نسبت ہے جو قطرہ کو دریائے محیط سے ہے۔ بلکہ اس سے بھی کم۔ عرش وہ ہے جسے اللہ تعالےٰ عظیم فرماتا ہے اور اس پر استوا کا سر ثابت کرتا ہے۔ عارف کو یہ سبب جامعیت کے بطور تشبیہ و تمثیل عرش اللہ کہتے ہیں۔ یعنی جس طرح عرش مجید عالم کبیر مین عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے اور خلق اور امر دونوں کا جامع ہے، اسی طرح قلب بھی عالم صغیر مین عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے اور عالم خلق اور عالم امر دونوں کا جامع ہے اسی لئے قلب کو بھی بطور تشبیہ عرش کہہ سکتے ہین ؀

عرش اللہ

۱۱۔ بنام خواجہ محمد معصوم :۔

عالم کبیر کے اجزا مین سے جزو اشرف حضرت رحمٰن کا عرش ہے۔ یہ عرش ذات جامع الصفات جل شانہٗ کے انوار کا مظہر ہے، اسی لئے رب العلیٰ نے استوا کے سر کو عرش مجید کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ ظہور جامع جو عرش سے منسوب ہے، منشا ہے تمام مشاہدات، معاینات و مکاشفات کا اور منتہا ہے تمام ظہورات و تجلیات کا۔ تجلی ذاتی ہو یا صفاتی ہو۔ اسکے بعد جہل سے

معاملہ ہوتا ہے۔ اس کے اوپر کے کمالات ایسے ہین کہ وہ کسی کے ساتھ کسی طرح بھی مشابہ نہین ہین کہ مثال مین ان کی صورت بیان کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقام مین ہر وقت جہل دامنگیر رہتا ہے۔ اس مقام پر ادراک کا نہونا ہی ادراک ہے۔ امید ہے کہ آخرت مین ایسی قوت بخشی جائے گی اور ایسا دل ملیگا جو نور کی چمک مین لاشئے نہوگا اور معاملہ کی اصلیت سے آگاہ ہوگا۔ ظہور فوق العرش سے یہ وہم ہونا چاہیئے۴۔ آئینہ مین زید کی صورت ہو تو یہ لازم نہین آتا کہ زید آئینہ مین ٹھیرا ہوا ہے۔ مومن آخرت مین حق تعالیٰ کو بہشت مین دیکھین گے حالانکہ بہشت اور غیر بہشت اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونون برابر ہین۔ تجلی جو کوہ طور پر ہوئی تھی حالیت اور محلیت سے پاک تھی۔ بعض جگہین ظہور کی قابلیت رکھتی ہین اور بعض نہین رکھتین۔ آئینہ ظہور صور کی قابلیت رکھتا ہے اور گھوڑون کی نعل میں یہ قابلیت نہیں ہوتی۔ گویا مظہر میں فرق ہے ظاہر میں نہین ہے لیکن تنگی عبارت کے باعث اس قسم کے الفاظ اختیار کئے جاتے ہیں۔ عالم کبیر مین مظہر ذات مستجمع صفات عرش مجید ہے اور عالم صغیر میں انسانِ کامل ذاتِ احد کا مظہر ہے، انسان کے لئے اس قسم کا آئینہ اور مظہر بنا عجائبات سے ہے۔

اسمارِ خلفاءِ راشدین در خطبہ

۱۵۔ بنام سادات و قضات و روسار شہر سامانہ:۔

خلفاءِ راشدین کا ذکر اگرچہ شرائط خطبہ سے نہین ہے، لیکن اہل سنت و جماعت کا شعار تو ضرور ہے اور سوا اس شخص کے جسکا دل مریض ہو کوئی دوسرا اسے ترک نہین کرسکتا۔ سلطانِ وقت (خدا دشمنانِ دین پر اُسے غلبہ دے) اہل سنت اور حنفی مذہب ہے۔ اس کے عہد مین اس قسم کی بدعت کا ظاہر کرنا بڑی جرأت اور دلیری ہے۔

وبائی امراض

۱۶۔ بنام شیخ بدیع الدین سہارنپوری:۔

۴؎ کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کا مقام و قرار عرش کے اوپر ہے اور جہت و مکان اُس کیلئے ثابت ہیں۔

موتِ وبا سے بھاگنا کفار کے مقابلہ سے بھاگنے کی طرح گناہِ کبیرہ ہے۔ جو کوئی صبر کے ساتھ وبا والی زمین پر ٹھیرا رہے اور مرجائے تو شہید کا درجہ پائیگا اور فتنۂ قبر سے محفوظ رہے اور صبر کرے اور نہ مرے تو غازی کا درجہ پائے +

طاعون

۱۷۔ بنام حسام الدین احمد :-

عبد اللہ بن زبیر کے زمانہ مین طاعون واقع ہوا اور طاعون مین حضرت انس کے ۸۳ بیٹے مرے۔ یہ سب آنحضرت محمد صلعم کے خادم تھے۔ اور آنحضرت نے اُن کے حق مین برکت کی دعا کی تھی۔ بہت سے حضرت عبد الرحمٰن بن ابوبکر کے بھی فوت ہوئے تھے۔ جب رسول صلعم کے اصحاب کرام کے ساتھ یہ معاملہ ہوا تو ہم گنہگار کس حساب مین ہین ؟ حدیث مین آیا ہے کہ طاعون پہلی امتون کے حق مین عذاب اور امتِ محمدی کے حق مین شہادت ہے۔ اس امت کے حق مین یہ بلا بظاہر غضب اور بباطن رحمت ہے۔

درجہ علما

۱۸۔ بنام شیخ جمال ناگوری :-

(العلماء ورثة الانبیاء)- (علماء ورثاء انبیا ہین)

علماء عظام کے حق مین کافی ہے +

بدعت

۱۹۔ بنام میر محب اللہ :-

سُنت سنیہ بجالائیے اور بدعت نامرضیہ سے اجتناب کیجئے۔ سپیدی صبح کیطرح بدعت روشن معلوم ہو جب بھی درحقیقت اس مین نہ روشنی ہے اور نہ نور ہے۔ بدعت کیسی ہی ہو سنت کی رافع اور سنت کی نقیض ہے +

قلب

۲۱۔ بنام خواجہ محمد صدیق :-

ارباب ولایت جب لفظ "قلب" بولتے ہین تو اس سے انسان کی وہ حقیقت جامع مراد لیتے ہین جو عالم امر سے ہے۔ اور زبان نبوت مین قلب سے مراد وہ مضغہ گوشت ہے جس کی درستی پر تمام بدن کی درستی وابستہ ہو۔ جتنا ہی اتم اور اکمل ہوتا ہے اور شیون وصفات کی آمیزش سے صاف ہوتا ہے اتنا ہی جہل اور حیرت پیدا کرتا ہے۔ اے برادر! تو اس قلب کو ایک بے اعتبار مضغہ گوشت نہ خیال کر۔ یہ وہ جوہر نفیس ہے جسمین عالم خلق کے خزائن اور اسرار پوشیدہ ہین +

شہر سرہند

۲۲۔ بنام مولانا محمد صادق کشمیری :۔

شہر سرہند مین ایسا اور بطور امانت رکھا گیا ہے جو بے صفتی اور بے کیفی کے نور سے مقتبس ہے اور اس نور کی طرح ہے جو بیت اللہ کی زمین پاک سے ظاہر اور روشن ہے +

بدعت۔ صحبت نبی

۲۳۔ بنام محمد عیسیٰ :۔

یہ وہ زمانہ ہے کہ عہد نبوت کے بُعد کے باعث سنت پوشیدہ ہوگئی ہے اور بدعت جھوٹ کے باعث جلوہ گر ہوگئی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا:

کل بدعة ضلالة (ہر بدعت گمراہی ہے)

گذشتہ زمانہ مین اسلام قوی تھا اس لئے وہ ظلمات بدعت کو اُٹھا سکتا تھا، اس وقت اسلام ضعیف ہے ظلمات بدعت کو اُٹھا نہین سکتا۔ آنحضرت صلعم کی پہلی صحبت مین جو صحابہ کرام کو حاصل ہوتا تھا وہ دوسروں کو انتہا مین بھی بمشکل حاصل ہوتا ہے +

"ہمہ اوست" غلط ہے

۲۷۔ بنام ملا طاہر بدخشی :۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ انسان کے شرف اور کرامت کو مدنظر رکھکر اور حق تعالی کی تنزیہ اور تقدیس نظر انداز کر کے "ہمہ اوست" کہتے ہین ٭

تناسخ

۲۸ - بنام

بعض کبرا نے اپنے افعال سابقہ سے خبر دی ہے جو اُن سے وجود عنصری میں آنے کے کئی قرون پہلے صادر ہوئے تھے - وہ افعال اُن کی ارواح مجردہ سے صادر ہوئے تھے اور وجود عنصری مین آنے کے بعد وہ اُن سے مطلع ہوئے بعض لوگ اس قسم کے افعال صادر ہونے سے تناسخ کے وہم مین پڑ جاتے ہین حاشا وکلا کہ کسی دوسرے بدن سے پہلے تعلق ہوا ہو ٭

نماز و استغفار

۳۱ - بنام خواجہ محمد شرف الدین حسین :-

نماز پنجگانہ کو بجمعیت، جماعت و تعدیل ارکان ادا کیجئے - نماز تہجد ترک نہ کیجئے اور صبح کے استغفار کو رائیگان نہ کیجئے ٭

مقام رضا

۳۳ - بنام مولانا محمد صالح کولابی :-

محبوب محب کی نظر مین محبوب ہے، رنج پہنچائے یا راحت پہنچائے محبوب کے ایلام مین محب انعام سے زائد تر لذت اور خوشی پاتا ہے - میرے خیال مین مقام رضا سے یہ مقام برتر اور بلند تر ہے - کیونکہ مقام رضا مین محبوب کے ایلام کی کراہت کا دفع کرنا مقصود ہوتا ہے اور یہاں اس فعل مین لذت حاصل ہوتی ہے ٭

عقائد اہل سنت و جماعت

۳۶ - بنام خواجہ محمد تقی :-

اہل بیت رسول صلعم کی محبت اہل سنت وجماعت کا سرمایہ ہے۔ مخالفوں نے افراط کی طرف توجہ کی اور افراط کے ماسوا کو تفریط سمجھکر خارج کردیا۔ اور اسے خوارج کا مذہب تصور کیا۔ وہ یہ نہ سمجھے کہ افراط وتفریط کے درمیان ایک حد اوسط ہے جو مرکز حق اور موطن صدق ہے۔ اور اسی امر پر اہل سنت وجماعت کا عمل ہے۔ اصحاب رسول صلعم کے باہمی جنگ وجدال کے تین گروہ تھے۔ ایک نے دلیل اور اجتہاد سے حضرت امیر کو حق بجانب خیال کیا اور دوسرے نے جانب مقابل کو دلیل اور اجتہاد سے برسرحق تصور کیا اور تیسرا متوقف رہا اور کسی کو کسی سے مرجح نہ خیال کیا۔ ان تینون نے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کیا اور جو یہ واجب سمجھے بجالائے۔ پھر ملامت کی گنجائش کہان رہی؟ ایک کو برسرحق اور دوسرے کو برسرناحق نہ کہنا چاہیئے اور سب کو نیکی سے یاد کرنا چاہیئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ

(اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم)
(میرے اصحاب مثل ستارون کے ہین۔ انہین سے کسی کی پیروی کروگے تو ہدایت پاؤگے)

حدیث مین آیا ہے۔

(الخلافت من بعدی ثلثون سنۃ .:. کہ خلافت میرے بعد تیس سال تک ہے)

یہ مدت حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی خلافت پر تمام ہو جاتی ہے اور اس حدیث کی مصداق چارون خلفاء ہوتے ہین۔ خلافت کی ترتیب برحق ہے اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت کی حقیقت سے انکار کرنا درست نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ پر جو طعن کرتے ہین وہ یہ نہین سمجھتے کہ ان پر طعن کرنے سے نصف احکام شرعی پر طعن لازم آتا ہے۔ علماء مجتہدین نے فرمایا ہے کہ احکام کے متعلق تین ہزار حدیثین ہین اور تین ہزار احکام شرعی ان حدیثون سے ثابت ہوئے ہین۔ جن مین سے ڈیڑھ ہزار حضرت ابوہریرہ سے مروی ہین۔ امام بخاری فرماتے ہین کہ ابوہریرہؓ کے راوی آٹھ سو صحابہ کرام اور

تابعین سے زائد ہین۔ اگر حضرت امیر کے حق مین تقیہ جائز بھی سمجھا جائے، تو حضرت امیر کے اُن اقوال کی نسبت کیا کہا جائے گا جو بطریق تواتر شیخین کی افضلیت مین منقول ہین؟ مرد انا بخوبی جانتے ہیں کہ تقیہ و جبانت (بزدلی و نامردی) کو اسد اللہ کی جانب منسوب کرنا مناسب نہین ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ حبیب رب العلمین کی محبوبہ تھین، اور لب گور تک مقبولہ اور منظورہ رہین۔ ایام مرض الموت مین آنحضرت صلعم انھین کے حجرہ مین رہے اور انھین کی گود مین جان دی اور انھین کے حجرہ مین مدفون ہوئے۔ اصحاب کرام مشکلات مین ان کی طرف رجوع کرتے تھے، اور حلِ مشکلات طلب کرتے تھے۔ اُس صدیقہ مجتہدہ کو حضرت امیر کی مخالفت کے باعث سے طعنہ کرنا اور حرکات ناشایستہ کو ان کی طرف منسوب کرنا ازبس نامناسب ہے اور پیغمبر صلعم پر ایمان لانے سے دور ہے۔ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما اصحاب کبار اور عشرہ مبشرہ یعنی اُن دس اشخاص مین سے ہین جنھین جنت کی بشارت دی گئی۔ ان پر طعن و تشنیع مناسب نہین ہے۔ یہ وہ حضرات ہین کہ حضرت عمر نے اپنے جانشینی مابعد کو چھہ شخصون کے مشورے پر چھوڑا تو اُن مین اُن دو حضرات کے بھی نام تھے۔ حضرت عمرؓ نے اُن چھہ حضرات مین سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کی وجہ نہین پائی۔ طلحہ اور زبیر نے از خود خلیفہ بننے سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے اپنا حصہ ترک کیا (ترکت حظی) یہ وہی طلحہ ہین جنھون نے اپنے باپ کو اس بے ادبی کے باعث جو اس سے آنحضرت صلعم کی نسبت صادر ہوئی تھی قتل کرکے اس کا سر آنحضرت صلعم کی خدمت مین لائے تھے

ابن عبد اللہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت رسول اللہ صلعم نے

من احب علیا فقد احبنی ومن ابغض کہ جس نے علی کو دوست رکھا اس نے
علیا فقد ابغضنی ومن اذی علیا فقد مجھے دوست رکھا اور جس نے علیؓ سے بغض رکھا مجھ سے
اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ بغض رکھا جس نے علی کو ایذا دی مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اللہ تعالیٰ

(ترمذی)

ترمذی میں ہے کہ سلمہ بن زیاد نے کہا کہ میں نے رسول صلعم کو دیکھا کہ امام حسن اور امام حسین آپ کی ران پر تھے اور آپ فرماتے تھے کہ یہ دونو میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔

ھذان ابنای وابناء بنتی اللھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما	اے اللہ میں انہیں دوست رکھتا ہوں تو انہیں دوست رکھ اور انکے ساتھ محبت رکھنے والوں کو بھی دوست رکھ

ترمذی نے انس سے روایت کی ہے کہ رسول صلعم سے پوچھا گیا کہ اہل بیت میں کون کون آپ کو زائد تر عزیز ہیں تو آپ نے فرمایا "الحسن والحسین"

مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو شے اسے متردد کرتی ہے اور جو شے اسے ایذا پہنچاتی ہے وہ مجھے بھی ایذا پہنچاتی ہے۔ حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے حضرت علی سے فرمایا۔

(فاطمة احب الیّ منک وانت اعز علیّ منھا)

(فاطمہ مجھے تجھ سے زائد محبوب ہے اور تو مجھے اس سے زائد عزیز ہے)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب کبھی میں کہتی تھی کہ "خدیجہ ایسی عورت کیا دنیا میں نہیں ہوئی؟" تو رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ وہ تھی جیسی کہ وہ تھی اور اس سے میری اولاد ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔

العباس منی وانا منہ	عباس میرا ہے اور میں عباس کا ہوں

ابن عدی اور دیلمی نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔

اثبتکم علی الصراط اشدکم حبا لاہل بیتی واصحابی۔	تم میں سے جسے میرے اہل بیت اور اصحاب سے زائد محبت ہوگی وہ صراط پر زائد ثابت قدم ہوگا

سیر انفسی

۴۴۔ بنام خواجہ جمال الدین :۔

خدا تعالیٰ بے چون و بے چگون جس طرح آفاق سے وراء الوراء ہے اسی طرح انفس سے بھی وراء الوراء ہے ۔ سیر آفاقی کو سیر الی اللہ اور سیر انفسی کو سیر فی اللہ کہنا فضول ہے ۔ یہ دونوں سیر الی اللہ میں داخل ہیں ۔ سیر فی اللہ وہ سیر ہے جو آفاق اور انفس سے منزہ ہوں دور اور ان سے وراء الوراء ہے ۔ حضرت خواجہ قدس سرہ فرماتے ہیں ۔ " جو کچھ دیکھا سنا اور جانا گیا وہ سب غیر ہے ۔ کلمہ لا سے اس کی نفی کرنا چاہیئے " ۔ ان بزرگوں کی ابتدا جذب و محبت الٰہی پر ہے ۔ جب اللہ تعالیٰ کی مناسبت سے محبت غالب آتی ہے تو آہستہ آہستہ ماسوا اللہ کی محبت غائب ہو جاتی ہے اور اغیار کی گرفتاری بتدریج دور ہو جاتی ہے ۔ کمال محبت کی علامت شریعت کی کمال اطاعت ہے اور شریعت کا کمال علم عمل اور اخلاص پر منحصر ہے ۔ سیر انفسی ضروری ہے اور اسی کے ضمن میں سیر آفاقی حاصل ہو جاتی ہے ۔

سوفسطائی

۴۵۔ بنام محمد صادق :۔

صوفیہ کے نزدیک اشیاء حق تعالیٰ کے ظہورات ہیں [illegible] ہیں ۔ اس اعتبار سے "ہمہ اوست" کا مطلب "ہمہ از اوست" ہوا [illegible] گمراہ کے نزدیک [illegible] ہے ۔ صوفیہ اشیاء کو حق تعالیٰ کے ظہورات کہتے ہیں اور [illegible] اس لفظ سے بھی کنارہ کرتے ہیں تاکہ حلول و اتحاد کا وہم نہ ہو ۔ صوفیہ عالم کو معدوم [illegible] خارج میں [illegible] بھی وجود جانتے ہیں [illegible] وہم و خیالات جانتے ہیں ۔ ان کے نزدیک وہم و خیال کے اٹھ جانے سے اشیاء بھی اٹھ جاتے ہیں ۔ یہ بے وقوف صانع جل شانہ کے ایجاد کا انکار کرتے ہیں

اور اشیاء کو حق تعالےٰ کی طرف منسوب نہین کرتے۔ عروج کے وقت اشیاء کا
وجود وہی صوفیہ کی نظرون سے پوشیدہ ہو جاتا ہے اور وجود حق تعالےٰ کے سوا
انھین کچھ نظر نہین آتا اور علماء وجود اشیاء کو وہمی نہین کہتے تاکہ کوئی کوتاہ نظر
اس کے رفع ہونے کا حکم کرکے ثواب و عذاب سے انکار نہ کرے۔ یون سمجھئے کہ
نقطۂ جوالہ وہم وخیال کے اعتبار سے دائرہ کی صورت خارج مین پیدا کرتا ہے
خارج مین دائرہ کا عدم حصول نفس امری ہے اور وہم وخیال کے اعتبار سے
اس کا حصول نفس امری ہے۔ صوفیہ جو وحدت وجود کے قائل ہین حق پر ہین اور
علماء جو کثرت وجود کے قائل ہین وہ بھی حق پر ہین۔ صوفیہ کے مناسب حال وحدت
ہے اور علماء کے مناسب حال کثرت ہے۔ کیونکہ شرائع کی بنا کثرت پر ہے اور نبیاء
کی دعوت و ثواب آخرت کو اسی کثرت سے تعلق ہے +

مظہر اسماء وصفات

۹۰۴۔ بنام حسام الدین احمد :۔

عالم اسماء وصفات کا مظہر ہے۔ ممکن مین حیات آئینہ ہے واجب تعالےٰ
کی حیات کا۔ علم آئینہ ہے اُسی کے علم کا۔ اور قدرت آئینہ ہے اُسی کی قدرت کا۔
لیکن عالم مین اس کی ذات کا نہ کوئی آئینہ ہے اور نہ مظہر ہے، بلکہ اس کی ذات
کو عالم کے ساتھ کوئی مناسبت نہین ہے۔ یعنی کسی چیز مین وہ شریک نہین ہے۔
نہ مناسبت اسم مین ہے۔ نہ مشارکت صورت مین ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِین — اللہ تعالےٰ تمام عالم سے غنی ہے۔

کلمۂ طیبہ

۹۰۴۔ بنام مولانا حمید الدین بنگالی :۔

کلمۂ طیبہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" طریقت، حقیقت
اور شریعت کا جامع ہے۔ جب تک سالک مقام نفی مین ہے طریقت مین ہے۔ جب
وہ اس سے فارغ ہو جاتا ہے یعنی تمام ماسوا منتفی ہو جاتے تو معاملہ طریقت

ختم ہو جاتا ہے اور مقام فنا میں وہ پہنچ جاتا ہے۔ نفی کے بعد جب وہ مقام اثبات میں آتا ہے اور سلوک سے جذبہ کی طرف راغب ہوتا ہے تو یہ مرتبہ حقیقت کے ساتھ متحقق اور بقا کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے۔

یہی نفی و اثبات، طریقت و حقیقت، فنا و بقا یا سلوک و جذبہ مصداق ولایت ہیں۔ اور یہیں نفس امارہ پن چھوڑ کر مطمئن ہو جاتا ہے اور پاک و صاف ہوتا ہے۔ گویا اس کلمہ طیبہ کے جزو اول کے ساتھ جو نفی اثبات ہے کمالات ولایت وابستہ ہیں۔ اس کلمہ کا دوسرا جز مجھے دریائے ناپید اکنار دکھائی دیا۔ اور اس کے مقابلہ میں پہلا جز و قطرہ کی طرح نظر آیا۔ ذکر سے غفلت کا دور کرنا مراد ہے، کسی طرح وہ ہو۔ ذکر نفی و اثبات یا تکرار اسم ذات پر اس کا انحصار نہیں ہے۔ اوامر کا بجالانا اور نواہی سے باز رہنا بھی داخل ذکر ہے۔

اسلام حقیقی

۵۰۔ بنام مرزا شمس الدین:-

نفس جب مقام اطمینان میں آکر حکم الٰہی کا تابع ہوتا ہے تو اسلام حقیقی میسر ہوتا ہے اور حقیقت ایمان حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بعد پھر حقیقت ہی حقیقت ہوگی۔ یعنی نماز ادا ہوگی تو وہ حقیقت نماز ہوگی۔ حج ہوگا تو حقیقت حج ہوگی۔ روزہ ہوگا تو حقیقت روزہ ہوگی۔ اسی طرح دیگر اعمال و احکام شرعی کو بھی خیال کرنا چاہیئے۔ شریعت اور شریعت کی حقیقت کے درمیان طریقت اور حقیقت متوسط ہیں۔ ولایت خاصہ سے مشرف ہوئے بغیر اسلام مجازی سے اسلام حقیقی تک نہیں پہنچتے۔ سالک جب شریعت کی حقیقت کے ساتھ آراستہ ہو جاتا ہے تو اسے اسلام حقیقی میسر ہوتا ہے۔ اور وہ اس بات کے لائق ہوتا ہے کہ کمالات نبوت سے انبیاء علیہم السلام کی وراثت اور تبعیت کے طور پر حصہ کامل پائے گویا صورت شریعت کے ثمرات کمالات ولایت ہیں۔ اور حقیقت شریعت کے ثمرات کمالات نبوت ہیں۔ صورت شریعت میں نفس امارہ نافرمان اور منکر رہتا ہے۔

اور حقیقت شریعت میں وہ مطمئن اور مسلمان ہو جاتا ہے۔ مقام ولایت میں قالب کے اجزا سرکشی اور نافرمانی سے باز نہیں آتے۔ مگر کمالات نبوت میں وہ اعتدال پر آجاتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے جو فرمایا ہے کہ

(اسلم شیطانی) ؎ میرا شیطان بھی مسلمان ہو گیا۔

ممکن ہے کہ اس سے اسی امر کی طرف اشارہ ہو۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس مقام میں شریعت کی صورت اور حقیقت سے استغنا حاصل ہو جاتا ہے اور احکام شرعی بجالانے کی حاجت نہیں رہتی۔ کیونکہ شریعت ہی پر بنیاد قائم ہوتی ہے۔ درخت یا مکان کتنا ہی بلند ہو بنیاد سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

محدث

۵۔ بنام خواجہ محمد صدیق :-

حق تعالےٰ کے کلام بندوں کے ساتھ کبھی روبرو اور بلاواسطہ ہوتے ہیں۔ اس قسم کے کلام بعض انبیا علیہم السلام کے ساتھ ثابت ہیں۔ کبھی انبیا علیہم السلام کے بعض کامل تابعداروں کو یہ شرف حاصل ہوتا ہے۔ جس شخص کے ساتھ بکثرت ایسے کلام ہوں اسے محدث کہتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت عمر تھے۔ یہ کلام الہام [illegible] روحانی اور اس کلام سے جو فرشتہ کے ساتھ ہوتا ہے الگ ہے۔ اس قسم [illegible] کے ساتھ انسان کامل مخاطب ہوتا ہے۔ اور یہ کلام کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ متکلم مخاطب کو نظر آئے۔ مخاطب کی آنکھیں کمزور ضعیف ہیں تو متکلم کے انوار کی چمک کیسے برداشت کریں گے۔ آنحضرت صلعم سے رویت سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔

فوجی روحی لہ الفدا ؎ وہ خوب ہیں اسے کیسے دیکھوں۔

یہ معرفت شریف ایسی ہے کہ آج تک کسی نے بیان نہیں کی۔

گناہ پر اصرار

۶۔ بنام یکے از مشائخ گرد و نواح :-

ندامت تو بہ کی شرائط میں سے ہے کہ بعض خلاف شرع کرنے سے جیسے ندامت نہ ہو، بلکہ لذت اور حظ حاصل ہو تو اس سے اللہ کی پناہ گناہ میں لذت حاصل کرنا گناہ پر اصرار کرنا ہے۔ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ تک پہونچاتا ہے۔ اور کبیرہ پر اصرار کرنا کفر کی دہلیز ہے +

مدارج اتباع سنت

۵۴ - بنام سید شاہ محمدؒ :-

آنحضرت محمد صلعم کی متابعت جو باعثِ سعادتِ دنیا و دین ہے، کئی قسم کی ہے -

(۱) احکام شرعی بجالا، اور سنت سنیہ کی پیروی کرنا -

(۲) آنحضرت محمد صلعم کے اُن اقوال و اعمال کا اتباع کرنا جو باطن سے تعلق رکھتے ہیں، مثلاً تہذیب اخلاق وغیرہ وغیرہ جو مقام طریقت کے متعلق ہیں -

(۳) آنحضرت محمد صلعم کے اُن احوال و اذواق و مواجید کا اتباع کرنا جو مقام ولایت خاصہ تعلق رکھتے ہیں - یہ درجہ اون ارباب ولایت کے ساتھ مخصوص ہے جو مجذوب یا سالک مجذوب ہیں -

(۴) اتباع حقیقت سنت - اتباع درجہ سیوم کے بعد مرتبۂ ولایت ختم ہو جاتا ہے تو نفس مطمئن ہو جاتا ہے اور اس وقت جو متابعت ہوتی ہے وہ متابعت کی حقیقت ہوتی ہے اول درجہ میں جس متابعت کی صورت تھی اس کی حقیقت اس چوتھے درجہ میں ہے - یہ چوتھا درجہ اون علماء راسخ کے ساتھ مخصوص ہے جو اطمینان نفس کے بعد متابعت کی دولت سے بھی مشرف ہیں - یہ درجہ کبھی فنا، سلوک اور جذبہ کے وسیلے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور کبھی احوال، مواجید، تجلیات اور ظہورات میں سے کچھ بھی درمیان نہیں آتا، اور یہ دولت حاصل ہو جاتی ہے - لیکن ولایت کے راستہ سے اس دولت تک پہنچنا آسان اور اقرب ہے - اور دوسرا راستہ فقہ کے

نزدیک سنت سنیہ کی متابعت اور بدعت کے اسم و رسم سے اجتناب کرتا ہے جب تک بدعت حسنہ سے بھی بدعت سیئہ کی طرح پرہیز نہ کیا جائے گا، اس دولت کی بو دماغ جان تک نہ پہونچے گی۔ اس زمانہ مین یہ امر دشوار معلوم ہوتا ہے کیونکہ تمام جہان دریائے بدعت مین غرق ہے اور بدعت کی تاریکی مین پھنسا ہوا ہے۔ کسی کی مجال نہین ہے کہ بدعت دور کرنے کا دم مارے اور احیاء سنت کا دعوی کرے۔

(۵) آنحضرت صلعم کے ان کمالات کا اتباع، جن کے حاصل ہونے مین علم اور عمل کو دخل نہین ہے۔ بلکہ وہ محض فضل و کرم الٰہی پر موقوف ہے۔ یہ درجہ نہایت ہی بلند ہے۔

(۶) آنحضرت صلعم کے ان کمالات کا اتباع جو آنحضرت صلعم کے مقام محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہین درجات ۲ تا ۶ مقام عروج سے تعلق رکھتے ہین۔

(۷) آنحضرت صلعم کا اتباع ان باتون مین جو نزول و ہبوط سے تعلق رکھتی ہین۔ یہ درجہ تمام دیگر درجون کا جامع ہے۔

کامل وہ ہے جو ان ساتون درجون سے آراستہ ہو۔ علماء ظاہر پہلے ہی درجہ مین خوش ہین۔ کاش یہ لوگ اول ہی درجہ کو سرانجام کرلین تو غنیمت ہے۔

قرآن مجید

۵۵۔ بنام خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم:۔

تمام احکام شرعی بلکہ تمام گزشتہ شریعتون کا جامع قرآن مجید ہے۔ اس شریعت کے احکام تین قسم کے ہین۔

(۱) وہ احکام جو نص کی عبارت، اشارت، دلالت اور اقتضاء سے مفہوم ہوتے ہین۔ ان مین تمام خاص و عام اہل لغت مساوی ہین۔

(۲) وہ احکام جو اجتہاد و استنباط سے مفہوم ہوتے ہین۔ انکے سمجھنے کیلئے ائمہ مجتہدین کی فہم مخصوص ہے۔

(۳۶) وہ احکام جن کے سمجھنے سے طاقت انسانی عاجز ہے، جب تک کہ احکام کے نازل کرنے والے جل شانہٗ کی طرف سے اطلاع نہ ملے۔ اس اعلام و اطلاع کا حاصل ہونا پیغمبر صلعم کے ساتھ مخصوص ہے۔ ان احکام کا مظہر پیغمبر ہے۔ اس لئے یہ احکام سنت کی طرف اسی طرح منسوب ہوئے ہیں، جس طرح احکام اجتہاد و قیاس کی طرف منسوب ہیں۔ غرضکہ سنت اور قیاس دونوں احکام کے مظہر ہیں، اگرچہ ان دونوں کے مدارج میں بڑا فرق ہے۔

کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ، حضرت ابو حنیفہؒ کے مذہب کے موافق عمل کرینگے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کا اجتہاد حضرت ابو حنیفہ کے موافق ہوگا، نہ یہ کہ وہ ان کے مذہب کی تقلید کریں گے، کیونکہ اُن کی شان اس سے برتر ہے کہ علماء امت کی تقلید کریں۔ بے تکلف کہا جا سکتا ہے کہ مذہب حنفی کی نورانیت کشفی نظر میں دریائے عظیم کی طرح دکھائی دیتی ہے، اور دوسرے تمام مذاہب حوضوں اور نہروں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ مجھے مذہب حنفی کا التزام ہے، لیکن امام شافعیؒ سے محبت ذاتی ہے۔ اور میں اُن کو بزرگ جانتا ہوں، اسی لئے بعض اعمال نافلہ میں شافعی مذہب کی تقلید کرتا ہوں۔

احکام شرعی کے ثابت کرنے میں کتاب اور سنت معتبر ہیں اور مجتہدوں کا قیاس اور اجماع امت بھی حقیقت میں احکام کے مثبت ہیں۔ ان چار دلیلوں کے سوا اور کوئی دلیل ایسی نہیں ہے جو احکام شرعی کو ثابت کر سکے۔ الہام حل و حرمت کو ثابت نہیں کرتا۔ اور نہ کشف اہل باطن فرض اور سنت کو ثابت کرتا۔ ولایت خاصہ والے لوگ بھی تمام مومنین کی طرح مجتہدوں کی تقلید میں پابند ہیں۔ اُن کے کشف و الہام انھیں تقلید سے باہر نہیں نکالتے۔ حضرت ذوالنون، حضرت بسطامی، حضرت جنید اور حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہم اس معاملہ میں زید، عمر، بکر اور خالد عام مومنین کے برابر ہیں، گو دیگر امور میں وہ بڑھے ہوئے ہیں یعنی کشف، مشاہدات، تجلیات اور ظہورات کے سالک ہیں، کیونکہ محبوب حقیقی

کی محبت کے غلبہ مین ماسوا سے انھون نے قطع تعلق کیا ہے اور غیر و غیریت کی دید و دانش سے آزاد ہو گئے ہین۔ جس طرح مجتہد احکام شرع مین اپنی رائے کا تابع ہے اسی طرح وہ لوگ معارف و توحید مین اپنی فراست اور الہام کے تابع ہین +

اعلام نعمت حق

۵۶۔ بنام مولینا عبد القادر انبوالوی :-

اللہ تعالےٰ کی عنایت اور اس کے حبیب پاک صلعم کے طفیل مین عارف کا معاملہ یہانتک پہونچ جاتا ہے کہ دوسرون کے لئے جو برائیان ہین وہ اس کی نیکیان ہوجاتی ہین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(اولٰئک یبدل اللہ سیاٰتہم حسنات)

" یہ وہ لوگ ہین جن کی برائیون کو اللہ تعالیٰ نیکیون سے بدلدیتا ہے"

مثلاً ریا و سمعہ بری صفتون مین سے ہین، لیکن عارف کے حق مین یہ خوبی پیدا کرلیتے ہین۔ کیونکہ درویش عارف ہر قسم کی عظمت و کبریائی اپنے آپ سے مسلوب کرکے حق تعالےٰ کی بارگاہ کی طرف منسوب کرتا ہے تو ریا اور سمعہ کی صورت مین اس کا مقصود شہرت، فخر، بلندی اور عظمت نہین ہوتا بلکہ خدا کی نعمت کا اظہار اور اس کے احسان کا اعلام ہوتا ہے +

ذکر درود سے افضل ہے

۵۷۔ بنام ملا غازی نائب :-

چند وجوہ سے اس زمانہ مین معلوم ہوا کہ ذکر کرنا صلوٰہ اور درود بھیجنے سے بہتر ہے۔

وجہ اول۔ حدیث قدسی مین ہے۔

" من شغلہ ذکری عن مسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین"

"جسکو میرے ذکر نے مجھ سے سوال کرنے سے روکا مین اسے تمام سائلین سے بڑھکر دیتا ہون"

وجہ دوم۔ جب ذکر رسول صلعم کا بتایا ہوا ہے تو ذکر کا جتنا ثواب ذاکر کو

پہنچتا ہے اتنا ہی آنحضرت صلعم کو بھی پہونچتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے

(من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا واجر من عمل بہا)

"جس نے کوئی نیک سنت جاری کی اسے اپنے عمل کا اجر ملے گا اور اس شخص کے فعل کا بھی اجر ملیگا جو اس پر عمل کریگا" جو نیک عمل امت سے ہوتا ہے اسکا اجر جس طرح عامل کو ملتا ہے اسی طرح رسول صلعم کو بھی ملتا ہے۔

ذکر سے مقصود یاد الٰہی ہے اور درود سے مقصد طلب حاجت ہے۔ ذکر قلبی سے جو فیض رسول صلعم کو پہنچتا ہے وہ اُن برکات سے کہین زائد ہے جو درود کے ذریعہ سے رسول صلعم کو پہنچتے ہین۔ لیکن ہر ذکر کا یہ مرتبہ نہین ہوتا جو ذکر قبولیت کے لائق ہے وہی اس زیادتی برکات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور جو ذکر ایسا نہین ہے درود کو اس پر فضیلت ہے۔ مشائخ طریقت قدس سرہم مبتدیون کے لئے ذکر کرنے کے سوا اور کچھ جائز نہین سمجھتے اور ان کے حق مین صرف فرضون اور سنتون پر کفایت کرتے ہین اور امور نافلہ سے منع کرتے ہین +

تناسخ

۸۵۔ بنام خواجہ محمد تقی:۔

شیخ محی الدین بن عربی نے فتوحات مکیہ مین ایک حدیث نقل کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے۔

(ان اللہ تعالیٰ خلق مائۃ الف آدم)

(اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ آدم پیدا کئے)

اور عالم کے مشاہدات کے متعلق لکھا ہے کہ کعبہ معظمہ کے طواف کے وقت ایک مرتبہ مجھ پر ایسا ظاہر ہوا کہ میرے ہمراہ اس قسم کے لوگون کی جماعت طواف کر رہی ہے جنہین مین نہین پہچانتا تھا۔ ان مین سے ایک نے میری طرف نگاہ کی اور کہا کہ "مین تیرے اجداد مین سے ہون۔ مجھے مرے ہوئے چالیس ہزار سال سے زائد عرصہ ہوا" مین نے تعجب سے پوچھا کہ حضرت آدم کو مرے ہوئے تو سات ہزار برس سے

زمانہ نہیں ہوا؟ اس نے کہا کہ تو کس آدم کا ذکر کرتا ہے؟ اس مسئلہ میں اس فقیر کو یہ ظاہر ہوا ہے کہ یہ سب آدم جو ابوالبشر آدم علیہ السلام کے پہلے گزرے ہیں عالم شہادت میں نہیں بلکہ عالم مثال میں گزرے ہیں۔ عالم شہادت میں صرف وہی حضرت آدم گزرے ہیں جو خلافت ارض پاکر مسجود خلائق ہوئے۔ جن کے دل بیمار ہیں وہ ان باتوں سے تناسخ کے قائل ہیں۔ اور عجب نہیں کہ وہ قدم عالم کے بھی قائل ہوجائیں اور قیامت کبریٰ کے منکر ہوجائیں۔ بعض ملحد جھوٹی مسند شیخی پر بیٹھ کر جواز تناسخ کا حکم دیتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ نفس کو جب تک وہ حد کمال تک نہ پہنچے بدنوں کے بدلنے سے چارہ نہیں ہے اور حد کمال تک پہنچ کر وہ بدنوں سے فارغ ہوجاتا ہے اور وہ کمال میسر ہوجاتا ہے جو اس کے پیدائش سے مقصود تھا۔ یہ بات صریح کفر ہے۔

جن مختلف شکلیں اختیار کرتے ہیں اور مختلف جسدوں میں متجسد ہوجاتے ہیں۔ اگر کاملین کی ارواح کو یہ طاقت بخشی جائے تو کیا تعجب ہے؟ اسی قسم سے وہ حکایتیں ہیں جو بعض اولیاء اللہ کی طرف منسوب کیجاتی ہیں کہ ایک ساعت میں وہ مختلف مقامات پر حاضر ہوتے ہیں۔ یہی حال اس عزیز کا (میرا) ہے جو ہندوستان میں رہتا ہے اور کبھی اس ملک سے باہر نہیں نکلا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس عزیز کو ہم نے حرم کعبہ میں دیکھا اور یہ باتیں اس عزیز نے سنیں۔ کوئی کہتا ہے کہ میں نے روم میں اور کوئی کہتا ہے کہ میں نے بغداد میں اس عزیز کو دیکھا۔ یہ سب اس عزیز کے لطائف ہیں جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوئے ہیں اور اس عزیز کو ان شکلوں کی اطلاع نہیں ہوئی۔ مجھے لوگوں سے کہنا پڑا کہ مجھ پر تہمت ہے۔ میں تو گھر سے باہر نہیں گیا۔ ایک شب میں ہزاروں آدمی رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھتے ہیں اور استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ سب رسول اللہ صلعم کے صفات و لطائف کی مثالی صورتیں ہیں۔ اسی طرح مرید اپنے پیروں کی مثالی صورتوں سے استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ کمون و بروز جو بعض مشایخ نے کہا ہے اس سے تناسخ کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ تناسخ میں نفس کا دوسرے بدن سے اس غرض سے تعلق ہونا کہا جاتا ہے کہ اس کے لئے حیات

[illegible]
ساتھ اس غرض کے لئے تعلق نہیں ہوتا بلکہ طلب یہ ہوتا ہے کہ اس بدن کو کمالات حاصل ہوں اور اپنے درجات تک [illegible] حاصل ہو۔

بعض لوگ نقل ارواح کے قائل ہیں کہ روح کو کمال کے بعد یہ قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ اپنا جسم چھوڑ کر دوسرے جسم میں داخل ہو جائے۔ فقیر کے نزدیک نقل روح کا قول تناسخ کے قول سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ تناسخ کو تکمیل نفس کے لئے اعتبار کرتے ہیں اگرچہ یہ اعتبار باطل ہے اور نقل روح کو بعد حصول کمال خیال کرتے ہیں تو پھر نقل روح کس لئے ہو؟۔ اہل کمال تماشائی نہیں ہیں۔ افسوس ہے کہ اس قسم کے مکار لوگ مسند شیخی پر بیٹھ کر اہل اسلام کے مقتدا بنے ہوئے ہیں۔

عالم مثال تمام عالموں سے فراخ ہے۔ ایک ادنیٰ آدمی اپنے آپ کو خواب میں بادشاہ دیکھتا ہے۔ لیکن نتیجہ کچھ نہیں ہوتا۔ واقعات پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ عالم شہادت میں جو ملے اسے اپنا سمجھنا چاہیئے اسی وجہ سے مشائخ نقشبندیہ واقعات کا اعتبار نہیں کرتے اور طالبوں کے واقعات (خواب) کی تعبیر کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان کے [illegible] ہی ہیں جو حاصل ہو وہی معتبر ہے۔ اسی لئے یہ لوگ دوام شہود کا اعتبار کرتے ہیں، شہود دائمی کو نسبت اعلیٰ سمجھتے ہیں اور دوام حضور کو جس کے پیچھے غیبت ہو معتبر نہیں جانتے۔ اسی وجہ سے نسیان ماسوا انکے حق میں دائمی ہے ✣

بحث امامت

۶۰۔ بنام محمد تقی:۔

شیعہ کہتے ہیں کہ بحث امامت ضروریات دین اور اصول شریعت سے ہے اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مجید میں استخلاف کا تعیین فرما دیتا اور آنحضرت صلعم بھی خلافت کا تعیین فرما جاتے۔ جب کتاب و سنت میں اسکا اہتمام پایا نہیں جاتا تو معلوم ہوا کہ بحث امامت اصول دین سے نہیں ہے ✣

انسان محتاج ہے

۶۳۔ بنام خانخانان :-

اس زمانہ کے اکثر دولتمند عدم احتیاج کو درویشی جانتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے انسان کیا تمام ممکنات کا ذاتی خاصہ احتیاج ہے۔ اگر انسان سے احتیاج زائل ہو جائے اور اس میں استغنا پیدا ہو جائے تو اس سے طغیان، سرکشی، عصیان اور نافرمانی کے سوا کچھ صادر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

(ان الانسان لیطغیٰ ان راٰہ استغنیٰ)

(انسان جب اپنے آپ میں استغنا پاتا ہے تو نافرمانی کرتا ہے)

ہاں وہ فقرا جو ماسوا کی گرفتاری سے آزاد ہیں اپنے اسباب کی احتیاج مسبب الاسباب کے حوالہ کرتے ہیں اور دولت عام کو اس کا دسترخوان جانتے ہیں +

دنیا

۶۴۔ بنام محمد مومن :-

(الدنیا سجن المومنین) :- دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے۔

اور درد، اندوہ، مصیبت اور رنج قید خانہ کے مناسب حال ہیں۔ تغیر و تبدل احوال سے دل تنگ نہ ہونا چاہئیے اور دنیا کا میوں سے دل گیر نہ ہونا چاہئیے +

توبہ

۶۶۔ بنام خانخانان :-

گناہوں سے بچنا ہر شخص کے لئے واجب اور فرض ہے، کوئی اس سے مستغنیٰ نہیں ہے۔ جب انبیا علیہم السلام تو بہ سے مستغنیٰ نہ تھے تو اوروں کا کیا ذکر ہے ؟ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔

(انہ لیغان علیٰ قلبی وانی لاستغفر اللہ فی الیوم واللیلۃ سبعین مرۃ)

میرے دل پر پردہ آجاتا ہے اس لئے رات اور دن میں ستر بار اللہ تعالیٰ کی بخشش مانگتا ہوں

گناہ اگر ایسے ہیں جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ ہے۔ جیسے زنا، شراب نوشی، سرود و ملاہی کا سننا، غیر محرم کی طرف بنظر شہوت دیکھنا، بغیر وضو قرآن چھونا وغیرہ تو ان کا توبہ ندامت، استغفار اور افسوس کرنا ہے۔ فرائض میں سے کچھ ترک ہوا ہو تو توبہ کے ساتھ اس کا ادا کرنا ضروری ہے، اور اگر گناہ ایسے ہیں جو بندوں کے مظالم اور حقوق سے تعلق رکھتے ہیں تو ان سے توبہ کرنے کا طریق یہ ہے کہ حقوق ادا کئے جائیں اور معافی مانگی جائے۔ مالک مال و اسباب مر گیا ہو تو استغفار کے ساتھ مال اس کے وارث کو واپس کیا جائے اور وارث معلوم نہ ہو تو بقدر خیانت صاحب مال سے نیت کر کے خیرات کیجائے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَن یعمل سوءً او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفوراً رحیماً۔"

"جو شخص برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے اور پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے تو وہ اللہ تعالےٰ کو غفور اور رحیم پائیگا۔"

حدیث میں آیا ہے۔

"مَن اذنب ذنباً ثم ندم فہو کفارۃ لہ"

"جو گناہ کر کے نادم ہوا تو ندامت اس کے گناہ کا کفارہ ہے"۔

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ حرام کا ایک پیسہ واپس کر دینا سو ہپیسوں کے خیرات کرنے سے افضل ہے۔ آنحضرت محمد صلعم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا۔

(تکن ورعاً تکن اعبد الناس

(تو پرہیزگار بن تو بڑا مرد عابد ہو جاوے گا)

حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ ایک مثقال ورع ہزار مثقال نماز روزہ سے بہتر ہے بعض علما نے فرمایا ہے کہ ان دس چیزوں کو اپنے اوپر لازم کئے بغیر ورع کامل حاصل نہیں ہوتا (۱) زبان کو غیبت سے بچانا (۲) بدظنی سے بچنا (۳) سخرہ پن ہنسی ٹھٹھے سے پرہیز کرنا (۴) حرام سے آنکھیں بند رکھنا (۵) سچ بولنا (۶) ہر حالت میں

اللہ تعالے کا احسان ماننا (۷) راہ حق مین مال خرچ کرنا اور راہ باطل مین خرچ نہ کرنا (۸) اپنے لئے بندی اور بڑائی طلب نہ کرنا (۹) نماز کی محافظت کرنا (۱۰) سنت وجماعت پر استقامت اختیار کرنا۔

معتقداتِ اہل سنت وجماعت

۷۲۔ بنام خان بہان :-

اہل سنت وجماعت کے معتقدات مختصراً یہ ہین۔

(۱) اللہ تعالے اپنے قدیم ذات کے ساتھ موجود ہے اور تمام اشیاء اسی کی ایجاد سے موجود ہین۔ وہ قدیم ازلی اور باقی ابدی ہے۔ دیگر تمام اشیاء حادث، نوپید اور فانی ہین۔

(۲) اللہ تعالے ایک ہے اسکا کوئی شریک نہین ہے، نہ وجوب مین، نہ وجود مین، نہ استحقاق عبادت مین۔

(۳) حق تعالی کے صفات کاملہ مین سے حیاتؔ، علمؔ، قدرتؔ، ارادتؔ، سمعؔ بصرؔ، کلامؔ، تکوینؔ ہین۔ جو قدم اور ازلیت سے متصف ہین اور حق تعالی کی ذات کے ساتھ قائم ہین۔ حوادث کا تعلق صفات کے قدم مین خلل نہین ڈالتا۔ فلاسفہ بے وقوفی اور معتزلہ نابینائی کے سبب سے تعلق کے حدوث کے قائل ہوئے ہیں۔

(۴) حق تعالی کی بارگاہ سے تمام ناقص صفتین مسلوب ہین وہ جواہر اجسام، اعراض کے صفات ولوازم سے منزہ ہے۔ اللہ تعالے کو عرش کے اوپر جاننا بھی مناسب نہین ہے۔ کیونکہ عرش اور اس نے سوا سب حادثات سے ہین اور اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ مخلوق حادث کی مجال نہین ہے کہ خالق قدیم کا جائے قرار بنے۔ ہان عرش تمام مخلوقات مین اشرف ہے اور اس لئے آئینہ بنے کا حکم رکھتا ہے۔ اللہ تعالے کی عظمت وکبریا کا مظہر عرش ہے اسی لئے اسے عرش اللہ کہتے ہین۔

(۵) اللہ تعالٰے نہ جسم ہے، نہ جسمانی، نہ جوہر ہے نہ عرض، نہ محدود ہے نہ متناہی نہ طویل ہے نہ عریض ہے، نہ دراز ہے نہ کوتاہ ہے، نہ فراخ ہے نہ تنگ ہے، وہ واسع ہے لیکن اس کی وسعت ایسی نہیں ہے کہ ہماری فہم مین آسکے۔ وہ محیط ہے لیکن ایسا احاطہ اس کا نہیں ہے کہ ہمارے ادراک مین آئے۔ وہ ہمارے قریب اور ساتھ ہے، لیکن ایسی قربت او معیت نہیں ہے جو ہماری عقل مین آئے یا مشہود ہو

(۶) حق تعالٰے کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں ہے اور نہ کوئی چیز اس کے ساتھ متحد ہے نہ اس مین کوئی شے حلول کرتی ہے اور نہ وہ کسی شے مین حلول کرتا، تبعض، تجزی، ترکیب اور تحلیل کو اس کی جناب مین دخل نہیں ہے۔

(۷) حق تعالٰی کا مثل یا برابر نہیں ہے۔ نہ اس کے زن ہے نہ فرزند ہے اس کی ذات وصفات بے چون وبے چگون وبے شبہ وبے مانند ہین ہم صرف یہ جانتے ہین کہ وہ ہے اور اپنے صفات کاملہ کے ساتھ جن سے اس نے اپنی تعریف کی تھی، متصف ہے۔ جو کچھ ہمارے فہم، ادراک، عقل اور تصور مین آسکتا ہے حق تعالٰے اس سے منزہ اور برتر ہے۔

(۸) اللہ تعالٰے کے اسما توقیفی ہین یعنی صاحب شرع سے سننے پر موقوف ہین۔ شرع مین حق تعالٰے کی ذات پر جن اسما کا اطلاق ہوا ہے صرف ان کا اطلاق کرنا جائز ہے۔

(۹) قرآن حق تعالٰے کا کلام ہے جسے حرف اور آواز کا لباس پہنا کر ہمارے رسول صلعم پر اس نے نازل فرمایا ہے۔ قرآن کو کلام خدا نہ کہنا کفر ہے یہی کیفیت دیگر کتب اور صحائف کی ہے جو دیگر انبیاء علیہم السلام پر اترے۔

(۱۰) مومنون کا حق تعالٰے کو بہشت مین بے جہت، بے مقابلہ اور بے کیف وبے احاطہ دیکھنا حق ہے۔ اس رویت کی کیفیت ہم نہیں جانتے کیونکہ اسکی رویت بے چون ہے۔ فلاسفہ اور معتزلہ اور دیگر بدعتی گروہ پر افسوس ہے کہ وہ حرمان اور کوری سے دیدار آخرت کے منکر ہین۔

(۱۱) حق تعالےٰ نہ صرف بندون کا بلکہ بندون کے افعال کا بھی خالق ہے۔ افعال خیر ہوں یا شر ہون اسی کی تقدیر سے ہین، لیکن خیر سے وہ راضی ہے اور شر سے راضی نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ کو خالق خیر و شر کہنا چاہیئے محض خالق شر نہ کہنا چاہیئے کہ اس مین سوء ادب ہے۔ معتزلہ بے باکی کے باعث بندے کو افعال کا خالق جانتے ہین۔ شرع اور عقل اس کی تکذیب کرتی ہے۔ ہان علمائے حق نے بندے کی قدرت کو اسکے فعل مین دخل کیا ہے۔ اور فعل کا کسب بندے مین ثابت کیا ہے۔ حرکت بے اختیاری اور حرکت اختیاری مین جو فرق ہے، وہ واضح ہے۔ حرکت بے اختیاری مین بندے کی قدرت اور کسب کو دخل نہیں ہے اور حرکت اختیاری مین دخل ہے۔ یہی فرق باعثِ مواخذہ ہو جاتا ہے اور عذاب و ثواب کو ثابت کرتا ہے۔

(۱۲) انبیاء علیہم السلام حق تعالےٰ کے بھیجے ہوئے ہین کہ خلق کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائین۔ اور گمراہی سے سیدھی راہ پر لائین۔ آنحضرت محمد صلعم خاتم الانبیاء ہین۔

(۱۳) آنحضرت محمد صلعم نے احوال آخرت کے متعلق جتنے بیان کئے ہین سب سچ ہین یعنی قبر کا عذاب اور اس کی تنگی، منکر و نکیر کا سوال، جہان کا فنا ہونا، آسمانون کا پھٹ جانا، ستارون کا پراگندہ ہونا، زمین اور پہاڑون کا ریزہ ریزہ ہونا، مرنے کے بعد بھی اٹھنا، روح کا جسم مین واپس آنا، قیامت کا زلزلہ اور خوف، حساب اعمال، اعمال پر اعضا کا گواہی دینا، نیک و بد اعمالنامون کا دائین بائین ہاتھون مین آکر آنا، پڑھنے بھلے اعمال کے تولنے کے لئے میزان کا کھڑا ہونا یہ سب باتین صحیح ہین۔

(۱۴) اللہ تعالےٰ کی اذن سے پہلے پیغمبر علیہم السلام شفاعتِ گنہگاران کرینگے پھر صالحین شفاعت کرینگے۔

(۱۵) پل صراط حق ہے یہ دوزخ کی پشت پر رکھا جائیگا۔ مومن اسے عبور کرکے بہشت مین جائینگے اور کفار پھسل پھسل کر دوزخ مین گرینگے۔

(۱۶) بہشت آرامگاہِ مومنین ہے اور دوزخ جائے عذاب کفار ہے۔ اور

یہ دونوں مخلوق ہین اور ہمیشہ قایم رہین گے۔ جس کے دل مین ذرا ایمان ہوگا وہ دوزخ سے نکال لیا جائے گا، یعنی بقدر گناہ عذاب پانے کے بعد وہ دوزخ سے نکال لیا جائیگا۔

(۱۷) فرشتے اللہ تعالےٰ کے بندے ہین۔ یہ نافرمان نہین ہین جو حکم انھین دیا جاتا ہے اُسے بجالاتے ہین۔ نہ یہ مرد ہین نہ عورت ہین۔ توالد و تناسل اُن کے حق مین مفقود ہے۔

(۱۸) ایمان نام ہے ان احکام کی تصدیق قلبی اور اقرار زبانی کا جو تواتر اور ضرورت کے ساتھ مجملا اور مفصلا ہم تک پہونچے ہین۔ اعضا کے اعمال نفس ایمان سے خارج ہین، لیکن ایمان کے کمال وجوبی مین انھین دخل ہے۔

(۱۹) مومن گناہ کبیرہ کرنے سے بھی ایمان سے خارج نہین ہوتا۔

(۲۰) خلافت اور امامت کی بحث دین کے اصول مین داخل نہین ہے۔ لیکن شیعون نے افراط و تفریط سے کام لیا، اس لئے علما اہل سنت وجماعت نے اسے داخل علم کلام کرکے حقیقت حال بیان کی۔ آنحضرت محمد صلعم کے چار خلفا حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ فاروق، حضرت عثمانؓ ذوالنورین اور حضرت علیؓ ابن طالب امام برحق ہین اور ان کی افضلیت بہ ترتیب خلافت ہے۔

(۲۱) علما اہل سنت وجماعت حضرت عائشہ کو حضرت فاطمہ پر فضیلت دیتے ہین، لیکن شیخ عبد القادر جیلانی نے اپنی کتاب غنیہ مین حضرت فاطمہ کو فضیلت دی ہے۔ فقیر کے نزدیک حضرت عائشہ کو علم و اجتہاد مین ترجیح ہے اور حضرت فاطمہؓ کو زہد و انقطاع میں ترجیح ہے۔

(۲۲) حضرت امام حسنؓ کو حضرت امام حسینؓ پر فضیلت ہے۔

(۲۳) اصحاب کرام کی باہمی لڑائیون (جنگ جمل اور جنگ صفین) کو نیک نیتی پر محمول کرنا چاہیئے۔ ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کیا۔

(۲۴) قیامت کی علامتین جو مخبر صادق صلعم نے بیان کین صحیح ہین۔ یعنی آفتاب

مجہم سے طلوع ہوگا، حضرت مہدی ظاہر ہون گے، حضرت عیسیٰ نزول فرمائیں گے
دجال نکلے گا، یاجوج و ماجوج ظاہر ہونگے، دابۃ الارض نکل آئے گا، آسمان سے
دھوان پیدا ہوگا اور تمام لوگون کو گھیر لیگا، اور عذاب دردناک دیگا، اور اخیر
مین وہ آگ ظاہر ہوگی جو عدن سے نکلے گی۔

(۲۵) آنحضرت محمد صلعم نے فرمایا ہے کہ تمام زمین کے سالک چار اشخاص
ہوئے ہین، ذوالقرنین، سلیمان، نمرود، بخت نصر، دو اول الذکر مومن تھے اور
دو آخر الذکر کافر تھے۔ آنحضرت صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ پانچوان سالک میرے
اہل بیت سے مہدی ہوگا۔

(۲۶) عقائد درست کرنے کے بعد شرع کے اوامر کا بجالانا اور نواہی سے دور
رہنا ضروری ہے۔ نماز پنجوقتہ بلا فتور تعدیل ارکان اور جماعت کیساتھ ادا کرنا
چاہیئے کہ کفر و اسلام مین نماز ہی کا فرق ہے۔

(۲۷) دین اسلام کے پانچ اصول ہین (۱) خدا اور اس کے رسول پر ایمان
لانا (۲) نماز پڑھنا (۳) ماہ رمضان مین روزے رکھنا (۴) زکوٰۃ ادا کرنا (۵) حج
بیت اللہ کرنا۔ بادشاہ عظیم الشان آپکی باتون کو اچھی طرح سن سکتا ہے۔ تصریح
یا اشارے کے طور پر کلمۂ حق یعنی معتقدات اہل سنت و جماعت اس کے گوشگذار
کر دیجئے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اپنی کتاب غنیہ مین فرماتے ہین کہ صحابہ اور
تابعین اور فقہائے سبعہ کے انتقال فرمانے کے کئی سال کے بعد بدعتیون کا دین
پیدا ہوا، جس کے سرگروہ خوارج، شیعہ، معتزلہ، مرجیہ، مشبہ، جہمیہ، ضراریہ
نجاریہ اور کلابیہ ہین۔ وہ مذہب جو آنحضرت صلعم اور خلفائے راشدین کے بعد
پیدا ہوا لائق اعتبار نہین ہے۔ اللہ تعالے کا شکر ہے کہ اس نے ہمین فرقۂ
ناجیہ اہل سنت و جماعت مین داخل کیا اور ان لوگون مین نہ بنایا جو بندے
کو صفات خاص مولا مین شریک اور بندے کو اپنے افعال کا خالق جانتے ہین
دیدار آخرت سے انکار کرتے ہین، حق تعالے سے صفات کاملہ کی نفی کرتے ہین

آنحضرت صلعم کے اصحاب کبار سے بغض رکھتے ہین، اللہ تعالےٰ کے لئے جہت اور مکان ثابت کرتے ہین، اور اسے جسم و جسمانی خیال کرتے ہین اور حدوث و امکان کے نشان واجب قدیم جل شانہٗ مین ثابت کرتے ہین۔

اب ہم اصل بات لکھتے ہین وہ یہ ہے کہ بادشاہ بمنزلہ روح اور رعایا بمنزلہ جسم ہے۔ اگر روح درست ہے تو جسم بھی درست رہیگا۔ اصلاح قوم اس مین ہے کہ جسطرح ممکن ہو بلحاظ وقت کلمہ اسلام کا اظہار کیا جائے اور پھر معتقدات اہل سنت وجماعت بادشاہ کے کانون تک پہنچائے جائیں اور مذہب مخالف کی تردید کی جائے۔ اگر آپ سے یہ کام انجام دیا تو وراثت انبیا علیہم السلام آپ کے ہاتھ آئی۔ یہ دولت آپ کو مفت حاصل ہو سکتی ہے، اس کی قدر کیجئے +

نماز مین چوری

۶۹۔ بنام محمد مراد بدخشی :۔

بڑا چور وہ ہے جو اپنی نماز دن میں چوری کرتا ہے یعنی اچھی طرح رکوع سجود نہیں کرتا۔ یہ مخبر صادق صلعم کا قول ہے۔ آنحضرت صلعم پہلے صفون کو درست کرتے تھے پھر تحریمہ کہتے تھے۔ آپ نماز تہجد کو لازم پکڑیئے! اگر آپ کے لئے یہ دشوار ہے تو متعلقین مین سے کسی کو مقرر کیجئے کہ وقت پر جگا دیا کرے۔ چند روز آپ ایسا کرین گے تو عادت ہو جائے گی اور یہ دولت میسر ہو جائیگی لقمہ مین احتیاط کیجئے یہ اچھا نہین ہے کہ جو ملا اور جہاں ملا جلا بنا حرام و حلال شرعی کے جھٹ کہا لیا +

بیت اللہ

۷۰۔ بنام مولانا عبدالواحد لاہوری :۔

جس طرح انسان کا دل عرش رحمٰن کا نمونہ ہے اور اس کا ظہور قلبی ظہور رحمٰنی کا نمونہ ہے، اسی طرح انسان میں بیت اللہ کا بھی نمونہ اور نشان

یہ نشان میانہ ہے، لیکن فرشتہ اور چار پائے کے درمیان حقیقت انسانی ہے۔ دائین بائین یعنی شیون و اعتبارات سے بیگانہ ہے اور حسن سبقت یعنی محبت خاص مین یگانہ ہے۔ اس دولت عظمیٰ (ظہوریت اللہ) کے اصل مالک انبیا علیہم السلام ہین اور امتون مین سے بھی تبعیت اور وراثت کے طور پر بعض بزرگ اس دولت سے مشرف فرمائے جاتے ہین ۔

بیت اللہ

۷۶۔ خواجہ محمد معصوم :۔

تمام تجلیات وظہورات سے ظہور عرشی برتر ہے، لیکن بیت اللہ کے ساتھ جو معاملہ وابستہ ہے وہان ظہور تجلی کا نام لینا ننگ وعار ہے۔ انبیائے بنی اسرائیل کے کعبہ یعنی بیت المقدس کے پتھر کے ظہور کے کمالات بالآخر کعبہ معظمہ کی طرف رجوع ہوئے ہین اور اس مین مل گئے ہین کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ ملنا ناگزیر ہے۔ اگرچہ فضل الٰہی سے حقیقت کعبہ کے ساتھ الحاق میسر ہو چکا ہے اور پھر اسکے بعد بے شمار ترقیاں حاصل ہو چکی ہین، مگر صورت کو صورت کعبہ کے دیکھنے کا شوق ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی توفیق سے فرض حج ادا کرنے کے لئے گھر سے نکلنا چاہیئے اور بسر وچشم منزلین قطع کرنا چاہیئے۔ پہنچ گئے تو نعمت عظمیٰ ہاتھ آئی۔ راہ مین مرے تو بڑی امید ساری ہے

کائن بائن

۷۷۔ بنام محمد معصوم :۔

صوفی کو جو کائن بائن یعنی بظاہر خلق کے ساتھ اور بہ باطن خالق کے ساتھ کہتے ہین تو ظاہر سے عالم خلق اور باطن سے عالم امر مراد لیتے ہین۔ اس مقام کو جو دونون توجہوں کا جامع ہے۔ بڑا عالی کہتے ہین اور مقام تکمیل وارشاد اور مرتبہ دعوت کہتے ہین ۔

ایصال ثواب

۷۷۔ مولانا حسن برقی :۔

آپ نے پوچھا ہے کہ "ختم کلام اللہ، نماز نفل اور تسبیح و تہلیل کا ثواب ماں باپ، استاد یا بھائیوں کو بخشنا کیسا ہے؟ درصحیح ہو کہ بخشنا بہتر ہے، کیونکہ اس میں اپنا بھی نفع ہے اور غیر کا بھی نفع ہے اور عجب نہیں کہ اس عمل کو دوسروں کے طفیل سے قبول کر لیں +

فنا فی الشیخ ۔ فنا فی اللہ

۸ ۔ بنام داراب خان :۔

آپ کو فقراکی نیاز مندی اور ان کی خدمت گزاری کا خیال ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو ان سے محبت اور اخلاص ہے ۔ شیخ کے ساتھ محبت یہانتک غالب ہو کہ دل سے دوسروں کی محبت دور ہو جائے تو یہ فنا فی الشیخ کا درجہ ہے اس راہ کا یہ پہلا زینہ ہے ۔ یہی فنا فی الشیخ وسیلہ بن جاتی ہے فنا فی اللہ کا جس پر بقا باللہ مترتب ہے اور یہی ولایت کا حاصل ہے ۔ ابتدا میں بغیر کسی وسیلہ کے محبوب حقیقی کا جذب و انجذاب میسر ہو جائے تو بڑی دولت ہے کہ اسی سے فنا و بقا حاصل ہوتی ہے ۔ ورنہ شیخ کامل مکمل کا وسیلہ ضروری ہے +

کفر طریقت

۷۹ ۔ بنام شیخ یوسف برکی :۔

جس طرح اسلام مجازی کفر مجازی سے بہتر ہے ، اسی طرح اسلام طریقت بھی کفر طریقت سے بہتر ہے ۔ کفر طریقت میں سکر ہے اور اسلام طریقت میں صحو ہے ، صحو مجازی سکر مجازی سے بہتر ہے ۔ صحو طریقت سکر طریقت سے بہتر ہے ۔ کفر طریقت کا ثمرہ تشبیہ ہے اور اسلام طریقت کا نتیجہ تنزیہ ہے +

پرہیزگاری

۸۱ ۔ بنام محمد مراد نوربیگی :۔

رسم و عادت سے نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے والے بہت ہیں ، لیکن ایسے پرہیزگار ۔ جو حدود شرعی کی حفاظت کریں کمتر ہیں ۔ تعاحق کو باطل سے

اور سچ کو جھوٹ سے جدا کرتا ہے۔ رسول صلعم نے فرمایا۔
(لا تعدل بالورع شیئا) ﴿ (پرہیزگاری کے برابر کوئی شے نہیں ہے)

زکواۃ

۸۶۔ بنام خواجہ شرف الدین حسین:۔
اس زمانہ میں لوگ نفلوں کو رواج دیتے ہیں اور فرضوں کو خراب کرتے ہیں لوگ وقت بے وقت مستحق اور غیر مستحق کو زر کثیر دیتے ہیں لیکن زکواۃ کے طور پر کچھ خرچ نہیں کرتے اور یہ نہیں جانتے کہ ذرا بھی زکواۃ میں دینا صدہا صدقہ نافلہ سے بہتر ہے ﴿

اکل حلال

۸۷۔ بنام فتح خان:۔
علماء نے فرمایا ہے کہ نیم دام اس شخص کو واپس کر دینا جس سے وہ خلاف شرع ظلم سے لیا گیا ہو وہ سو درم صدقہ کرنے سے بہتر ہے باطنی اعمال درست کرنے کی علامت ہے ظاہر کو احکام شرعی سے آراستہ کرنا ﴿

دعا مانگنا

۸۸۔
جب طاعون حق تعالے کی مراد ہے تو اس کے غلبہ سے بے صبر و دل تنگ نہ ہونا چاہئیے، بلکہ اس خیال سے کہ محبوب کا فعل ہے متلذذ ہونا چاہئیے۔ جب ہر ایک کے لئے اجل مقرر ہے جس میں بیشی و کمی کا احتمال نہیں ہے تو پھر بے قراری کیوں ہو؟ البتہ بلاؤں سے عافیت طلب کرنا اور اللہ کے غضب سے پناہ مانگنا مناسب ہے کیونکہ اللہ تعالے دعا اور سوال سے راضی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(ادعونی استجب لکم)
(تم مجھے پکارو میں، میں تمہاری پکار سنونگا)

باطن میں انبیاء علیہم السلام کے مقتدی ہیں۔ جو شخص خلاف شریعت عمل ہوئے بغیر ایسی باتیں کرتا ہے وہ زندیق وملحد ہے۔ ارباب سکر کی تقلید کرنے والے اپنے دین کو برباد کرلیتے ہیں جب کہ وہ شرائط سکر نہیں جانتے اور ایسے کلمات کہتے ہیں۔ شرائط میں مقدم شرط ماسوا اللہ کا بھلا دینا ہے، سچا سکر اس کا ہے جو خلاف شریعت عمل نہیں کرتا۔ منصور باوجود انا الحق کہنے کے قید خانہ میں ہر رات پانچ سو نماز نفل ادا کرتا تھا +

دوات وقلم

۹۶۔ بنام ابو الحسن بدخشی۔

آنحضرت صلعم نے مرض الموت میں کاغذ طلب کیا اور فرمایا۔

ایتونی بقرطاس اکتب لکم کتابا ‌ ‌ : کاغذ لاؤ میں کچھ لکھوں تاکہ تم لن تضلوا بعدی۔ ‌ ‌ میرے بعد گمراہ نہ ہو۔

حضرت عمر اور چند دیگر اصحاب نے منع کیا۔ اور کہا۔

(حسبنا کتاب اللہ) ‌ ‌ : ہمیں کتاب اللہ کافی ہے

اور یہ بھی کہا کہ غشی سے آپ کہتے ہیں۔؟

(اھجر استفھموہ) ‌ ‌ : (کیا آپ ہجر کہتے ہیں؟ سمجھو)

اول یہ کہ آنحضرت صلعم کے تمام اقوالات وحی کے مطابق نہ تھے۔ آیہ کریمہ "وما ینطق عن الہوی" شرف قرآنی سے مخصوص ہے)

"فاعتبروا یا اولی الابصار" ‌ ‌ (اے دانا و عبرت پکڑو۔ اور

"شاورھم فی الامر" ‌ ‌ (کام میں ان سے مشورہ کرلیا کرو) کے

بموجب اصحاب کرام کو آنحضرت کے ساتھ مجال گفتگو ورد وبدل تھی۔ سوم یہ کہ سہو ونسیان آنحضرت صلعم پر جائز اور واقع ہے۔ حدیث ذی الیدین میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے چار رکعتیں نماز میں دو رکعتوں کے بعد سلام دے۔ ذی الیدین نے

پوچھا آپ نے [illegible] آنحضرت نے [illegible] اور ادائیں
اور سجدہ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] جنت کی بشارت
ہے۔ پھر یہ کہ یہ لوگ [illegible] میں حضرت [illegible] کا توقف کرنا وہ انکار کے باعث نہ تھا
بلکہ [illegible] جو فیضان صحبت نبوی سے
حسن ظن رکھتا [illegible]

عالم

۹۸- بنام خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم:-

اللہ تعالیٰ موجود ہے اور اس عالم کا وجود موہوم و متخیل ہے۔ عالم نے اگرچہ حق تعالیٰ کی صنعت سے اس قسم کا استحکام اور مضبوطی حاصل کی ہے کہ وہم و خیال کے اٹھنے سے اٹھ نہیں سکتا لیکن پھر بھی وہ موجود ہے اور موہوم موہوم ہی

لذت دنیا - فنا و بقا

۹۹- بنام میر محمد نعمان:-

انسان دنیا میں جتنا ہی نعمت اور لذت میں رہے گا، اتنا ہی زیادہ رنج والم آخرت میں اٹھائیگا اور جو شخص دنیا میں زیادہ مبتلائے رنج والم رہے گا، آخرت میں زیادہ نعمت میں رہے گا۔ وہ فریق ہیں جو فنا و بقا کو وجودی تصور کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بندہ اپنے تعینات وجودی کو رفع کرکے اپنے اصل کے ساتھ جو تعینات و قیودات سے منزہ ہے متحد ہو جائے گا۔

کی مراد اللہ جانتا ہے۔ اس فقیر کی فہم قاصر میں یہ رمز آیا ہے۔ کہ قرآن کے پوشیدہ اسرار کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں، جو تعلقات بشریت کی آلودگی سے پاک ہو گئے ہوں اور یہ بھی ایک رمز ہے کہ قرآن کو وہی لوگ پڑھیں گے جن کے نفس ہوا وہوس سے پاک ہو گئے ہیں اور شرک جلی وخفی سے اور انفسی اور آفاقی خداؤں سے بھی صاف ہو گئے ہیں۔ جب یہ حالت پیدا ہو جائے اسوقت بجائے ذکر کے تلاوت قرآن کرنا چاہیئے اور تلاوت کے ذریعہ سے مدارج کا حاصل کرنا چاہیئے۔ اس حالت کے حصول کے قبل تلاوت قرآن مجید اعمال ابرار میں داخل ہو اور اس کے بعد اعمال مقربین میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اعمال مقربین از قسم تفکرات ہیں۔ آپ نے سنا ہوگا کہ ایک ساعت کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

(تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ سنۃ او سبعین سنۃ)

باطل سے حق کی طرف عبرت حاصل کرنا تفکر ہے +

لذتِ قید

بنام میر محمد نعمان:۔

جب تک عنایت حق تعالیٰ نے جلال و غضب کی صورت میں تجلی نہیں فرمائی یعنی قیدخانہ کے قفس میں محبوس نہیں ہوا تھا۔ تب تک میں شہود کے تنگ کوچے سے نکلا نہ تھا۔ اور جب تک ظلال، خیال اور مثال کے کوچوں سے گذر نہ گیا اور یہ خلاصی نہیں ہوئی، تب تک ایمان بالغیب کی شاہراہ میں مطلق العنان ہو کر میں نہیں دوڑا، اور نہ حضور سے غیب کے ساتھ اور عین سے علم کے ساتھ اور شہود سے استدلال کے ساتھ کامل طور پر ملا اور نہ ذوق کامل اور وجدان بالغ کے ساتھ دوسروں کے ہنر کو عیب اور عیب کو ہنر معلوم کیا جب تک ننگ و ناموس کے ننگ کا خوشگوار شربت اور رسوائی وخواری کے لذیذ مربے نہ چکھے اور جب تک خلق کے طعن وملامت نہ سہے، جمال سے حظ نہ ملا

اور نہ لوگوں کے حسن بلا وجفا سے محفوظ ہوا۔ مردہ بدست زندہ۔

(کالمیت بید ی الغسال)

کی طرح جب تک اپنے ارادے اور اختیار ترک نہ کئے اور آفاقی اور انفسی تعلقات کلیتہ نہ توڑے اور تضرع، التجا، استغفار، ذلت اور انکسار کی حقیقت حاصل نہیں ہوئی تھی تب تک حق تعالےٰ کے استغنا، کی رفیع الشان بارگاہ (جس کے گرد عظمت وکبریا کے پردے تنے ہوئے ہیں) میں نے مشاہدہ نہ کی اور نہ اپنے آپ کو خوار، زار، ذلیل، بے اعتبار، اور بے طاقت، محتاج اور فقیر معلوم کیا۔

جفار محبوب

۶۔ بنام شیخ بدیع الدین :۔

آپ نے لکھا کہ ظہور فترت نہ ہوا تو ذوق اور حال باقی تر ہے، حالانکہ اسوقت ذوق اور حال کو دوگنا ہونا چاہیئے تھا، کیونکہ جفائے محبوب وفائے محبوب سے لذیز تر ہے۔

ذکر

۱۲ بنام میر محمد تقی :۔

بارگاہ حق تعالیٰ میں دعا، تضرع، زاری اور دوام التجا یہ سب باتیں ذکر کے ساتھ ملکر بہتر ہیں۔ ذکر مقدم ہے۔ مدار وصول ذکر پر ہے۔ دوسری چیزیں ثمرات و نتائج ذکر سے ہیں۔ نفی واثبات کا ذکر مثل وضو کے سب پر مقدم ہے۔ جب تک نفی واثبات کا معاملہ انجام تک نہ پہونچ جائے تب تک فرائض واجبات اور سنتوں کے عبادات نافلہ وبال میں داخل ہیں۔ پہلے مرض دفع کرنا چاہیئے جس کا دفع کرنا نفی واثبات سے وابستہ ہے پھر دوسرے عبادات وحسنات میں مشغول ہونا چاہئے یہ بمنزلہ غذا ہیں اور غذا بغیر ازالہ مرض سود مند نہیں ہوتی یہ ضرور نہیں ہے کہ ذکر میں لذت تمام پیدا ہو اور چیزیں دکھائی دیں یہ سب لہو ولعب میں داخل ہیں ذکر میں جسقدر مشقت ہو بہتر ہے۔ پنج وقتی

نمازوں کے بعد اوقات کو ذکرِ الٰہی میں صرف کیجئے۔

ذکر جہر

۱۴۔ بنام میر محب اللہ مانکپوری:۔

اگر دل ذکر کرنے سے تھک جائے تو چپکے چپکے زبان سے ذکر کرنا چاہئے۔ ذکر جہر اس طریقہ میں ممنوع ہے۔

لذتِ قید والم

۱۵۔ بنام میر محمد نعمان:۔

یاران خیر اندیش نے میری خلاصی کے بارے میں بہت کوشش کی مگر کارآمد اور مفید نہ ہوئی۔ بہتر ہوتا ہے جو اللہ تعالےٰ کرتا ہے۔

(الخیر فی ما صنع اللہ سبحانہ)

ابتداً باقتضاء البشریت کچھ حزن اور غم لاحق ہوا اور سینہ میں تنگی محسوس ہوئی۔ لیکن تھوڑے عرصہ میں حزن اور تنگی سینہ کے بجائے خوشی ظاہر ہوئی اور شرح صدر (فراخی سینہ) ہوا کیونکہ ایلام محبوب مثل انعام محبوب محب کے نزدیک محبوب و مرغوب ہوتا ہے۔ بلکہ ایلام میں زائد تر لذت ملتی ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں کہ عارف سے وہ ہمت مسلوب ہوتی ہے جو دفع بلیہ کے لیئے ہو عارف بظاہر جو دفع بلیہ کے لئے دعا کرتا ہے، اس سے وہ محض امر دعا کا بجالانا مقصود رکھتا ہے اور درحقیقت وہ کچھ نہیں جانتا۔

اعتقادات اہل اسلام

۱۶۔ بنام زن صالحہ

اعتقادات درست رکھو کہ:۔

۱۔ اللہ تعالیٰ بذات خود موجود ہے۔ وہ جیسا تھا ویسا ہی ہے اور ویسا ہی رہیگا۔

۲۔ حیاتؔ۔ علمؔ۔ قدرتؔ۔ ارادتؔ۔ سمعؔ۔ بصرؔ۔ کلامؔ۔ اور تکوینؔ۔ یہ آٹھ صفتیں

خدا کی کامل ہیں انہیں صفات حقیقہ کہتے ہیں۔ یہ صفات قدیم ہیں اور حق تعالیٰ کی ذات پر وجود زائد کے ساتھ خارج میں موجود ہیں۔ اہل سنت و جماعت کے سوا کوئی فرقہ صفات زائدہ کے وجود کا قائل نہیں ہے حتیٰ کہ صوفیہ متاخرین نے بھی باوجود اہل سنت و جماعت ہونے کے جو صفات کو عین ذات کہا ہے۔ اور بظاہر یہ صفات کی نفی سے کنارہ کرتے ہیں، لیکن ان کے اصول اور ظاہر عبارت سے نفی لازم آتی ہے۔ ان آٹھ صفات کے علاوہ چار صفات اعتباریہ یا سلبیہ اور ہیں، جیسے قدم، ازلیت، وجوب اور الوہیت۔ اللہ تعالیٰ نہ جسم ہے نہ جسمانی ہے۔ نہ عرض ہے نہ جوہر ہے۔ مکانی و زمانی بھی وہ نہیں ہے۔ نہ وہ حال و محل ہے نہ محدود نہ متناہی ہے۔ وہ جہت سے بے جہت اور نسبت سے بے نسبت ہے کذائیت اور مدئیت اسکی جناب سے مسلوب ہے۔ اور ماں باپ عورت اور اولاد سے وہ مبرا ہے۔ تمام کمالات اسکے لئے ثابت اور نقائص اس سے مسلوب ہیں۔

۳۔ حق تعالےٰ کلیات، جزئیات، اسرار اور مخفیہ چیزوں کا جاننے والا ہے

۴۔ ازل سے ابد تک حق تعالیٰ ایک ہی کلام سے متکلم ہے۔ تمام کتابیں اور صحیفے جو انبیا علیہم السلام پر نازل ہوئے اسی ایک کلام کی تفصیل ہے۔

۵۔ مومن اللہ تعالےٰ کو بے چونی اور بے چگونی کے طور پر بہشت میں دیکھیں گے اہل سنت و جماعت کے سوا سب حق تعالیٰ کا دیدار محال سمجھتے ہیں۔

۶۔ اللہ تعالےٰ نے تمام اشیا کو عدم سے وجود میں لاکر حادث کیا ہے۔

۷۔ بندے اور بندوں کے افعال حق تعالیٰ کے مخلوق ہیں۔ بندہ جو اپنے افعال اختیاری و دخل رکھتا ہے وہ اسکا کسب ہے فعل کا پیدا کرنا حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور فعل کا کسب بندہ کی طرف سے ہے

۸۔ انبیاء علیہم السلام تمام اہل جہان کے لیے رحمت ہیں۔

۹۔ تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ایمان لانا چاہیئے۔ اور سب کو گناہ سے پاک

اور سچا جاننا چاہیئے۔

۱۰۔ فرشتے حق تعالےٰ کے بزرگ بندے ہیں اور حق تعالیٰ کی رسالت اور تبلیغ کی دولت سے مشرف ہیں۔ نافرمانی ان کے حق میں مفقود ہے جمہور اہل حق کے نزدیک خاص خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہیں۔

۱۱۔ مخبر صادق صلعم نے قبر، قیامت، حشر، نشر، دوزخ، اور بہشت کے حالات کے متعلق جو خبر دی ہے وہ سچ ہے۔

۱۲۔ قبر کا عذاب اور اسکی تنگی وغیرہ کا جو بیان ہے وہ سچ ہے۔

۱۳۔ قبر میں منکر و نکیر کا سوال حق ہے۔

۱۴۔ قیامت ضرور آئیگی اُسدن تمام آسمان پارہ پارہ ہو جائینگے، ستارے گر جائینگے زمین اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نیست و معدوم ہو جائینگے۔

۱۵۔ قیامت کے دن اللہ کے حکم سے نیکوں کی شفاعت بُروں کے حق میں حق ہے۔

۱۶۔ عذاب دوزخ اور عیش جنت حق ہے۔

۱۷۔ مومن فاسق اپنے گناہوں کے سبب سے کچھ مدت کیلئے دوزخ میں جائیگا اور گناہوں کے موافق عذاب پائے گا، لیکن وہ ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے گا۔

۱۸۔ ایمان و کفر کا مدار خاتمہ پر ہے۔

۱۹۔ ایمان سے مراد ہے تصدیق قلبی اُن امور کے ساتھ جو دین کے متعلق ضرورت اور تواتر سے ثابت ہو چکے ہیں اور اقرار زبانی بھی ضروری ہے۔

۲۰۔ گناہ کبیرہ کرنے سے مومن ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ ہاں گناہ کبیرہ کو حلال جاننا کفر ہے۔ اور اسکو کرنا فسق ہے۔

۲۱۔ اپنے آپ کو مومن برحق جاننا چاہیئے اور ان شاء اللہ کو اقرار زبانی کے ساتھ نہ ملانا چاہیئے۔ شک و شبہ کے ساتھ اقرار ایمان کرنا احتیاط کے خلاف ہے۔

۲۲۔ افضلیت خلفاء اربعہ ترتیب خلافت کے موافق ہے اصحاب رسول صلعم کے باہمی جھگڑوں کو نیک نیتی پر محمول کرنا چاہیئے۔

۲۳۔ اعتقاد درست کرنے کے بعد اعمال کا بجالانا بھی ضروری ہے۔ بناء اسلام پانچ چیزوں پر ہے۔

(۱) لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کہنا۔

(۲) پانچوں وقت کی نمازوں کا ادا کرنا کہ نماز دین کا ستون ہے۔

(۳) مال کی زکوٰۃ دینا۔

(۴) ماہ رمضان میں روزے رکھنا۔

(۵) حج بیت اللہ کرنا۔

نماز تہجد مشکل معلوم ہو تو خادموں سے تاکید کرنا چاہیئے کہ وہ جگا دیں پھر چند دنوں کے بعد عادت ہو جائیگی۔

مومن بے عمل

۲۳۔ بنام خواجہ ابراہیم قبادیانی۔

وہ بھی کیسے بے وقوف مومن ہیں جو خدا اور رسول پر تو ایمان لاتے ہیں۔ لیکن خدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتے۔

شیخین

۲۴۔ بنام ملا محمد مراد کشمی :۔

آنحضرت محمد صلعم نے فرمایا ہے

ارحم امتی بامتی ابوبکر

(میری امت پر سب سے زائد رحم کرنیوالا میری امت میں ابوبکر ہے)

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ۔

(لوکان بعدی نبی لکان عمر)

(میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا)

ذات وصفات اللہ تعالےٰ

۲۶۔ بنام میر محمد نعمان

سوال۔ جب ذات حق تعالیٰ حصولِ کمالات کے لیئے کافی ہے تو پھر حق تعالےٰ کے صفات کیوں ثابت کیئے جاتے ہیں اور بہت سے قدیموں کے وجود کا قائل کیوں ہونا پڑتا ہے؟ قدیموں کی کثرت سے فلاسفہ اور معتزلہ نے انکار کر کے صفات حق تعالےٰ کے وجود خارجی کی نفی کی ہے۔ اور صرف ذات حق تعالےٰ پر اکتفا کی ہے تو کیا بیجا کیا ہے۔

جواب۔ ذات حق تعالیٰ اگرچہ کمالات میں کافی ہے۔ لیکن تکوین وتخلیق اشیا کے لیئے صفات زائدہ کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ذات حق تعالےٰ نہایت ہی تنزہ تقدس، عظمت جلال اور کبریا میں ہے اشیا کے ساتھ اسے کامل بے مناسبتی ہے اور کمال استغنا اسکے لیئے ثابت ہے۔

(ان اللہ لغنی عن العالمین)

(اللہ تمام جہان والوں سے بے پرواہ ہے)

حکمت اور ارادہ کے موافق افادہ اور افاضہ کے لیئے مستفید و مستفیض کے ساتھ مناسبت کا ہونا ضروری ہے۔ صفات ذات نے ایک درجہ تنزل کر کے ظلیت پیدا کی ہے اور اشیاء کیساتھ کچھ نہ کچھ مناسبت حاصل کی ہے۔ اگر صفات کا واسطہ نہ ہوتا تو اشیاء کا حاصل ہونا متصور ہوتا، کیونکہ اشیاء کو حق تعالیٰ کے ذاتی انوار کے شعاعوں کے غلبہ میں ہلاک، فانی، نیست ونابود، ہونے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوتا۔ وہ بے عقل لوگ ہیں جو صفات حق کو ثابت نہیں کرتے اور ایجاد اشیاء حق تعالیٰ کی ذات بحت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی ذات کے ظلال اُسکے صفات ہیں اور عالم صفات کا ظلال ہے۔ لیکن اس ظلیت کے بہت سے درجے اور مرتبے ہیں جن میں سے ہر ایک حجاب مطلوب ہے

آپ نے سنا ہوگا کہ :-

(ان للہ لسبعین الف حجاب من النور والظلمۃ)

(اللہ کے لئے نور اور ظلمت کے ستر ہزار پردے ہیں)

فساد ذاتی - فساد عارضی

۲۷- بنام ملا علی کشمی :-

بندہ جو مرادوں میں گرفتار اور ہوا و ہوس پر فریفتہ ہے وہ بندۂ نفس اور مطیع شیطان لعین ہے۔ اپنی مراد و ہوا کا حق تعالیٰ کی مرادوں میں فانی کرنا ایک دولت ہے جو حصول ولایت خاصہ پر وابستہ ہے اور ولایت خاصہ فنا و بقاء اتم پر موقوف ہے۔ ایام سکونت قلعہ میں یہ فقیر ایک دن نماز ادا کر کے خاموش بیٹھا ہوا تھا کہ آرزو ہائے بیہودہ کا ہجوم ہوا اور جمعیت میں خلل واقع ہوا۔ ایک لمحہ کے کے بعد پھر جمعیت حاصل ہوئی تو دیکھا کہ وہ آرزوئیں بادل کے ٹکڑوں کی طرح القا کرنیوالے کے ساتھ باہر نکل گئیں۔ اور خانۂ دل کو خالی چھوڑ گئیں۔ اُسوقت معلوم ہوا کہ یہ خواہشیں خارجی تھیں اندرونی نہیں تھیں جس فساد کا منشا نفس امارہ ہو، وہ مرض ذاتی، زہر قاتل اور منافی مقام بندگی ہے، اور فساد خارجی گو القاء شیطانی ہو مرض عارضی ہے اور یہ باآسانی علاج پذیر ہے۔ میں سترہ سال تک فساد ذاتی کو فساد عارضی کے ساتھ ملا ہوا پاتا تھا اب اللہ تعالیٰ نے فساد ذاتی کو فساد عارضی سے الگ کر دیا۔ +

میت کے لئے صدقہ

۲۸- بنام ملا محمد صالح ترک :-

ایک روز میں نے اپنے قریبی رشتہ دار مردوں کی روحانیت کے لئے صدقہ کرنا چاہا تو مجھ پر ظاہر ہوا کہ وہ میت خوش و خرم ہوا۔ جب صدقہ دینے کا وقت آیا تو میں نے حسب معمول پہلے آنحضرت صلعم کی روحانیت کے لئے صدقہ دینے کی نیت کی اور پھر اس میت کے روحانیت کے واسطے نیت کی - اور

صدقہ دیا۔ اُس وقت اِس میت کی روحانیت میں ناخوشی محسوس ہوئی اور اسپر مجھے تعجب ہوا۔ بالآخر اللہ تعالےٰ کے فضل سے ظاہر ہوا کہ ناخوشی کی وجہ تھی، اگر صدقہ بغیر شرکت میت کے نام پر دیا جاتا تو وہ اپنی طرف سے اسے بطور تحفہ آنحضرت محمد صلعم کی خدمت میں بھیجتا اور اس ذریعہ سے برکات وفیوض حاصل کرتا۔

ہاں آنحضرت کے آل واصحاب کو طفیلی بنا کر آنحضرت محمد صلعم کے ہدیہ میں داخل کرنا پسندیدہ اور مقبول نظر آتا ہے کیونکہ وہ آنحضرت کے عیال میں داخل ہیں معلوم ہوا کہ مردوں کی رضامندی اشتراک صدقہ میں نہیں ہے۔ مناسب یہ ہے کہ میت کے لیئے صدقہ کی نیت کی جائے تو پہلے آنحضرت صلعم کی نیت پر ہدیہ جدا کر لیا جائے۔ بعد ازاں اُس میت کے لئے صدقہ کیا جائے۔

علما نے لکھا ہے کہ آنحضرت محمد صلعم پر ریا اور سمعہ سے بھی درود بھیجا جائے تو مقبول ہے۔ آنحضرت تک وہ پہنچ جاتا ہے۔ گو اس کا ثواب درود بھیجنے والے کو نہیں ملتا۔

الاعمال بالنیات

۲۹: بنام محب اللہ

میں جب اپنے قصور فہم سے قرآن مجید کے بعض کلمات قدسی آیات کے سمجھنے میں عاجز ہوتا تھا تو وسوسوں سے بچنے کا بہترین علاج میں یہ پاتا تھا اور اپنے آپ کو سمجھاتا تھا۔ کہ تو نظم قرآنی کو اللہ تعالےٰ کے کلام مانتا ہے اور اسکے ساتھ ایمان رکھتا ہے تو پھر یہ تیری فہم میں قصور ہے نہ کہ نظم قرآنی میں جو خالق ارض وسماء و عقل وادراک کا کلام ہے ۔، جب اللہ تعالےٰ کے فضل سے کلام الٰہی کے حق ہونے کا ایمان حاصل ہوا تو وسوسہ دور ہوگیا اور تردد سے نجات ملی اب اللہ کے فضل سے یہاں تک نوبت پہونچی ہے۔ کہ جہاں کہیں قصور ادراک سے تردد اور خطرہ ہوتا ہے۔ وہیں قرآن مجید کے ساتھ

ایمان بڑھتا ہے، گویا جتنا ایمان قرآن کے نہ سمجھنے مین حاصل ہے اتنا سمجھنے مین نہین ہے۔ سبحان اللہ! نہ سمجھنا بعض کو گمراہ اور منکر بنا تا ہے اور بعض کیلئے ازدیاد ایمان کا باعث ہوتا ہے۔ قرآن سے وہ اکثر کو گمراہ کرتا ہے اور اکثر کو ہدایت دیتا ہے = (یضل بہ کثیراً و یہدی بہ کثیرا)

عالم ارواح۔عالم مثال۔خواب

۳۱۔بنام ملا بدرالدین:۔

عالم ممکنات کی تین قسمین ہین۔ عالم ارواح، عالم مثال اور عالم اجساد، تعلق بدنی سے پہلے روح عالم ارواح مین جو عالم مثال کے اوپر ہے رہتی ہے۔ عالم مثال دیکھنے کے لئے مثل آئینہ اور برزخ کے ہے۔ رہنے کے لئے عالم ارواح یا عالم اجساد ہے۔

خواب کا قبض روح ایسا ہے جیسے کہ کوئی وطن سے سیر و تماشے کے لئے باہر نکلے۔خواب کا سیرگاہ عالم مثال ہے، لیکن موت کے قبض روح مین وطن مالوف اُجڑ جاتا ہے اور آباد گھر ویران ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے خواب کے قبض روح مین رنج و تکلیف نہین ہوتی اور موت کے قبض روح مین سختی اور تکلیف ہوتی ہے۔معاملہ خواب دنیا سے تعلق رکھتا ہے اور موت کا تعلق آخرت سے ہے۔

فنا و بقا

۳۲۔بنام مقصود علی:۔

فنا سے ما سوی اللہ کا نسیان مراد ہے۔ وصل جو اس طائفہ علیہ کے نزدیک معتبر ہے مقام بقا باللہ مین حاصل ہوتا ہے جو فنا کے بعد میسر ہوتا ہے۔

جوانی

۳۵۔بنام منوچہر:۔

جوانی جسطرح ہوا و ہوس کا وقت ہے اوسی طرح علم و عمل حاصل کرنیکا

کبھی کچھ نہ ماننا ہے +

تکفیر اہل قبلہ

۳۸۔ بنام ملا ابراہیم:۔

تمام بدعتی فرقے اہل قبلہ ہیں اُن کی تکفیر کی جرأت نہ کرنا چاہیئے جب تک کہ وہ دینی ضروریات کا انکار اور احکام شرعی کے متواترات کو رد نہ کریں۔ علما نے فرمایا ہے کہ کسی میں ننانوے 99 وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی پائی جائے تو اسی ایک وجہ اسلام کی تصحیح کرنا چاہیئے، اور کفر کا حکم نہ دینا چاہیئے +

شرک و بدعت

۴۱۔ بنام یک زن صالحہ:۔

رسول صلعم نے فرمایا کہ شرک اصغر سے بچو۔ اصحاب نے پوچھا کہ شرک اصغر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ریا۔ شرک و کفر کی رسموں کی تعظیم کو شرک میں بڑا دخل ہے، شرک کا تصدیق و اظہار کرنے والا بھی مشرک ہے اور اسلام و کفر کا مشترکہ عمل کرنے والا ہے۔ اسلام کی شرط ہے کفر سے بیزار ہونا، اور شرک سے پاک ہونا توحید کا نشان ہے۔ دکھ، درد اور بیماریوں کے دور کرنے کے لئے بتوں اور شیطانوں سے مدد مانگنا شرک ہے۔ کافروں کی رسموں کے دنوں میں کافروں کی رسموں کا بجا لانا، عید منانا، بیٹیوں اور بہنوں کو ہدیہ بھیجنا، اور اپنے برتنوں کو رنگ کر سرخ چاولوں سے بھرنا، یہ سب شرک اور دین اسلام کا کفر ہے۔ حیوانات کو نذر مشائخ کر کے مشائخ کی قبروں پر جاکر ذبح کرنا، روایات فقہیہ میں داخل شرک ہے۔ پیروں اور بیبیوں کی نسبت پر جو عورتیں روزہ رکھتی ہیں یہ بھی عبادت میں شرک ہے۔ کیونکہ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کا اجر دیتا ہوں۔

(الصوم لی وانا اجزی بہ)

عورتین جو خاوندون کے مال بے اُن کی اجازت کے تصرف کرتی ہین چور ہوتین
داخل ہین۔ بدشگونی بدکرکی اصل نہین ہے اور نہ ایک کے مرض کا دوسرے کو
لگ جانا ثابت ہے۔ پیغمبر دنیا مین تشریف اس لئے لائے ہین کہ شریعت کی طرف ہدایت
اور رہنمائی کرین۔ وہ اس لئے نہین آئے ہین کہ مرید گناہ کرین اور وہ سپر ہو کر
عذاب سے انھین بچالین ؛

ایذا رسانی ہمسائگی

۵۴۔ بنام مولانا سلطان سرہندی :۔
دل مومن کا ہو یا گنہگار کا ہو اُسے ایذا دینا نہ چاہیئے۔ ہمسایہ عاصی اور
نافرمان ہو پھر بھی اس کی مدد کرنی چاہیئے کیونکہ کفر کے بعد ایذا رسانی کا سا بڑا گناہ
اور کوئی نہین ہے۔ مخلوق اللہ کے غلام ہین، غلام کی اہانت سے مالک کی اہانت
لازم آتی ہے۔ ہان اللہ کے حکم کے موافق مخلوق کو ایذا دینا جائز ہے، بلکہ حکم
الٰہی بجالانا ہے۔ زانی کی حد سو کوڑے ہین، سو تک کوڑے لگانا جائز ہے۔ سو سے
اگر ایک بھی بڑہا تو ظلم و ایذا مین اس کا شمار ہوگا ؛

تاثیر دعا

۵۷۔ بنام سلطان وقت :۔
دعاگو احمد بڑی عاجزی اور نیازمندی ظاہر کرتا ہے اور اس امن و آرام
کا شکریہ ادا کرتا ہے جو جناب کے دولت و اقبال سے شامل حال عوام و خواص ہے
اور قبولیت دعا اور جمعیت فقرا کے وقتون مین فتح مند لشکر کے لئے فتح و نصرت
کی دعا مانگتا ہے۔

"ہر کسے را بہر کارے ساختند"

کارخانہ خداوندی مین کوئی شئے عبث نہین ہے وہ کام جو غزا اور جہاد کے متعلق
ہے اس مین سلطنت کی تائید اور تقویت ہے اور شریعت کی ترقی اس پر منحصر ہے
اسی طرح دعا کی لشکر پر بھی بڑا معتبر کام وابستہ ہے۔ فتح و نصرت کی صورت

لشکر سے تعلق رہتی ہے اور فتح و نصرت کی حقیقت مسبب الاسباب کی طرف سے ہے۔ آیۃ کریمہ۔

"وما النصر الا من عند الله" :۔ نہیں ہے مدد مگر اللہ کی طرف سے۔

اسی نصرت کی طرف اشارہ ہے جو لشکر دعا سے تعلق رکھتی، لشکر دعا بمنزلہ روح اور لشکر غزا بمنزلہ جسم ہے +

علم حضوری ۔ علم حصولی

۴۹۔ بنام میر محمد نعمان :۔

آفاق کی نسبت علم حصولی ہے اور انفس کی نسبت علم حضوری ہے جب عارف کامل پر حق تعالےٰ کی اقربیت کا معاملہ ظاہر ہوتا ہے تو انفس اس کے حق مین حکم آفاق پیدا کرتا ہے اور اسکا علم حضوری علم حصولی سے بدل جاتا ہے لہذا اسوقت حق تعالےٰ کی اقربیت انفس کا حکم پیدا کر لیتی ہے +

خلع و لبس

۵۲۔ بنام خواجہ محمد معصوم :۔

فنا کا یہ مفہوم نہین ہے کہ وجود زائل ہو جائے اور نہ بقا کا یہ مفہوم ہے کہ ممکن سے امکان بالکل زائل ہو جائے اور درجہ وجوب حاصل ہو جائے ۔ ایسا ہونا محال عقلی ہے اور اس کا قائل کافر ہے۔ بلکہ بقا کے معنی ہین امکانیت کے باقی رہتے ہوئے صفات بشریت سے نکلنا اور صفات الٰہی سے موصوف ہونا اسی کو خلع و لبس کہتے ہین +

خدمت خلق

۵۴۔ بنام خانجہان :۔

آپ جو خدمت انجام دے رہے ہین اسے شریعت کی بجا آوری کے ساتھ جمع کر لیجئے تو آپ انبیا علیہم السلام کا سا کام کرین گے جس سے دین سنور اور معمور ہوگا۔ ہم فقرا سالون تک جان و دل سے کوشش کرین جب بھی آپ ایسے

بہادروں کی گرد تک نہیں پہونچ سکتے +

حب جاہ

۵۵۔ بنام ممریز خان افغان :۔
میاں ممریز خان فقر کے تنگ کوچے سے بھاگے اور دولت مندوں کے پاس پہونچے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ اچھا نہیں کیا۔ اگر دولت مندون کی صحبت مین ترقی نصیب ہوئی تو ہزاری ہو جائین گے۔ ان سنگھ پنج ہزاری یا ہفت ہزاری تھا۔ مانا کہ مان سنگھ کے مرتبہ تک بھی پہنچے تو کیا ملا؟ لقمۂ نان فقر مین بھی ملتا تھا۔ خیال کیجئے کہ آپکے ہاتھون سے کیا نکل گیا اور کیا نکل رہا ہے۔ روز بروز آپ مفلس ہوتے جاتے ہین۔ خیر جب آپ مبتلا ہو گئے تو یہ کوشش ضرور رہے کہ استقامت کا طریق اور شریعت کا التزام نہ چھوٹے اور شغل باطنی مین فتور نہ پڑے دنیا کے ساتھ ان باتون کا جمع ہونا مشکل ہے، لیکن خیال تو رہے +

سکر

۵۶۔ بنام خواجہ محمد عبد اللہ :۔
سکر دریائے ظلمات ہے لیکن اس مین آب حیات بھی ہے کبھی اللہ کی عنایت سے اس مین وہ گوہر ہاتھ آتا ہے کہ دوسری جگہ اس کا شمہ بھی میسر ہو تو غنیمت ہے +

ممکنات حادث اور فانی ہین

۵۷۔ بنام مولانا حمید احمد :۔
تمام اہل ملت کا اجماع ہے کہ اللہ کے سوا جو کچھ ہے حادث ہے۔ اس لئے ممکنات مین سے کسی شے کے قدم کا قائل ہونا ملت سے نکلنا اور فلسفہ مین داخل ہوتا ہے۔ اللہ تعالے کے ماسوا کے لئے جس طرح سابق مین عدم تھا

[illegible]
ہو کر معدوم ہو جائیں گے۔ قرآن مجید یہی خبر دیتا ہے۔ بعض علماء نے جو یہ کہا ہے کہ عرش، کرسی، لوح، قلم، بہشت، دوزخ اور روح کو فنا نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ چیزیں فنا قبول نہیں کر سکیں۔ ہرگز نہیں۔ قادر مختار جل شانہٗ کو اختیار ہے جسے چاہے وجود کے بعد فنا کرے اور جسے چاہے بہ مصلحت اور بہ حکمت باقی رکھے۔

مقام رضا

۵۹۔ بنام خواجہ شرف الدین حسین :۔

حوادث یومیہ واجب الوجود جل شانہٗ کے ارادے سے پیدا ہوتی ہیں۔ بندوں کو اپنے ارادوں کا ارادۂ حق تعالیٰ کا تابع بنا کر حوادث کو اپنی مراد سمجھنا اور ان سے لذت حاصل کرنا چاہیئے۔ حدیث قدسی میں ہے۔

(من لم یرض بقضائی ولم یصبر علی بلائی فلیطلب ربا سوائی ویخرج من تحت سمائی)۔ (جو میری قضا پر راضی نہیں ہے اور میری بلا پر صبر نہیں کرتا، اسے چاہیئے کہ میرے سوا کسی اور کو خدا بنائے اور میرے آسمان کے نیچے سے نکل جائے۔)

تنزہ باری تعالیٰ

۳۳۔ بنام میر منصور :۔

قرب، معیت، احاطہ، سریان، وصل، اتصال، توحید، اتحاد وغیرہ اس بارگاہ جل شانہٗ میں متشابہات اور شطحیات کے قسم سے ہیں۔ اس قرب و معیت اور شہود وصل و اتصال سے جو ہماری فہم میں آئے، حق تعالیٰ کی بارگاہ منزہ اور مبرا ہے، لیکن اس قدر معلوم ہے کہ یہ قرب و اتصال اس قرب اتصال کے مانند ہے جو آئینہ میں اور اس صورت میں، جو آئینہ میں متوہم ہوتی ہے، حاصل ہوتا ہے۔

مجاز

۶۶۔ بنام محمد مقیم قصوری:۔

مجاز کو حقیقت کا پل کہتے ہیں۔

(المجاز قنطرۃ الحقیقۃ)

اس لئے کہ مجاز حقیقت کا ظل ہے اور ظل سے اصل کی طرف شارہ ہے۔ شاید اسی اعتبار سے کہتے ہیں کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اپنے رب کو پہچانا۔

(من عرف نفسہ فقد عرف ربہ)

لیکن واضح رہے کہ مجاز حقیقت کا پل اس حالت میں ہے کہ مجاز کی گرفتاری درمیان میں نہ آئے۔

مولود خوانی

۶۷۔ بنام خواجہ حسام الدین:۔

آپ نے مولود خوانی کے متعلق لکھا تھا کہ جب خوش الحانی سے قرآن مجید پڑھنا جائز ہے تو پھر قصائد نعت اور منقبت کو خوش آوازی سے پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے؟ ہاں تحریف میں اور زبان کا تغیر و تبدل اور مقامات نغمہ کی رعایت سے آواز کا پھیرنا شر لگانا اور تالی بجانا وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں اشعار پڑھنے میں بھی ناجائز ہیں اور ممنوع ہیں۔ اگر اس طرح نہ پڑھیں تو کوئی ممانعت نہیں ہے۔ لیکن فقیر کے دل میں یہ آتا ہے کہ اس دروازہ کو بالکل نہ کھولیں کیونکہ بوالہوس پھر نہ رکیں گے اور تھوڑا سا بھی جائز رکھا جائے گا تو بہت کچھ وہ کر گزریں گے۔

نور محمدی

۶۸۔ بنام خواجہ محمد معصوم

شان علم اگرچہ تابع شان حیات ہے لیکن صفات وشیون کے گزر جانے کے بعد

مرتبۂ حضرت ذات تعالےٰ مین علم کی ایک الگ شان وگنجائش ہے جو حیات کے لئے نہین ہے صفات وشیون کا کیا ذکر ہے! یہ ایک ایسا بلند مرتبہ ہے جو تمام نسبتون سے مجرد ہے۔ نور کے اطلاق کے سوا کچھ اور یہ اپنے لئے تجویز نہین کرتا۔ میرے خیال مین علم کو یہان گنجائش ہے۔ مگر یہ وہ علم نہین ہے۔ جسے حضوری یا حصولی کہتے ہین اور جو حیات کا تابع ہے۔ بلکہ یہ علم حضرت ذات کی طرح بے چون وبے چگون اور سراسر شعور بے چون ہے، جس مین عالم ومعلوم کا اعتبار نہین۔ اس مرتبہ کے اوپر ایک اور مرتبہ ہے جس مین دوسرے شیون کی طرح علم کی بھی گنجائش نہین ہے وہان نور ہی نور ہے جو اس بے چون وبے چگون شعور کا اصل ہے۔ تمام وجوبی اور امکانی کمالات اسی نور کے ظلال ہین اور اسی نور کے ساتھ قائم ہین۔ اور سب کا وجود اسی نور کے وجود سے موجود ہوا ہے۔ مرتبۂ اول کو آنحضرت محمد صلعم نے مخلوق کہا ہے اور اسی کی تعبیر کبھی عقل سے کی ہے اور کبھی نور سے کی ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے پہلے عقل پیدا کی۔

(اول ما خلق اللہ العقل)

اور اول اللہ تعالےٰ نے میرا نور پیدا کیا۔

(اول ما خلق اللہ نوری)

دونون کا مطلب ایک ہے یعنی نور اور عقل وشعور دونون ایک ہین آنحضرت صلعم نے نوری فرمایا اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ مرتبہ حقیقت محمدی ہے اور یقین اول ہے۔ مرتبہ دوم جو نور صرف ہے اور لاتعین سے متعین ہے اسے بھی ذات بحت اور احدیت مجردہ نہ خیال کرنا چاہئے کیونکہ وہ بھی نورانیت صرف کے حجابون سے ایک حجاب ہے اور اللہ تعالےٰ کے لئے ستر ہزار پردے نور وظلمت کے ہین۔

(ان للہ سبعین الف حجابٌ من نورٍ وظلمۃ)

اللہ تعالےٰ کے لئے حجاب ضروری ہے گو تمام حجابون مین یہ اخیر ہے۔ حق تعالےٰ وراء الورا ہے۔

(وللہ المثل الاعلیٰ) (اللہ تعالےٰ کے لئے مثال اعلیٰ ہے)
اس کی مثال نور آفتاب کی چمک کی طرح ہے جو قرصِ آفتاب کی حاجب ہے یعنی عین قرص کو چھپائے ہوئے ہے +

قیام لشکر شاہی

۸۰، بنام خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم :-

لشکر مین بے اختیار و بے رغبت رہنا مجھے غنیمت معلوم ہوتا ہے اور دوسری جگہون سے یہان کا قیام بہتر دکھائی دیتا ہے۔ اس تکلیف کو جو بادشاہ کیطرف سے ہے، مین اپنے مولیٰ جل شانہٗ کی مہربانی اور رضامندی جانتا ہون اور اپنی سعادت اسی قید مین خیال کرتا ہون +

لذتِ قید

۸۳۔ بنام مخدوم زادگان :-

ایام قید مین جب اپنی ناکامی اور بے اختیاری کا مین مطالعہ کرتا تھا تو عجب حظ پاتا تھا اور نہایت ہی ذوق حاصل ہوتا تھا +

دعوت۔ قرب

۸۶۔ بنام حبیب خادم :-

دائرہ ارتکاب محابات جتنا ہی تنگ ہوگا اتنا ہی بقدر ضرور کفایت کا خیال ہوگا اور کشف و کرامت کی گنجایش ہوگی۔ خوارق کا ظاہر ہونا نبوت کی شرط ہے اور ولایت کے لئے یہ ضروری نہین ہے۔ نبوت کا اظہار واجب ہے اور ولایت کا اخفا بہتر ہے۔ نبوت مین دعوت خلق ہے اور ولایت مین قرب الٰہی ہے۔ دعوت کا ظاہر کرنا ضروری اور قرب کا چھپانا لازم ہے +

علو مرتبہ حضرت مجدد

۸۷۔ بنام مولانا محمد صالح :-

میرا سلسلہ ارادت بلا واسطہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ جا ملتا ہے اور آنحضرت

محمد صلعم کے ساتھ طریقہ نقشبندیہ مین ۲۱ اور قادریہ مین ۲۵ اور چشتیہ مین ۲۷ واسطوں
سے ہے۔ مین آنحضرت محمد صلعم کا مرید ہون اور اِس دولت مین شریک بھی ہون
لیکن ایسی شرکت نہین جو ہمسری اور برابری کا دعویٰ پیش کرے کہ یہ کفر ہے۔
بلکہ ایسی شرکت جو خادم کو مخدوم کے ساتھ ہوئی ہے۔ طریقہ نقشبندیہ مین میرا
پیر عبد الباقی ہے لیکن میری تربیت کا متکفل باقی جل جلالہ وعم نوالہ ہے۔
مین نے فضل سے تربیت پائی ہے اور اجتبا کے راستے پر مین چلا ہون۔ مین
عبد الرحمٰن ہون اور میرا سلسلہ رحمانی ہے۔ میرا مُربی ارحم الراحمین ہے اور میرا
طریقہ سبحانی ہے کیونکہ تنزیہ کے راستہ سے مین گیا ہون یہ سبحانی وہ سبحانی
نہین ہے جو حضرت بایزید بسطامی نے کہا تھا۔ اس کو کسی قسم کی مساوات نہین
ہے۔ وہ سبحانی دائرۂ انفس کے اندر اور یہ انفس اور آفاق سے ماوراء ہے۔
وہ تشبیہ ہے جس نے تنزیہ کا لباس پہنا ہے اور یہ تنزیہ ہے جسے تشبیہ کی گرد
بھی نہین لگی، اُس چشمہ نے شکر سے جوش مارا ہے اور یہ عین محو سے نکلا ہے۔

ہمہ از اوست۔ قرآنی مدلولات غیر مخلوق

۸۵۔ بنام قاضی اسمٰعیل :-

متقدمین صوفیہ سے ہمہ اوست نہین سُنا گیا لیکن انا الحق، سبحانی، اور
لیس فی جبتی ہواہ وغیرہ الفاظ سنے گئے ہین جو متاخرین کے الفاظ "ہمہ اوست"
کے ہم معنی ہین۔ فقیر کے نزدیک ہمہ اوست کے یہ معنی ہین کہ تمام متفرق جزئیات
حادث ہین۔ ایک ہی ذات تعالےٰ کے ظہور ہین اگر زید کی صورت متعدد آئینون
مین منعکس ہو کر ظہور پیدا کرے اور ان صورتون کو ہمہ اوست کہین تو اسمین
جزئیت، اتحاد، حلول اور تلون کی گنجایش نہین ہے۔ جہان زید کی ذات
ہے وہان ان صورتون کا نام و نشان بھی نہین ہے۔ جس مرتبہ مین حق تعالیٰ
ہے وہان عالم کی گنجایش نہ ظہور کے قبل تھی اور نہ ظہور کے بعد ہے۔ صاحب
عوارف کی رائے ہے کہ منصور کا انا الحق کہنا اور بایزید کا سبحانی کہنا حق تعالیٰ

کی طرف سے حکایت کے طور پر تھا۔ محی الدین ابن عربی نے اس مسئلہ دقیق کی تشریح کی پھر بھی بعض نے محی الدین ابن عربی کی مراد نہ سمجھ کر ان پر طعن وملامت کی۔ اس عبارت کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ سب نیست ہیں اور حق تعالے ہی موجود ہے ایک بے وقوف بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ سب نیست ہیں اور حق تعالے کے ساتھ متحد ہیں، تو بندگان دین بھلا ایسا کیوں سمجھیں گے۔ ان بزرگوں کے سامنے غلبۂ محبت میں ماسوی اللہ پوشیدہ ہو جاتا ہے، اس لئے یہ ہمہ اوست کہتے ہیں یعنی جو کچھ دکھائی دیتا ہے سراسر وہم وخیال ہے اور موجود صرف حق تعالے ہے۔ لیکن یہ فقیر اس قسم کی عبارتیں پسند نہیں کرتا۔ یہ باتیں حق تعالے کے مرتبہ تقدس وتنزہ کے خلاف ہیں۔ اشیا کی یہ مجال نہیں ہے کہ اللہ کا مظہر ہو سکیں، وہ مظہر ہیں تو اللہ تعالے کے بعض کمالاتِ ظلال کی مظہر ہیں، جس سے اللہ تعالے کی ذات تک ہزار ظلال درمیان میں ہیں۔

"إن للہ سبعین الف حجاب من نور وظلمۃ" :: (اللہ تعالے کے لئے نور وظلمت کے ستر ہزار پردے ہیں)

حق تعالے کے ظلال میں سے کسی ظل کے مظہر کو بے تحاشا حق تعالے پر محمول کرنا بڑی بے ادبی اور دلیری ہے۔ لیکن غلبۂ سکر وحال میں چنداں مذموم نہیں ہے۔

حضرات امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف مسئلہ خلق قرآن کے متعلق چھ مہینے تک باہم بحث کرتے رہے۔ چھ مہینے کے بعد یہ امر قرار پایا کہ قرآن کو مخلوق کہنے والا کافر ہے۔ اتنے عرصہ تک مباحثہ اس لئے ہوتا رہا کہ اس وقت تک یہ مسئلہ واضح اور صاف نہیں ہوا تھا۔ اب مختلف فکروں کے ملنے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ قرآن مجید کے حروف وکلمات جو کلام نفسی پر دلالت کرتے ہیں بے شک حادث اور مخلوق ہیں اور مدلولات قرآنی قدیم اور غیر مخلوق ہیں ✤

معرفت۔ایمان

۹۱۔ مولانا طاہر بدخشی :۔

معرفت کے معنی ہین پہچاننا اور ایمان کے معنی ہین گرویدہ ہونا اور یقین کرنا +

محبوبیت اور محبیت

۹۵۔ محبوبون کے رئیس آنحضرت محمد صلعم اور محبون کے سردار حضرت موسے کلیم اللہ ہین۔ اس فقیر کی ولایت ولایت محمدی اور ولایت موسوی کی تربیت یافتہ ہے اور ان دونون حضرات کے طفیل مین نسبتِ محبوبی اور نسبت محبی سے مرکب ہے، لیکن حضرت خاتم الرسل صلعم کی متابعت کے باعث میری ولایت کے ساتھ اور ہی کاروبار متعلق ہین اور الگ ہی معاملہ اس پر وابستہ ہے +

عوام سے اختلاط

۱۰۲۔ بنام میر محمد نعمان :۔

خلق کے ساتھ اسی قدر اختلاط و انبساط رکھنا چاہیئے جو ادا ء حقوق کیلئے ضروری ہین۔ قدر حاجت سے زائد اختلاط و انبساط رکھنا فضول اور لایعنی ہے۔ بسا اوقات بڑے بڑے ضرر اس پر مترتب ہوتے ہین +

رفع بدعت

۱۰۵۔ بنام شیخ حسن برکی :۔

اس وقت بدعتون کی تاریکی سے زمانہ بھرا ہوا ہے اللہ تعالے کسی صاحب دولت کو یہ توفیق دے کہ وہ کسی ایک بدعت کو بھی دور کرے اور کسی سنت کو زندہ کرے تو بڑی نعمت ہے۔ حدیثون مین آیا ہے کہ جو شخص

سنت کو بعد اس کے کہ اس کا عمل دور ہو چکا ہو زندہ کرے تو اس کے لئے سو
شہیدوں کا ثواب ہے لیکن یہ بات بھی مدِ نظر رہے کہ فتنہ پیدا ہونے نہ پائے اور
ایک نیکی بہت سی برائیوں کا باعث نہ ہو +

گوشہ نشینی

۲۰۔ بنام میر منصور:۔

اس وقت فرصت میں مجھے گوشہ نشینی کا شوق پیدا ہوا اور میں نے گوشہ
نشینی اختیار کی۔ جمعہ کے سوا مسجد سے نہیں نکلتا۔ جماعت پنج وقتی بھی گوشہ میں
منعقد ہو جاتی ہے۔ لوگوں کی ملاقات کا راستہ بند ہے۔ اوقات بڑی جمعیت سے
گزرتے ہیں۔ گویا تمام عمر کی آرزو اب حاصل ہوئی ہے +

اویسی۔ شکر

۱۲۱۔ بنام نامعلوم:

جذبہ کے ساتھ سلوک کا ہونا ضروری ہے۔ جذبہ سلوک پر مقدم ہو یا موخر
ہو لیکن مقدم ہو تو اس میں فضیلت ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ داخل نماز ہوتا ہے تو وہ حجاب جو بندے
اور خدا کے درمیان ہے، دور ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز معراجِ مومن
ہے۔ نماز سے منتہی کو اصل قرب ساتھ حاصل ہوتا ہے۔ حجاب کا دور ہونا
در اصل منتہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ معرفت اس فقیر کی خاص لدنی معرفتوں
میں سے ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس فقیر کو عطا فرمائی
ہے اور اس کی حقیقت سے متحقق کیا ہے۔

اویسی کہنے سے پیر ظاہر کا انکار لازم نہیں آتا۔ اویسی اسے کہتے ہیں
جس کی تربیت میں روحانیوں کا دخل ہو۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کو
باوجود پیر ظاہر کے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کی روحانیت سے امداد ہوئی
تھی۔ اور اسی لئے انھیں اویسی کہتے ہیں۔ اسی طرح حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ

باوجود بظاہر کے حضرت خواجہ عبد الخالق قدس سرہ کی روحانیت سے مدد پائی تھی اور اس لئے وہ بھی اویسی تھے۔

صحو، سکر

جہاں صحو خالص ہے وہاں اسرار کا اظہار کفر ہے اور اپنے آپ کو دوسرے سے بہتر جاننا شرک ہے۔ صحو بغیر بقیہ سکر کا بمنزلہ نمک کے ہے جو اصلاح طعام کرتا ہے۔ اگر نمک نہ ہو تو کھانا معطل اور بیکار ہے۔ شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ نے جو فرمایا ہے کہ "میرا قدم ہر ایک ولی کی گردن پر ہے"۔

(قدمی ھذا علی رقبۃ کل ولی)

اسے صاحب عوارف قدس سرہ نے سکر پر محمول کیا ہے اس قسم کی باتیں جو فخر و مباہات کی خبر دیتی ہیں بغیر بقیہ سکر کے نہیں ہوتیں کیونکہ صحو خالص میں اس قسم کی باتوں کا منہ سے نکلنا و بعید از ہے۔

نور محمدی - امت محمدی - شہدا - فنا - مراتب یقین

۲۲۱ - بنام مولانا حسن دہلوی:-

حقیقت محمدی کو ظہور اول اور حقیقت الحقائق کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے حقائق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ملائکہ عظام کے حقائق ہوں سب حقیقت محمدی کے ظلال ہیں اور تمام حقیقتوں کی اصل حقیقت محمدی ہے۔ آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا۔

(اول ما خلق اللہ نوری)

اور یہ بھی فرمایا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا اور مومن میرے نور سے پیدا ہوئے۔

(خلقت من نور اللہ و المومنون من نوری)

معلوم ہوا کہ حقیقت محمدی واسطہ ہے اللہ تعالیٰ اور دیگر حقائق کے درمیان

کوئی بغیر واسطہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلوب تک نہیں پہونچ سکتا۔ اس طرح آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء اور مرسلین کے نبی ہیں اور آنحضرت کی رسالت جہان کے لئے رحمت ہے۔

فھو نبی الانبیاء والمرسلین و رسالتہ رحمۃ للعالمین علیہ و علے آلہ الصلوۃ والسلام

آنحضرت محمد صلعم کے خواص امت کو انبیاء پر فضیلت نہیں ہے۔ البتہ اس امت کے خواص اس دولت میں انبیا کے شریک نہیں اس کے علاوہ اور بہت سے کمالات ہیں جن کے ساتھ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو زیادتی اور خصوصیت حاصل ہے اس امت کا اخص خواص کتنا ہی زیادہ ترقی کرے اس کا سر اس پیغمبر کے پاؤں تک نہیں پہونچ سکتا جو تمام پیغمبروں میں کم درجہ کا ہے۔

میں نے جو لکھا تھا کہ "مجھے حقیقت محمدی سے ترقی واقع ہوئی" تو یہاں حقیقت سے وہ حقیقت مراد تھی جسے اجمال علم اور وحدت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس وقت مجھے ظل اپنی اصل سے مشتبہ معلوم ہوا تھا۔ پھر جب اللہ تعالےٰ کے محض فضل سے اس ظل اور باقی تمام ظلال سے مجھے خلاصی میسر ہوئی تو معلوم ہوا کہ حقیقۃ الحقائق سے ترقی واقع نہیں ہوئی اور نہ ایسا ہونا جائز ہے کیونکہ وہاں قدم آگے بڑھانا وجوب میں جانا اور امکان سے نکلنا ہے جو عقلاً اور شرعاً محال ہے۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس قدر بلند شان اور جاہ و جلال والے ہونے کے ہمیشہ ممکن رہے ہیں اور ہرگز امکان سے نکل کر وجوب کے ساتھ نہیں ملیں گے۔ کیونکہ یہ چیز بے علمی اور بے ادبی کی مستحق ہوتا ہے۔

تعجب ہے کہ شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ حقیقت محمدی کا کیا ذکر تمام حقائق کے لئے جنھیں اعیان ثابتہ کہتے ہیں وجوب کا حکم کرتے ہیں اور انھیں قدیم جانتے ہیں اور اقوال نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مخالفت کرتے ہیں۔ ممکن بجمیع اجزائہ ممکن ہے اور اپنی صورت اور حقیقت میں ممکن ہے۔ ممکن کی

حقیقت کو بھی ممکن ہونا چاہیئے۔ ممکن کو واجب تعالےٰ کے ساتھ کسی قسم کا اشتراک نہیں ہے اور نہ کوئی انتساب ہے۔ صرف یہ انتساب ہے کہ ممکن مخلوق ہے اور حق تعالےٰ اسکا خالق ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں شہید ہونے والے چند باتوں میں انبیاء پر زیادتی رکھتے ہیں۔ یعنی شہداکو غسل کی حاجت نہیں اور نہ ان کے جنازہ کی نماز بموجب مذہب امام شافعی ہوتی۔ قران مجید میں آیا ہے کہ شہداکو مردہ نہ جانو وہ زندہ ہیں۔ اور انبیاء قرآن مجید میں مردہ کہے گئے ہیں یہ جزئی فضائل انبیاء علیہم السلام کے فضل کلی میں قصور پیدا نہیں کرتے۔

مقام "قاب قوسین" اور مقام "او ادنیٰ" میں عدم کے احکام زائل ہوجاتے ہیں اور قوسین کا امتیاز دور دکھائی دیتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ امکان بالکل رفع ہوجائے اور وجوب میں انقلاب آجائے کہ ایسا ہونا محال ہے۔ ظلمانی حجابوں یعنی آثار عدم سے مقام "قاب قوسین" میں باہر نہیں جاسکتے اور مقام "او ادنیٰ" کے حجاب نورانی ہیں۔ اور امکان کی طرف راہ وجود سے آئے ہیں۔

فنا جو ولایت میں معتبر ہے وہ شعور و شہود کے اعتبار سے ہے۔ یعنی فنا سے مراد ہے ماسوی حق کا نسیان۔ فنا میں ماسوی حق کا ارتفاع نہیں ہوتا حاصل کلام یہ ہے کہ صاحب فنا سکر کے غلبوں میں اشیاء کے عدم شعور کو اشیاء کا عدم اور ماسوی کا رفع ہونا سمجھتا ہے اور اس سے تسلی پاتا ہے لیکن بفضل الٰہی [illegible] پاکر صحو کی دولت سے مشرف ہوتا ہے [illegible] کرتا ہے [illegible] کہ فنا اشیاء کا نسیان تھا نہ کہ اشیاء کا انعدام۔ جب عارف [illegible] ترقیات حاصل کرتا ہے تو دید نقص زیادہ ہوجاتی ہے [illegible] شاید اسی واسطے آنحضرت محمد صلعم نے فرمایا تھا۔

(یا لیت رب محمد لم یخلق محمداً) (کاش محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا)

اور یہ بھی فرمایا کہ کسی نبی کو ایسی ایذا نہین پہونچی جیسی مجھے پہونچی۔
(ما اوذی نبی مثل ما اوذیت)

شاید یہان ایذا سے مراد دید نقص وقصور ہے جو کمال حزن واندوہ کا باعث ہے کیونکہ اور دوسری ایذائین دوسرے پیغمبرون کو آنحضرت محمد صلعم سے زائد تر پہونچی ہین۔ حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ کو ان کی قوم دعوت کے وقت اس قدر پتھر مارتی تھی کہ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے اور جب ہوش مین آتے تھے تو پھر دعوت کرتے تھے۔ یہ معلوم رہے کہ نقص وقصور کا دیکھنا دوری کے سبب سے نہین ہے بلکہ قرب وحضوری کے باعث سے ہے۔ کیونکہ صاف وشفاف جگہ مین تھوڑی سی کدورت بھی بہت دکھائی دیتی ہے۔

نابالغ لڑکے کو لذتِ جماع سمجھائی جائے تو وہ اُسے شیرین سمجھے گا اور اس کی شیرینی کو قند ونبات کی شیرینی کی طرح خیال کرے گا۔ کیونکہ اسے اس کے سوا کچھ اور معلوم نہین ہے۔ اور اسکا یہ کمال علم اصل کمال نہین ہے۔ بلکہ اس لڑکے کا از خود بنایا ہوا کمال ہے اور اسکا یہ اختراع خود اس کی طرف راجع ہے۔ نہ کہ اُس کے ساتھ متصف ہے۔ اسی طرح مطلوب کے بتائے بغیر جو کچھ سالک اپنی طرف سے مطلوب کی نسبت کہے گا وہ گویا اپنی ہی نسبت کہے گا۔ اور جو کچھ اس کی تعریف کرے گا وہ اپنی ہی نسبت کہے گا اور اپنی ہی تعریف کرے گا۔ ایک عارف کہتا ہے "کہ آیۂ کریمہ!۔

وان من شیءٍ الا یسبح بحمدہٖ

ترجمہ کوئی چیز ایسی نہین ہے جو اس کی تسبیح وحمد نہ بیان کرتی ہو۔ مین ممکن ہے کہ حمد کی ضمیر چیز کی طرف راجع ہو اور یہ معنی ہون کہ کوئی شئے تسبیح ستائش اور تقدیس نہین کرتی مگر اپنی۔ شاید حضرت بسطامی قدس سرہ نے اسی معنی مین سبحانی کہا ہو اور تسبیح کا اعادہ اپنی طرف کیا ہو۔ صاحب فصوص فرماتے ہین کہ تجلی ذات متجلی لہٗ کی صورت پر ہوتی ہے، کیونکہ دیکھنے والا حق کے آئینہ مین حق کو نہین دیکھتا بلکہ اپنی ہی صورت دیکھتا ہے۔

(والتجلی من الذات لا یکون الا بصورۃ المتجلی لہ لانہ مارای سوی صورتہ فی مرائۃ الحق وما رای الحق ولا یمکن ان یراہ)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ ادراک کے پانے میں عاجز ہونا ادراک ہے

(والعجز عن درک الادراک ادراک)

اور پاک ہے وہ ذات جس نے عجز و معرفت کے سوا کوئی راستہ خلق کو اپنی طرف نہیں بتایا۔

(سبحان من لم یجعل للخلق الیہ سبیلا الا بالعجز عن معرفتہ)

معرفت سے عاجز ہونا معرفت کا عروج نہایت النہایات اور منتہائے مدارج قرب ہے۔ معرفت کا وجوب اس معنی میں ہے کہ ذات و صفات کے متعلق جو کچھ شریعت نے بتایا ہو اُسکا پہچاننا واجب ہے۔ جو معرفت بغیر شریعت حاصل ہو اُسے معرفت کہنا دلیری ہے۔ حضرت امام اعظم نے جو فرمایا ہے " پاک ہو تو وہم سے۔ تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہوا، لیکن پہچان لیا تجھے جیسا کہ حق ہے تیرے پہچاننے کا۔

(سبحانک ما عبدناک حق عبادتک ولکن عرفناک حق معرفتک)

یہ اکثر لوگون کو گران معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اسکی بہتر توجیہ یہ ہے کہ حق تعالےٰ کو اُن تمام چیزون کے ساتھ جنھیں شریعت نے بیان کیا ہے یعنی کمالات، تنزیہات اور تقدیسات کے ساتھ پہچاننا چاہیئے۔

حضرات صوفیہ نے علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کے مراتبہ سہ گانہ کو حق تعالےٰ کی ذات کی نسبت اعتبار کیا ہے اور اس بارگاہ جل شانہ مین ثابت کیا ہے اور مثالاً یون کہا ہے کہ دھوئین کے دیکھنے سے جو آگ کا علم ہوتا ہے، وہ علم الیقین ہے اور آگ کو دیکھنے کے بعد جو علم آگ کا حاصل ہوتا ہے وہ عین الیقین ہے اور آگ کے ساتھ متحقق ہونا حق الیقین ہے۔ لیکن اس فقیر نے ان تینون مرتبون کو ان آیات و نشانات مین اعتبار کیا ہے جو حق تعالیٰ کی ذات پر دلالت کرنے والے ہین۔ یعنی علم الیقین اور حق الیقین دلالت

کرنے والے نشانات سے متعلق ہیں نہ کہ مدلول سے۔ کیونکہ مدلول یعنی ذات حق تعالیٰ علم الیقین اور حق الیقین سے برتر ہے۔ یہ فقیر علم، عین اور حق کو دھوئیں کے متعلق جانتا ہے، نہ کہ آگ کی نسبت۔ یہ استدلال پہلے استدلال سے کامل تر ہے۔ وہ استدلال آفاق سے ہے اور یہ انفس سے ہے۔

قرب نبوت۔ قرب ولایت

۱۲۳۔ بنام نور محمد تھاروی:۔

جناب قدس جل شانہ کی طرف لیجانیوالی دو راہیں ہیں۔

ایک وہ راہ ہے جو قرب نبوت سے تعلق رکھتی ہے اور اصل الاصل تک پہونچانے والی ہے۔ اس راہ سے پہونچنے والے بالاصالۃ انبیاء علیہم السلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں۔ امتوں میں سے جس کسی کو چاہتے ہیں اس دولت سے سرفراز کرتے ہیں مگر ایسے لوگ قلیل بلکہ اقل ہیں۔ اس راہ میں واسطہ اور حیلولہ نہیں ہے۔ ایسے لوگ جو فیض حاصل کرتے ہیں بغیر کسی واسطہ کے حاصل کرتے ہیں۔

دوسری راہ وہ ہے جو قرب ولایت سے تعلق رکھتی ہے۔ تمام قطب، اوتار، ابدال نجبا اور عام اولیاء اللہ اسی راستہ سے واصل ہوئے ہیں۔ اسی راہ کو راہ سلوک کہتے ہیں۔ اس راستہ میں واسطہ اور حیلولہ ثابت ہے۔ اس راہ کے واصلوں کے پیشوا اور اس گروہ کے بزرگوں کے سرچشمہ فیض حضرت علی مرتضے کرم اللہ وجہہ ہیں۔ یہ عظیم الشان مرتبہ انھیں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس مقام میں گویا آنحضرت محمد صلعم کے دونوں مبارک قدم حضرت علی مرتضیٰ کے سر مبارک پر ہیں۔ حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنین علیہما السلام بھی اس مقام میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ میرے خیال میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ وجود عنصری یعنی پیدائش سے پہلے بھی اسی طرح اس مقام کی پناہ میں تھے، جس طرح کہ وجود عنصری کے بعد ہیں۔ اس راہ سے جس کسیکو فیض یا ہدایت پہونچتی ہے انھیں کے وسیلے سے پہونچتی ہے۔ کیونکہ نقطۂ آخر اس راہ کے بھی ہیں۔ اس مقام کا مرکز انہیں سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا جب دور تمام ہوا تو یہ مرتبہ عظیم ترتیب وار حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کو ملا۔ غرضکہ بارہ اماموں میں سے ہر ایک کے ساتھ بہ ترتیب و تفصیل یہ عظیم الشان مرتبہ سپرد ہوا۔ ان بزرگان دین کے زمانے میں اور نیز انکے انتقال کے بعد جس کسی کو فیض و ہدایت پہونچا انہیں کے واسطے اور حیلولہ سے پہونچا حتیٰ کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی نوبت آئی اور یہ منصب اس بزرگ قدس سرہ کے سپرد ہوا۔ مذکورہ بالا اماموں اور حضرت شیخ قدس سرہ کے بیچ میں کوئی شخص اس مرکز پر دکھائی نہیں دیتا۔ اس راہ میں تمام اقطاب اور نجبا کو فیوض اور برکات کا پہنچنا صرف شیخ قدس سرہٗ کے وسیلہ سے مفہوم ہوتا ہے وجہ یہ مرکز انکے سوا کسی کو نصیب ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان راہ اول سے واصل ہیں۔

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبعیت کے ضمن میں راہ اول سے واصل ہوئے ہیں اور اپنے اپنے درجوں کے موافق وہ شان خاص رکھتے ہیں۔

واضح ہو کہ یہ بھی غیر ممکن نہیں ہے کہ کوئی آدمی قرب ولایت کے راستہ سے قرب نبوت تک پہونچ جائے اور ہر دو معاملات میں شریک ہو جائے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طفیل سے اسے بھی جگہ مل جائے اور دونوں مقامات کے معاملات اس سے وابستہ کر دئے جائیں۔

(ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ؀)

حقیقت کعبہ

۱۲۴۔ بنام شیخ محمد طاہر بدخشی :۔

صورت کعبہ جس طرح صورت محمدؐ کا مسجود ہے۔ اسی طرح حقیقت کعبہ حقیقت محمدی کا مسجود ہے۔ جاننا چاہیئے کہ صورت کعبہ سے مٹی اور پتھر مراد نہیں ہے۔ کعبہ پھر کعبہ ہے اور مسجود خلائق ہے۔ صورت کعبہ باوجودیکہ عالم خلق میں سے ہے لیکن اس کی خلقت اور اشیاء کی طرح نہیں ہے۔ یہ ایسا پوشیدہ امر ہے کہ حس اور خیال کے احاطہ سے باہر ہے۔ یہ عالم محسوسات میں ہے لیکن محسوس نہیں ہوتا۔ اشیاء کا متوجہ (الیہ الیہا) ہے لیکن توجہ

میں نہیں ہے۔ وہ ایک ہست ہے جس نے ہستی کا لباس پہنا ہے۔ وہ ایک نیست ہے جو ہستی کے لباس میں ظاہر ہے۔ جہت میں ہو کر وہ بے جہت ہے اور سمت میں ہو کر بے سمت ہے غرض صورت نہایت منقش حقیقت ہے جس کی تشخیص میں عقل عاجز ہے۔ اگر یہ حقیقت میں ایسی نہ ہوتی تو مسجود ہونے کے لایق نہ ہوتی اور نہ بہترین موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے شوق سے اسے اپنا قبلہ بناتے۔

(فیہ اٰیاتٌ بیناتٌ) ؛ (اس میں نشانات ظاہر ہیں)

نص قاطع اس کی شان میں ہے۔

(ومن دخلہ کان اٰمناً) ؛ (اور جو اس میں آگیا امن میں آگیا)

اسی کے حق میں ہے۔ قرآن مجید بیت اللہ کا مادح یعنی تعریف کرنے والا ہے کہ صاحب خانہ جلشانہٗ کی بیتوتیت (رہنا، سہنا، گھر والا ہونا) اسی میں ہے۔ اور بےچون و بےچگون کا مجہول الکیفیت اتصال و نسبت اسی کے ساتھ ہے۔

(وللہ المثل الاعلیٰ) (مثال اعلیٰ اللہ کے لئے ہے)

جو عالم مجاز میں حقیقت کا پل ہے اسی بیتوتیت کی خبر دیتا ہے کہ صاحب خانہ کے قرار و آرام کی یہ جگہ ہے اگرچہ حدیث قدسی۔

(یسعنی قلب عبدی المومنین)

(میں اپنے مومن بندے کے دل میں سماتا جاتا ہوں)

کے موافق دل بندۂ مومن ظہور بےچونی کی گنجایش حاصل کر لیتا ہے، لیکن بیتیت کی نسبت جو خبر بیتوتیت دیتی ہے کہاں حاصل کر سکتا ہے؟ غیر و غیریت کا اس مقام میں دخل نہیں ہے، اس لئے وہ خلایق کا مسجود ہے تاکہ عبد کو سجدہ نہو۔ حضرت رسول محمد صلعم نے اپنے آپ کو مسجود نہ ہونے دیا لیکن بیت اللہ کی طرف بڑے شوق و رغبت سے سجدہ کیا۔ اس بیان سے فرق معلوم کر لینا چاہئے

(شتان مابین الساجد والمسجود) ؛ (ترجمہ۔ ساجد اور مسجود میں بڑا فرق ہے)

حقیقت کعبہ سے اس واجب الوجود کی ذات مراد ہے جہاں ظہور اور طلب کی گرد بھی نہیں

پہونچتی۔ اور وہی مسجود و معبود ہونے کے لایق ہے اگر اس حقیقت جل شانہٗ کو مسجود حقیقت محمدیؐ کہین تو کیا ڈر ہے؟۔ اور اِس سے اُس کے افضل ہونے مین کیا قباحت ہے؟۔ ہان حقیقت محمدیؐ جہان کے تمام افراد کی حقیقتون سے افضل ہے۔ لیکن کعبہ معظمہ کی حقیقت تو قسم عالم سے نہین ہے ؛

باب چہارم

مخالفین اور معترضین

ہر بڑے کام کے ساتھ کچھ مخالفین بھی ہوتے ہین۔ کام جتنا ہی مہتم بالشان ہوگا، اتنی ہی مخالفین کی کثرت ہوگی۔ ابتدا سے اکثر نبیون، اور مصلحون کے مخالف ہوتے آئے ہین۔ انبیاء اور صلحا کے حالات کی کتابون مین مخالفون کے ذکر بھی ہین۔ شروع شروع حضرت مجدد کے مخالف بھی تھے۔ لیکن بالآخر علما، صلحا، مشایخ اور ارباب سیاسیات نے انکے کمالات تسلیم کئے۔ اختلاف کرنے کے بعد لوگون کا آپ سے اتفاق کرنا آپ کے درجہ کمال کی خبر دیتا ہے۔ ہرقل شاہِ روم آنحضرت محمد صلعم کا جن وجوہ سے بے دیکھے ہوئے معتقد ہوا تھا[1] ان مین سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اہل مکہ آپ کے موافق بھی تھے اور مخالف بھی تھے۔

جو اعتراضات مخالفین نے حضرت مجدد پر کئے تھے وہ زائد تر غلط اطلاعون پر مبنی تھے اور بعض اعتراض کم فہمی یا علوم باطن کی ناواقفیت پر بھی مبنی تھا۔ ان اعتراضون کے جواب مین بہت سے رسالے ہین۔ وفع انکار منکر ان مین ایک رسالہ آپ کے فرزند شیخ محمد یحیی کا ہے۔ آپکے نبیرہ شیخ محمد فرخ کا بھی ایک رسالہ کشف الغطاء عن وجوہ الخطا ہے مولانا محمد بیگ نے ایک رسالہ مکہ شریف مین لکھکر ہر چہار مذاہب کے مفتیون کی مہر سے مسجل کرایا اور نام اس کا "عطیۃ الوہاب الفاصل بین الخطاء والصواب" رکھا۔ مولوی

---

[1] دیکھو تاریخ اسلام مولف کتاب ہذا صفحہ ۱۵ طبع ثالث۔

عبدالحکیم سیالکوٹی نے بھی جو ہندوستان کے ایک بڑے زبردست عالم تھے معترضون کے جواب مجملاً لکھے تھے۔ ایک فقرہ اُن کی تحریر کا یہ ہے "رد کلام مشیخت پناہ عرفان دستگاہ شیخ احمد از جہل و نافہیدگی است" قاضی ثناء اللہ پانی پتی ایک مشہور عالم زمانہ مابعد نے بھی مجدد صاحب کی موافقت مین اظہار خیال کیا ہے۔ خود مجدد صاحب نے بھی مخالفین کے اعتراضات کے جواب مکتوبات مین لکھے ہین انھین بالاستیعاب دیکھنا چاہیئے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے چند تحریری اعتراضات کئے تھے۔ لیکن پھر انھین اپنے خیالات بدلنے پڑے۔ غالباً انھین اعتراضات کے ساتھ شیخ صاحب نے اپنے پسر نورالحق کو حضرت مجدد کے پاس بھیجا تھا۔ مولوی صاحب کے واپس آنے کے بعد شیخ صاحب کو جب حالات معلوم ہوئے تو حضرت مجدد کی عظمت اپنے دل مین قایم کی۔ اس کتاب کے باب ۸ مین زیر سال ۲۱ اس کی تفصیل درج ہے۔ لیکن مولانا شاہ عبدالحق ایسے مرجع خلایق کے قلم سے جو اعتراضات نکل گئے اُن کا واپس لینا شاہ صاحب کے اختیار کے باہر تھا۔ اس زمانہ کے بعض منکرین ومخالفین ان اعتراضون کو پھر بھی بطور سند کے پیش کرتے رہے۔

اعتراضات وجوابات کا کچھ مختصر بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اعتراضات	جوابات
۱۔ اپنے پیر خواجہ باقی باللہ کی نسبت آپ رعایتِ ادب بجا نہین لاتے۔	یہ بالکل خلاف واقعہ ہے "مبداء ومعاد" اور "مکتوبات" اس الزام کے خلاف شاہد ہین۔
۲۔ آپ نے خواجہ غوث الثقلین کی نسبت لکھا ہے کہ ان کا نزول ناقص تھا۔	۲۔ دفتر سیوم کا مکتوب ۱۲۳ دیکھیئے نزول کی نسبت حضرت مجدد کی رائے یہ ہے کہ غوث اعظم کا عروج اکثر اولیاء سے بلند تر تھا لیکن نزول مقام روح تک ہوا جو عالم اسباب سے اوپر ہے اس مین نقص

	کہاں پیدا ہوا؟ - (فضلنا بعضکم علے بعض)
۳- آپ نے یہ لکھا ہے کہ میرے پیدا کرنے مین حکمت یہ تھی کہ ابراہیمی اور محمدی کمال ایک جگہ جمع ہون - یہ بڑی بات ہے !-	۳- اصل عبارت حضرت مجدد یہ ہے "انگارم مقصود آفرینش من این است کہ ولایت محمدی بولایت ابراہیمی علیہما الصلوٰۃ والسلام منصبغ گردد و حسن ملاحت این ولایت ممزوج شود" اس عبارت پر وہ اعتراضات یقیناً وارد نہین ہوتے، جو کہے گئے ہین - یہ بھی متحقق ہے کہ جو معنی اس کے اخذ کئے گئے ہین وہ چسپان نہین ہوتے - زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ عبارت عام فہم نہین ہے - حضرت مجدد نے اپنے مریدون کو جو مطلب اسکا سمجھایا وہ ان کے تسکین خاطر کا سبب ہوا
۴- آپ کہتے ہین کہ میرے مایۂ وجود کا خمیر رسول خدا صلعم کی طینت کے بقیہ سے ہے-	۴- اس کہنے مین کیا قباحت لازم آئی پیغمبر صلعم نے اپنے اہل بیت کی شان مین فرمایا تھا "کہ یہ میری طینت سے پیدا کئے گئے ہین" ابن مسعودؓ سے خطیب نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا "کہ میری، ابوبکرؓ کی، اور عمرؓ کی خلقت ایک طینت سے ہے" شرح صحیح بخاری کتاب الجنائز مین ابن سیرین کا ایک قول منقول ہے کہ رسول اللہ صلعم - ابوبکرؓ اور عمرؓ ایک طینت سے پیدا ہوئے ہین - عبداللہ بن جعفر

۵۔ آپ اپنے آپ کو مجدد الف ثانی کہتے ہین۔

کو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم میری طینت سے پیدا ہوئے ہو۔ شیخ ابن عربی نے فتوحات مین لکھا ہی کہ حضرت علی کا وجود مبارک آنحضرت صلعم کے طینت سے ہے۔ حدیث مین آیا ہی کہ کھجور کی خلقت حضرت آدم کی طینت سے ہی۔

۵۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت سنن ابوداؤد مین ہے۔

"ان اللہ یبعث من ھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا امر دینھا"

ترجمہ۔ "اللہ تعالے ہر امت کے لئے ہر سو برس کے بعد ایسا شخص بھیجیگا جو اس صدی کے دینی امور کی تجدید کرے"

جلال الدین سیوطی نے سنن ابوداود کے حاشیہ پر ان دین کے مجددون کا بیان کرتے ہوئے اپنے آپ کو بھی مجددون مین شمار کیا ہی۔ اس معنی مین سلاطین مین عمر بن عبدالعزیز علما مین امام شافعی صوفیون مین شیخ معروف کرخی اسرار علم بیان کرنیوالے امام غزالی اور محدثون مین شیخ جلال سیوطی اور افاضہ فیوض مین حضرت غوث الاعظم مجدد کہے جائین تو بجا ہے۔ اسی طرح گیا ہوکے

اعتراض	جواب
	صدی کا مجدد حضرت شیخ احمد سرہندی کو کہنا کیا بیجا ہے؟۔
۶۔ آپ نے متابعت رسول کے پانچ درجے قایم کرکے اُن کے حصول کا دعوی کیا ہے۔ یہ بعید معلوم ہوتا ہے۔	۶۔ حضرت مجددؒ نے پانچ نہین بلکہ سات درجے قایم کئے ہین۔ (۱) بجا آوری احکام شرعیہ (۲) تہذیب اخلاق (۳) اتباع احوال و ذوق (۴) حصول اطمینان قلب (۵) اتباع کمالات سرور کائنات (۶) اتباع کمالات مقام محبوبیت (۷) متابعت آنحضرت بہ تعلقِ دعوتِ خلق۔ حضرت مجددؒ نے ان مدارج تک پہونچنے کا دعوی کیا تو اس مین جائے تعجب کیا ہے؟۔
۷۔ آپ کہتے ہین کہ تمام کمالات محمدیہ میری ذات سے ہین۔	۷۔ حضرت مجددؒ نے ایسا نہین کہا۔ یہ البتہ کہا کہ جو کچھ کمالات مجھے عنایت ہوئے، آنحضرت کی متابعت اور طفیل مین عنایت ہوئے۔
۸۔ آپ کہتے ہین کہ مین اپنا مقام انبیا سے بالا دیکھتا ہون۔	۸۔ یہ غلط ہے۔ دفتر سیوم کے مکتوبات ۱۲۲ مین ہے "کہ اس امت کے اخص خواص کتنے ہی ترقی کرین اُن کا سر ادنے پیغمبرونکے پاؤن تک نہین پہونچتا۔
۹۔ آپ کہتے ہین کہ مین قرب وصول مین ایسے مقام پر پہونچا، جہان رسول کا واسطہ یا دخل نہین ہے۔ اگر واسطہ تھا تو راہ مین تھا۔ پہونچنے پر راستہ منقطع ہوگیا۔	۹۔ یہ غلط ہے دفتر سیوم کے مکتوبات ۱۲۱ مین لکھا ہوا ہے "کہ طریق جذبہ وغیرہ مین جو عدم توسط کا ذکر آیا ہے اس سے بعثت رسول سے ذرا بھی استغنا نہ سمجھئے کہ یہ کفر اور انکار ہے شریعت حقہ سے حدیث مین آیا ہے" کہ

بندہ جب نماز پڑھتا ہے بندہ اور خدا اکے درمیان کا حجاب اٹھ جاتا ہے" دفتر سیوم کے مکتوبات ۲۸ مین ہے کہ "مین شریک دولت ہون" لیکن یہ شرکت ایسی ہے جیسی کہ خادم کو مخدوم کے ساتھ ہوتی ہے۔ دولت سے مراد فیض ہے۔

۱۰- آپ اپنے آپ کو خدا کا مرید کہتے ہین اور یہ ترک ادب ہے۔

آیۂ شریفہ

"یریدون وجہہ"

صحابہ کرام کی شان مین آیا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "وہ مرید ذات خدا ہین۔ رسول صلعم سے بیعت کرنا اللہ تعالے سے بیعت کرنا ہے۔

"ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ" کا یہی مطلب ہے۔

۱۱- آپ کہتے ہین کہ مین نے تفضیلی تربیت پائی ہے۔ دوسرے کے فعل کو میرے حق مین دخل نہین ہے۔

۱۱- کیا لفظ دوسرے سے ذات پاک رسول صلعم مراد ہے؟ ہرگز نہین۔ دفتر سیوم کا مکتوب ۱۲۱ دیکھیے۔ حضرت غوث الثقلین فرماتے ہین۔

"اذا بلغ الرجل حالۃ شیخہ افراد عن الشیخ و قطع عنہ۔ فتولاہ الحق سبحانہ لہدا"

ایک کتاب "اخبار الاخیار فی ذکر الابرار" شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے مشایخ گذشتہ کے حالات مین لکھی تھی۔ مین نے ایک مطبوعہ نسخہ اس کا دیکھا۔ اس کے اخیر مین مولوی محمد قاسم بریلوی نے تاریخ الطباع کی جگہ آخر کتاب مین ایک شعر لکھا ہے جس سے سال الطباع

۱۲۷۰ھ معلوم ہوتا ہے۔ پرانا چھاپا ہے۔ یہ نہین معلوم ہوتا کہ کس شہر مین یہ کتاب چھپی۔ البتہ مطبع احمدی مملوکہ احمد علی مین اس کا چھپنا ظاہر ہوتا ہے۔ اس کتاب مین شاہ عبد الحق دہلوی نے حضرت شیخ محی الدین عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ سے شروع کرکے تین سو چالیس اولیاء کے حالات لکھے ہین۔ سب سے اخیر مین حضرت بی بی اولیاء کے حالات لکھے ہین جو محمد تغلق شہنشاہ کے عہد مین تھین۔ اس سے ظاہر ہے کہ محمد تغلق کے زمانہ کے بعد جو اولیا گذرے ہین انکے حالات اس مین نہین ہین۔ بعد حالات اولیا "تکملا" ہے جس مین شاہ صاحب نے اپنے خاندانی حالات لکھے ہین۔ پھر "خاتمہ" ہے اور اس مین بھی حضرت مجددؒ کا ذکر نہین ہے۔ سب سے اخیر مین ایک تتمہ ہے جس مین حضرت مجددؒ کے حالات مع ان کے کمالات کے درج ہین۔ یہ تتمہ شاہ صاحب کا لکھا ہوا نہین ہے بلکہ کسی اور نے بڑھا دیا ہے۔ اس تتمہ کے اخیر مین شاہ عبد الحق کے ایک خط کی نقل ہے جو خواجہ حسام الدین خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے پاس شاہ صاحب نے بھیجا تھا۔ اس خط کی عبارت بجنسہ یہ ہے۔

"درین ایام صفای فقیر بخدمت میان شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ از حد متجاوز است، و اصلا پردۂ بشریت و غشاوۂ جبلیت بمیان نماندہ۔ قطع نظر از رعایت طریقہ و انصاف و حکم عقل کہ با این چنین عزیزان و بزرگان، بد نباید بود، در باطن بطریق ذوق وجدان و غلبہ، چیزے افتادہ کہ زبان از تقریر آن لال است۔ سبحان اللہ مقلب القلوب و مبدل الاحوال شاید ظاہر بینان استبعاد کنند، من نمیدانم کہ حال چیست و بچہ منوال است"۔ انتہی بلفظہ۔

حضرت عبد اللہ معروف بہ غلام علی دہلوی تیرہوین صدی ہجری کے آغاز مین ایک فقیر کامل تھے۔ مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی کے یہ شاگرد تھے۔ یہ اپنی کتاب "سبع سیارہ" مین لکھتے ہین کہ "شیخ عبد الحق نے جو اعتراضات مجدد صاحب پر کئے تھے، ان پر بطور تعلیقات شاہ عبد العزیزؒ نے حاشیہ لکھا تھا۔ اس حاشیہ مین وہ لکھتے ہین کہ حضرت شیخ احمد کے لکھنے کا منشا یہ ہے کہ وصول فیض کسبی مین تو بہت سے واسطے ہین لیکن فیض وہبی کے وصول مین کوئی واسطہ نہین ہے اور یہ ٹھیک ہے۔ جو واسطہ تھا سلوک کے وقت تھا۔ جب راہ ختم ہوئی اور قرب حاصل ہوا تو واسطہ کہان رہا؟ حاشیہ کی کچھ عبارت بعینہ نقل کیجاتی ہے۔

"نزدِ شیخ کمالِ ابراہیمی و کمالِ محمدی دو شعبہ اند از کمالِ احمدی۔ ولایتِ احمدی فوقِ ولایتِ محمدی است۔ اگر تفضیل لازم می آید، تفضیلِ بعضے مراتبِ پیغمبر است بر بعضے مراتبِ او۔ و این معنے ہیچ کدورتے نہ دارد۔ چہ رسالتِ آنحضرت فوقِ نبوتِ آنحضرت است۔"

"من ہم مریدِ رسول اللہ ام باعتبارِ سابق، یعنی در ابتدائے سلوک وسائط ثابت بود و ہم ہمسرِ اویم بحکمِ حال یعنی در آخر توسط نماند۔ این معنی نہ مرادِ شیخ است نہ از کلامِ او برمی آید۔"

اگر فضل حقیقتِ کعبہ بر حقیقتِ محمدی لازم می آمد، در آن قباحتے نیست، زیرا کہ کعبہ الوہیت است و حقیقتِ محمدی تعینِ عبودیت۔ خدا از بندہ بالاتفاق افضل است۔"

شہزادہ سلیم پسر جلال الدین اکبر (شہنشاہ ہند) نے باپ کے مرنے پر تخت سلطنت پر بیٹھکر جہانگیر لقب اختیار کیا تو امور سلطنت کے متعلق روزنامچہ (یادداشت) لکھنا شروع کیا۔ اسی روزنامچہ کا نام تزک جہانگیری ہے۔

تزک جہانگیری کی ابتدا اس عبارت سے ہے:۔

"حمد وثنا بے مروحد، وسپاس وستایشں لاتحصی ولعد، مر یگانہ پاشاہے راسزا ست کہ ذات لازم البرکات بادشاہانِ جہانگیر، باعث اطمینان خلق وعالم وسبب دوام سلسلہ بنی آدم گردانید۔"

لیکن یہ عبارت مرزا محمد ہادی ایک ملازم دربار جہانگیری کی ہے جس نے تزک جہانگیری کے قبل اپنی طرف سے ایک دیباچہ قایم کیا ہے جس میں بادشاہ کے خاندانی حالات درج ہیں اور دیگر معززین وارا کین سلطنت کے تذکرے ہیں۔ مقصد بالا عبارت سے اس دیباچہ کی ابتدا ہوئی ہے۔ روزنامچہ جہانگیر کی ابتدا جہانگیر کے قلم سے اس دیباچہ کے بعد یوں ہوئی ہے۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم"

"از عنایات بے غایت الٰہی یک ساعت نجومی روز پنجشنبہ ہشتم جمادی الثانی ہزار و دچہار ہجری گذشتہ در دار الخلافۃ آگرہ در سن سی وہشت سالگی بر تخت سلطنت جلوس نمودم۔"

جہانگیر یہ روزنامچہ صرف سترہوین سال جلوس تک اپنے قلم سے لکھتا رہا یا اپنی نگرانی مین لکھواتا رہا کوئی باب یا فصل اس کتاب مین نہین ہے۔ البتہ ہر جشن کے ذکر کیلئے جدا جدا سرخیان قایم ہین۔ مثلاً

"جشن اولین نوروز"

"جشن نوزوہمین نوردور از جلوس ہمایون" کی سرخی سے جو عبارت شروع ہوئی ہے وہ "بفراغ خاطر روانہ درگاہ گردد، واگر توقف را مصلحت خود می داند ہر گوشہ کہ ازین ملک التماس نماید عطا فرمائیم" پر ختم ہوئی ہے۔ اس کے بعد جہانگیر نے روزنامچہ لکھنا یا لکھوانا کمزوری، عدیم الفرصتی یا تبدیل خیال کی وجہ سے بند کردیا۔ اور مرزا ہادی نے از خود حالات مابعد لکھکر جہانگیر کے حالات اخیر تک اس کتاب مین لکھدئے ہین، جس کا خلاصہ یہ ہے:-

"بائیسوین سال جلوس مین کشمیر کی سیر کو بادشاہ گیا۔ ایک ہرن کو شکار مین ایک پیادہ ہانک رہا تھا کہ اس کا پاؤن پھسلا اور وہ پہاڑ سے لڑکتا ہوا خندق (کھڈ) مین گرا۔ بادشاہ پر اس نظارہ کا ایسا برا اثر پڑا کہ بادشاہ کی حالت خراب ہونے لگی اور پھر اسکا انتقال ہوگیا۔"

مرزا ہادی نے جہانگیر کے حالات لکھہ کر کتاب (تزک جہانگیری) ختم کی۔ آخری فقرات اس کے یہ ہین:-

"طغرائے غرائے ابوالمظفر شہاب الدین محمد صاحب قران ثانی شاہجہان بادشاہ غازی بر مناشیر دولت ثبت شدہ، وجہان پیر از سر نوجوان گردید، وجہانیان را سرمایہ امن وامان بدست آمد"

تزک جہانگیری کی ہیئت بیان کرکے اب مین دکھاتا ہون کہ شیخ احمد سرہندی، (مجدد الف ثانی) کے حالات اس مین کس طرح درج ہین۔

۲۳ ربیع الاول ۱۰۲۸ھ کو سولہوان جشن بادشاہ کا ہوا۔ چنانچہ جشن سپرد ہمین نوروز جلوس ہمایون" کے ذیل مین پہلے طاعون پھیلنے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے قید کئے جانے کا حال یوں لکھا ہوا ہے:-

"درین ایام بعرض رسید کہ شیخ احمد نام شیادے در سرہند دام زرق وسالوس فروچیدہ، بسیارے از ظاہر پرستان بے معنی راصید خود کردہ، وبہر شہرے ودیارے یکے از مریدان خود راکہ آئین دکان آرائی ومعرفت فروشی ومردم فریبی را از دیگران پختہ تر داند خلیفہ نام نہادہ فرستادہ۔ ودر خرافاتے کہ بہ مریدان ومعتقدان خود نوشتہ کتابے فراہم آوردہ مکتوبات نام کردہ۔ ودران مہملات بسیار مقدمات لاطائل مرقوم گشتہ کہ بہ کفر وزندقہ منجر می شود۔ ازان جملہ در مکتوبے نوشتہ کردکہ در اثنائے سلوک گزارم بمقام ذی النورین افتادہ۔ مقامے دیدم بغایت عالی وخوش بصفا۔ ازانجا درگزشتم بمقام فاروق پیوستم۔ وازمقام فاروق بمقام صدیق عبور کردم۔ وہر کدام را تاریخے درخور آن نوشتہ۔ وازانجا بمقام محبوبیت واصل شدہ مقامے مشاہدہ افتاد بغایت منور وملون۔ خود را بانواع انوار والوان منعکس یافتم، یعنی استغفر اللہ از مقام خلفا درگزشتہ بعالی مرتبہ رجوع نمودم ودیگر گستاخیہا کردہ کہ نوشتن آن طولے دارد واز ادب دوراست۔ بنابرین حکم فرمودم کہ بدرگاہ عدالت آئین حاضر سازند حسب الحکم بملازمت پیوست۔ واز ہرچہ پرسیدم جواب معقول نتوانست سامان نمود۔ وباعدم خرد ودانش بغایت مغرور وخود پسند ظاہر شد۔ صلاح حال او منحصر درین دیدم کہ روزے چند در زندان ادب محبوس باشد تا شوریدگی مزاج وآشفتگی دماغش قدرے تسکین پذیرد، وشورش عوام نیز فرونشیند لاجرم بانی رائے سنگھ دلن حوالہ شد کہ در قلعہ گوالیار مقید دارد۔"

مفصلہ بالا عبارت تزک جہانگیری کی جہانگیر کی لکھی ہوئی یا لکھوائی ہوئی ہے اس کے بعد بھی کچھ دنوں تک جہانگیر تزک جہانگیری کو لکھتا یا لکھواتا رہا۔ آخر میں یہ کام معتمد خان کی سپرد ہو گیا تھا کہ وہ جہانگیر کے منشا کے موافق مسودہ لکھکر اور بادشاہ کو دکھا کر بیاض سلطان میں اسے نقل کر دیا کرے۔

تزک جہانگیری میں مہابت خان کی لڑائی اور مجدد صاحب کا قید سے چھوٹنا اسطرح

مذکور نہین ہے جس طرح معتقدین حضرت مجدد نے تحریر کئے ہین اور جیسا کہ اس کتاب کے ب کے واقعات سال ہفت وہم مین درج ہے ۔ مجدد صاحب کی برگزیدگی کا جہانگیر قائل ہو گیا تھا یا محض مصالح ملکی پر نظر کر کے آپ کو وہ شیر اپنا ظاہر کرتا تھا، اس کے متعلق کوئی تذکرہ جہانگیری مین نہین ہے ۔ ملکی معاملات کے ساتھ ان باتون کا ذکر کرنا مناسب بھی نہ تھا۔ جہانگیر کیسا ہی سیدھا سادہا مزاج رکھتا تھا لیکن عقل جہانداری رکھتا تھا اعتقادات مذہبی دل مین رکھنے کے لئے تھے، تزک جہانگیری مین درج کئے جانیکے لائق نہ تھے۔ یہ بھی ایک قابل غور امر ہے کہ مجدد صاحب کے قید ہونے کے تھوڑے ہی مدت کے بعد جہانگیر نے تزک جہانگیری کا معتمد خان سے لکھوانا بند کر دیا تھا اور مرزا ہادی نے از خود لکھنا شروع کیا تھا۔

مرزا ہادی کے لئے معتقدات بادشاہ کا ذکر حالات سلطنت کے ضمن مین لکھنا مناسب نہ تھا۔ اور یہ بھی معلوم نہین کہ مرزا ہادی کے خیالات حضرت مجدد کے متعلق کیسے تھے پھر بھی حضرت مجدد کی طرف سے جو بدگمانی بادشاہ کے دل مین تھی اس کا عرصہ تک قایم رہنا تزک جہانگیری سے ثابت نہین ہوتا۔ بلکہ برعکس اس کے بادشاہ کی طرف سے حضرت مجدد کی خدمت مین زرنقد پیش کش کیا جانا ثابت ہوتا ہے ۔ چنانچہ قید کے سال دوسال کے بعد تزک جہانگیری کی یہ عبارت ہے:۔

"بست ودوم ماہ مذکور (شہر ذی قعدہ) جشن وزن شمسی آراستگی یافت بسال پنجاہ و پنجم از عمر این نیازمند بمبارکی و فرخندگی آغاز شد۔ بہ دستور ہر سال خود را بہ طلا و اجناس وزن فرمودہ در وجہ مستحقان مقرر فرمودم، از انجملہ شیخ احمد سہرندی را دو ہزار روپیہ عنایت شد۔"

دو سال کے پہلے حضرت مجدد بجرم ریاکاری مستوجب عتاب شاہی تھی اور اب ایسے بے خطا ٹھہرے کہ مراحم خسروانہ کے سزاوار ہوئے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مجدد صاحب کے معتقدون نے جو تاریخی حالات انکے متعلق لکھے ہین ان کا تزک جہانگیری مین مذکور نہ ہونا ان کی صحت مین شبہ کرنے کی وجہ نہین ہو سکتا۔
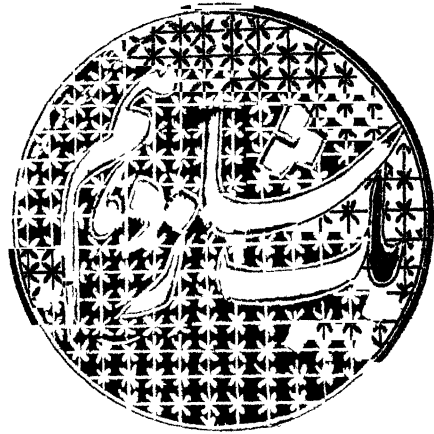
مجدد الف ثانی کی طرح، امام غزالی بھی اپنے وقت کے مجدد تھے۔ یہ پانچویں صدی کی مجدد تھے اور وہ گیارہوین صدی کے مجدد تھے۔ ان دونون کے مدارج کا مقابلہ کرنا مقصود نہین ہی، بلکہ صرف انکے خیالات کا تطابق مدنظر ہے۔

مرور زمانہ ہر چیز مین تغیر پیدا کرتا ہی۔ اسلام بھی اس کلیّہ سے مستثنیٰ نہ رہا۔ پیغمبر خدا صلعم کے بعد مسلمانون کے خیالات مین جو تبدیلیان پیدا ہوئین ان سے اسلام ایک نئی صورت مین نمایان ہوا۔

بنیاد ظلم در جہان اندک بود
ہر کہ آمد بران مزید کرد

اگر ہر قرن مین مصلحان دین اسلام بدعات کی روک تھام نہ کرتے تو آج مسلمانون کی حالت معلوم نہین کیا ہوتی۔ ان مصلحون کو مجدد دین محمدی کہنا بجا ہی۔ تمام مجددون کی فہرست مرتب کرنا کار دشوار ہے۔ لیکن امام غزالی اور شیخ احمد سرہندی (ملقب بہ مجدد الف ثانی) کی مجددیت مشہور ہے اور جن معنون مین ان دونون کو مجدد کہا جاتا ہی ان کا سمجھنا بہت آسان ہے۔

فلسفہ یونان کے پڑھنے پڑھانے سی بلاد اسلام مین دہریت کے پھیلنے کا خطرہ ہوا تو اصلاح حالات کے لئے متکلمین کا ایک گروہ پیدا ہوا۔ اور متکلمین کے استدلال کے ساتھ مکاشفات اہل باطن کے ملنے سی صوفیا کرام کی ایک جماعت الگ قایم ہوئی اور پھر اختلافات آرا کی وجہ سی متکلمین کے بہت سی فرقے ہوئے، جن مین زائد تر مشہور اشعریہ، ماتریدیہ، اور

معتزلہ ہین۔ اس وقت تک علمائے شیعہ کا کوئی طبقہ جداگانہ تھا۔ صرف اہل بیت کے ذریعہ سے حدیثون کے ماننے والے اپنے آپ کو شیعہ کہتے تھے۔ اور بظاہر ان کی تعداد بہت کم تھی۔ اہل سنت وجماعت زائدتر اشعریہ یا ماتریدیہ تھے۔ معتزلہ کی طرف شیعون کا رجحان تھا۔ ان تینون کے سوا ایک فرقہ حنبلیہ کہلاتا تھا جو اپنے آپ کو امام احمد حنبل کے خیالات کا پیرو کہتا تھا اور امور دین مین عقل واستدلال کی مداخلت پسند نہین کرتا تھا۔ سب سے بہتر تو حنبلیون کا فرقہ تھا۔ لیکن ضرورت نے مجبور کیا تھا کہ اہل استدلال کو ان پر ترجیح دیجائے اور یہی خیال امام غزالی کا بھی تھا۔ امام غزالی کا مقولہ تھا کہ عقل بجائے غذا ہے اور مذہب دوا ہے، یعنی بغیر غذا کی دوا جس طرح کام نہین دیسکتی اسی طرح عقل کو معطل کرکے مذہب کی پیروی بھی نہین ہوسکتی امام غزالی کے زمانہ مین عالم اور صوفیا اکثر اشاعرہ یا ماتریدیہ تھے۔ تصانیف امام غزالی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا رجحان اشاعرہ کی طرف تھا اور معارف لدنیہ۔ مبدا ومعاد اور مکتوبات کے پڑہنے سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی اشاعرہ پر ماتریدیہ کو ترجیح دیتے تھے۔

متکلمین نے دہریت کو تو روکا تھا لیکن خود ان کے باہمی اختلافات نے بڑا جھگڑہ پیدا کر رکھا تھا۔ اس زمانہ مین سلجوقیون کا اثر خلفاء بغداد پر تھا۔ اور بغداد سے زائد تر نیشاپور مین رونق تھی۔ بلحاظ ظاہری فسادات کم تھے مگر مجموعی حالت بدتر تھی۔ وہ یہ کہ الپ ارسلان اور اس کے پسر ملک شاہ کے عہد مین کسی مسلمان کی مجال نہ تھی کہ حنبلیون کے خلاف زبان ہلائے۔ لیکن علماء کے دلون مین جو متکلمین کی عظمت تھی اس پر سلجوقیون کا اثر بے نتیجہ تھا۔ مسلمانون مین بڑا اختلاف تھا، ایک عالم کا دوسرے عالم کو کافر کہنا غیر معمولی بات نہ تھی۔ امام غزالی نے اس پر آشوب زمانہ مین، جب کہ دربار شاہی مین رسوخ پانے کے لئے ہر ایک اپنے آپ کو علم وفضل مین دوسرون سے بہتر دکہانا چاہتا تھا، نہایت اخلاقی جرأت سے کام لیا اور تمام فرقون سے ملاطفت کا برتاو رکھا اور اختلاف آرا کو مستحق بالشان تصور نہین کیا، اور بالآخر شاہ سنجر کو امام صاحب کے علو مرتبہ کا اعتراف کرنا پڑا۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی کے عہد مین ہندوؤن کے خیالات کی تقلید ہندوستان کے بااثر لوگ کرتے تھے۔

بدعتوں کا بڑا زور تھا، دیگر بلاد اسلام میں بھی شرک سے پورا اجتناب نہ تھا، مکاشفات مشایخ کے مقابلہ مین عوام نے کتاب وسنت کو بھلا دیا تھا۔ ان سب پر طرہ یہ تھا کہ ایک عالم کا خیال دوسرے عالم سے متناقض تھا اور صوفیون کا ایک سلسلہ دوسرے سلسلہ سے جدا تھا آپس مین یہ لڑتے نہ تھے، لیکن علیحدہ علیحدہ جماعتین قایم تھین۔ مثل امام غزالی کے حضرت مجدد الف ثانی نے بھی مسلمانون کے باہمی اختلافات کے مٹانے مین کوشش کی۔ اور سنت نبوی کے احیا مین کامیابی حاصل کی۔ البتہ شیعون کے مقابلہ مین مجدد صاحب نے ذرا سختی سے کام لیا۔ اس کی دو وجہین تھین ایک تو یہ کہ مجدد صاحب کا انتساب حضرت ابوبکر صدیق سے تھا اور انھین شیعہ برا کہتے تھے۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ شاہان صفوی کے عہد مین شیعون نے اہل سنت وجماعت سے اپنے آپ کو بالکل جدا کر کے اسلام کی قوت اتحادی کو کمزور کرنا چاہا تھا۔ اور حضرت مجدد نے چاہا کہ خلیج نفاق وسیع نہ ہونے پائے۔ ۶

"سرچشمہ باید گرفتن بہ میل"

بہر حال وجوہ سے یہان بحث نہین ہے۔ واقعات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام غزالیؒ شیعون سے اتنا متنفر نہ تھے جتنا کہ حضرت مجددؒ متنفر تھے۔ جو ہونا تھا ہو گیا، مسلمانون کی جماعت متفرق ہو گئی۔ اب اس زمانہ مین یہ فکر کرنا چاہیئے کہ اس تفریق سے بے لطفی نہ بڑھنے پائے۔ یہی تمام بہی خواہان قوم کا نقطہ خیال ہونا چاہیئے۔ اس وقت امام غزالیؒ ہی کی تقلید بہبود اسلام کے لئے قرین صواب ہے۔

امام غزالیؒ اور حضرت مجددؒ مین ایک فرق یہ بھی ہے کہ یہ شروع ہی سے مشائخ کے سلسلہ مین تھے اور وہ اخیر مین اس کوچے مین آئے۔ ورنہ علم ظاہر معقول و منقول کے یہ دونو منتہی تھے اور یہ دونون متکلم وقت تھے اور مجتہد عصر تھے۔ مقلد دونو تھے۔ امام غزالیؒ شافعی تھے اور حضرت مجددؒ حنفی تھے، مگر دیگر علماء عصر کی طرح ایک بھی ان مین کا تقلید شخصی واجب نہین جانتا تھا۔

دنیاء اسلام مین امام غزالی کی شہرت مجدد الف ثانی سے زائد ہے۔ اس کی وجہ علاوہ قدامت کے یہ بھی ہے، کہ امام غزالیؒ مدرسہ نظامیہ نیشا پور مین دو مرتبہ مدرس رہے

اور سیکڑون علماء کے وہ استاد تھے اور نیشاپور کے علاوہ بھی جہان کہین یہ ہوتے۔ ہزارون طلبا اُن کے حلقۂ درس مین حاضر رہتے تھے اور ان شاگردون کی وجہ سے بھی علما کے گروہ مین اُن کی شہرت بہت ہوئی۔ ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے، کہ امام غزالی کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ صدیون تک تمام بلاد اسلام مین ذی حکومت رہے۔ اور حضرت مجددؒ کے بعد سو برس کے اندر ہی اندر نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام بلاد اسلام مین سلطنت اسلامی مین ضعف شروع ہوگیا۔ رونق اسلامی مشائخ کے گروہ مین رہ گئی تھی، لیکن سلسلہ مجددیہ کے مشائخ سماع سے پرہیز کرنے کی وجہ سے اتنا مرجع خلائق نہ رہے جتنا کہ ہونا چاہیئے تھا۔

ہندوستان کے باشندے امام غزالی کے کارنامون سے زمانہ اخیر مین ناواقف ہوگئے تھے۔ احیاء العلوم کے ترجمہ بزبان اردو کی اشاعت کے قبل ہندوستان مین امام غزالی کی شہرت بہت کم ہوگئی تھی۔ سرسید احمد خان بانی مدرسہ العلوم علی گڈہ نے قوم کی اصلاح کی طرف توجہ کی ان مین بعض کوتاہیان نہ ہوتین تو یہ بھی مجدد سمجھے جاسکتے تھے۔ ان پر جب کفر کے فتوے ہوئے تو انھون نے ان فتوؤن کی طرف قوم کو توجہ دلائی جو امام غزالی پر ہوئے تھے اور یہ دکھانا چاہا کہ بہت سی باتون مین یہ امام غزالی کے ہم خیال ہین۔ اس طرح رسالون اور اخبارون مین امام غزالی کا نام مشتہر ہوا۔ میری یادداشت اگر غلطی نہ کرتی تو اوّل اوّل مینے امام غزالیؒ کا نام سرسیدؒ کی تصانیف مین دیکھا۔ اسکے بعد احیاء العلوم کا اردو ترجمہ شائع ہوا اور اس نے امام صاحب کو بہت مشہور کیا۔ اب تو ہندوستان مین امام غزالیؒ کی اتنی شہرت ہے کہ کوئی ذی علم ان کے امام ہونے مین کلام نہین کرتا لیکن ان کے بہت سے ماننے والے بوجہ جہل کے اُن کے بعض مقولات سے منکر ہین۔

امام غزالیؒ اور مجددؒ الف ثانی کے اکثر معتقدات مین تطابق ہے اسلئے مناسب ہے کہ اُن کے حالات تفصیلی پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے۔

نیشاپور کے مدرسہ بیہقیہ مین امام غزالی کے استاد علامہ عبد الملک (ملقب بہ ضیاء الدین مشہور بہ امام الحرمین نے تعلیم پائی اور جب مدرسہ نظامیہ نیشاپور قایم ہوا تو اُسکے مدرس اعظم

مقرر ہوئے۔ امام الحرمین نے پہلے امام صاحب کو اپنے زیر نگرانی مدرسہ نظامیہ مین درس دینے کی اجازت دی۔ امام الحرمین کے مرنے پر امام صاحب نیشاپور سے چلے گئے۔ لیکن پھر آئے تو نظام الملک نے امام صاحب کو مدرسہ نظامیہ نیشاپور کا مدرس اعظم مقرر کیا۔ اور اسوقت امام صاحب کی عمر ۳۴ سال کی تھی۔ دربارشاہی مین امام صاحب کا بڑا رسوخ ہوا اور سیاسیات مین بھی ان سے مدد لی جاتی تھی۔ یہان یہ لکھنا بے موقع نہین ہے کہ مجدد الف ثانی کے متعلق بعض مورخین[۱] لکھتے ہین کہ دربار جہانگیری مین آخر آخر مجدد صاحبؒ کو سیاسی امور مین دخل دینے کا حق حاصل ہوگیا تھا۔

بالآخر امام صاحب کے خیالات بدلے۔ سب کے پہلے آپ نے تقلید کو خیرباد کہا۔ متکلمین کے استدلال سے آپ گھبرائے، فلسفہ کے علم الہیات کو ناکافی تصور کیا، فرقہ باطنیہ کے عقائد جو ازسرتاپا امام وقت کی تقلید پر مبنی تھے آپ کو غیریقینی معلوم ہوئے اور مشایخ کے ملفوظات اور تصانیف دیکھکر آپ نے تصوف کو پسند کیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ تعلقات چھوڑ کر بغداد ہوتے ہوئے آپ ملک شام پہنچے۔ یہ حالتین خود امام صاحب نے اپنی کتاب "منقذ من الضلال" مین لکھی ہین۔ نیشاپور مین پورا موقع نہ تھا۔ بغداد آزادخیالی کا مرکز تھا۔ بغداد مین آکر آپ کے خیالات مین پورا انقلاب ہوا اور مختلف فرقون کے میل جول سے تبدیل خیال مین استحکام حاصل ہوا۔ بغداد سے آپ نے دفعتہً شام کی راہ لی اور یہ سفر حالت بےخودی مین ہوا۔ دمشق مین رہ کر آپ نے مجاہدہ اور مراقبہ شروع کیا۔ آپ کے پیر طریقت شیخ بوعلی فارمدی تھے جو غالباً سلسلہ نقشبندیہ کے چھٹے درجہ مین ہین۔ نظام الملک آپ کی عزت تمام دیگر مشایخ وقت سے زائد تر کرتا تھا۔

شیخ ابوعلی فارمدی کا سال وفات ۱۱ھ ہے اور ابن خلکان نے سال وفات ۴۸۹ھ لکھا ہے۔ بعض کتابون مین ۴۷۷ھ اور ۴۱۱ھ درج ہے۔ اگر ۴۷۷ھ صحیح ہے تو یہ نتیجہ نکلیگا

---

[۱] مورخین سے مراد یہان حضرت مجددؒ کے معتقدین ہے جنہون نے حضرت مجددؒ کے حالات لکھے ہین۔ شاہان مغلیہ کے عہد اور اسکے بعد اسوقت تک ایسا کوئی مشہور مورخ نہین گذرا کہ جسنے مثل مورخ ماسبق علما و مشاہیر اسلام کے حالات قلمبند کئے ہون۔ امام غزالی کے بعد بہت مورخین گذرے ہین۔ یہی وجہ ہے کہ انکے حالات اکثر کتابون مین ملتے ہین۔

کہ امام غزالی نے تحصیل علم ظاہر کے زمانہ مین شیخ ابوعلی فارمدی سے فقر کی بیعت حاصل کی لیکن اس نسبت کا اثر اخیر وقت مین ظاہر ہوا۔

اس کے بعد امام صاحب شام سے بیت المقدس اور پھر وہان سے حرمین شریفین کیطرف گئے۔ اثنائے سفر مین ۴۹۹ھ مین بمقام خلیل حضرت ابراہیم کے مزار پر حاضر ہو کر آپ نے عہد کیا "کہ کسی بادشاہ کے دربار مین نہ جاؤن گا نہ کسی بادشاہ کا عطیہ لونگا۔ اور یہ بھی عہد کیا کہ کسی سے مناظرہ اور مباحثہ نہ کرونگا" احیاء العلوم اسی سفر مین تصنیف کیگئی تھی۔

شاہ سنجر پسر ملک شاہ کے وقت مین امام صاحب پھر مدرسہ نظامیہ نیشاپور کے مدرس مقرر ہوئے تھے۔ لیکن جلد کنارہ کش ہوگئے تھے۔

مثل مجدد صاحب کے امام صاحب بھی ریا کار علما اور مشایخ کو برا سمجھتے تھے۔ اسلئے امام صاحب کے مخالفین بھی تھے۔ اور امام صاحب کے کفر کے فتوے بھی شایع ہوئے تھے۔ سلطان سنجر بھی آپ سے بدگمان ہوا تھا، لیکن آپ کی تقریر نے اسے سیدھا کر دیا۔

سب کے اخیر مین امام صاحب نے فن حدیث کی تکمیل کی۔ اور یہان بھی مجدد صاحب کے خیالات سے امام صاحب کے اس خیال کا تطابق ہوتا ہے، کہ علم حدیث کا پڑھنا پڑھانا اتباع سنت نبوی کے لئے بہت ضروری ہے۔ یہین سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح مجدد صاحب کے زمانہ مین علم حدیث کی کتابین از سر نو درس مین آئین اسی طرح امام صاحب نے بھی اپنے اخیر زمانہ مین علم حدیث کا نصاب تعلیم مین داخل ہونا ضروری تصور کیا۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ بغیر حدیث کی کتابون کے پڑھے ہوئے اخلاق محمدی پورے طور پر معلوم نہین ہوتے۔ امام غزالی کی تاریخ وفات ۱۴ جمادی الثانی ۵۰۵ھ ہے اور مجدد صاحب کا سال وفات ۱۰۳۴ھ ہے دونون مین پانچ سو برس کا فرق ہے۔

مجدد صاحب کی طرح امام غزالی کے تصانیف کا ذخیرہ بھی بہت ہے، بلکہ مجدد صاحب سے زائد تر ہے اور اس زیادتی کی وجہ امام صاحب کا مشغلہ درس تھا۔ اگر امام غزالی حضرت مجدد کی طرح شغل باطنی شروع ہی مین اختیار کرتے تو شاید ان کے تصانیف مجدد صاحب کے تصانیف سے زائد تر نہ ہوتے۔ مجدد صاحب کے تصانیف غالباً یورپ نہین پہنچے اور برعکس

اسکے یورپ مین امام صاحب کے تصانیف کا بہت چرچہ ہی۔ اس کی وجہ یہ ہی کہ مسلمانون نے جب اہل یورپ کو ان کے علوم مع شئے زائد واپس کئے تو قریب قریب تمام علوم کے متعلق امام غزالی کی کتابین موجود تھین اور علماء یورپ نے ان کتابون سے فائدے حاصل کئے۔ مامون رشید کے بعد ملک شاہ سلجوقی کا زمانہ اشاعت علوم کے لئے مشہور ہی۔ عمر خیام امام صاحب کا ہمعصر تھا اور یورپ مین علم نجوم کے متعلق سب سے بڑا استاد یہ مانا جاتا ہے۔

امام صاحب کی سب سے زائد مشہور کتاب "احیاء العلوم" ہے۔ اس مین نہایت آزادی سے متکلمانہ، فلسفیانہ اور صوفیانہ نظر سے مسائل اسلام بیان کئے گئے ہین۔ پہلے تو بعض علماء نے اس کتاب کے جلانے کا حکم دیا۔ لیکن بالآخر تمام عالم مین یہ کتاب مقبول عام ٹھہری۔ اس کتاب کی تصنیف کا زمانہ وہ ہے جب امام صاحب دنیا ترک کر چکے تھے، لیکن دوران سفر مین قوم کی حالت زار دیکھکر امام صاحب نے پھر اہل دنیا کی طرف توجہ کی اور اس کتاب کی ضرورت محسوس کی۔ مورخین کو اس پر حیرت ہی، لیکن صوفیہ جانتے ہین کہ رجعت قہقری اور سیر و راشیا مین ایسا بہت ہوتا ہے۔

امام صاحب نے نہ صرف اسلام کو فلسفہ کے موافق ثابت کیا، بلکہ ان مسائل فلسفہ کا بطلان ثابت کیا جن کے ساتھ مسائل اسلام کا تطابق نہ ہو سکا۔ جب ایک شخص بہت سی کتابین لکھتا ہے تو کبھی کبھی اس کے تحریرات متناقض ہو جاتے ہین۔ یہ تبدیل فکر کا نتیجہ ہی۔ اور کوئی اہل فکر اس سے بچا ہوا نہین ہے۔ امام صاحب کے تحریرات بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہین ہین۔ حضرت مجدد پر بھی ایک وقت ایسا آیا تھا کہ آپنے اپنی سابق رائے تبدیل کی۔ مجددؒ صاحب جب اپنی رائے بدلتے تھے تو کوشش کرتے تھے کہ سابق رائے کی غلطی پورے طور پر شایع ہو جائے۔

غرضکہ امام غزالی عہد سلجوقیہ کے امام تھے اور حضرت مجدد الف ثانی عہد مغلیہ کے امام تھے ؎

ذات باری تعالےٰ، روح اور تقدیر کی حقیقتوں کا علم تمام مذہبی مباحث کا موضوع ہے
ذات باری تعالیٰ کا علم، جاننے والے کی ذاتی استعداد پر منحصر ہے۔ مثنوی مولنا روم مین
جو حکایات گڈریے اور حضرت موسیٰ کی درج ہے وہ بہت مشہور ہے۔ خدا کا جسم ہونا اس کی عقل
مین آتا نہ تھا اور خدا کے لئے جسم کا ہونا یہ غیر ممکن جانتے تھے لیکن خدا سے محبت دونون کو تھی اسلئے
خدا دونوں سے راضی تھا۔ گو مدارج رضامندی مین فرق تھا۔ قول فیصل یہ ہے کہ خدا کو جمیع صفات
خالق مطلق جاننا اور قرآن مجید کو برحق ماننا ایمان اجمالی کے لئے کافی ہے۔ حضرت موسیٰ اور
خواجہ خضر کی باہمی گفتگو جو قرآن مجید مین مذکور ہے، وہ اس امر پر شاہد ہے کہ خدا کے متعلق تمام
معارف پر عبور حاصل کرنا غیر ممکن محال یا مشکل ہے۔

مین اس طرح سمجھتا رہا کہ ہر ایک کے پندار کا ایک دائرہ ہے، کسی کا چھوٹا اور کسی کا بڑا
یعنی خدا مسبب الاسباب ہے اور معلومات انسانی کے دائرے بلحاظ مقدار علم ہر کس وسعت
مین کم و بیش ہین۔ ہر شخص کے ذاتی معلومات کے مطابق جہان دائرۂ اسباب ختم ہوتا ہے
وہین سے اس کے لئے دائرہ الوہیت شروع ہو جاتا ہے۔ بوجہ اپنی علمی بے بضاعتی کے اس
خیال کی اظہار کی جرأت مین نہین کرتا تھا، لیکن الحمد للہ کہ حضرت مجدد الف ثانی کی تصانیف
نے میری تشفی کر دی اور مجھے معلوم ہوا کہ اصطلاح تصوف مین انہین چھوٹے بڑے دائرون
کی سیر قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ کے محیطون سے محاط بیان کی گئی ہے، اور ان سب کے
بعد یا ماورا الورا ذات بحت بیچون، بے چگون، بے کیف، بے مکان و بے زمان ہے،

اور مقام خداشناسی مین جہل ہی جہل یا حیرت ہی حیرت عین معرفت ہے۔

(العجز عن درک الادراک ادراک)

(حصول ادراک سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے)

روح کے متعلق میرے خیالات تھے اور اب بھی ہین کہ اس کی حقیقت کا احقہ کسی کو معلوم نہین ہوئی۔ عقلا، حکما اور فلسفیون کے جتنے اقوال ہین ظنیات پر مبنی ہین اور باہم متناقض ہین۔ ان کا عجز اور ان کے عجز کی حقیقت ان کے کلام سے ظاہر ہے۔ عجز معرفت روح کا بیان قرآن مجید مین

"قل الروح من امر ربی"

جس بلاغت سے بیان کیا گیا ہے، اس کی مثال کہین اور نہین ملتی۔ میرا خیال پہلے یہ تھا کہ پیغمبر خدا نے کچھ علوم باطن شریعت ظاہری کے خلاف غالباً اپنے ان اصحاب کو سمجھائے جن مین سمجھنے کی استعداد تھی اور ممکن ہے کہ معارف روح بھی اس تعلیم مین شامل ہون لیکن تصانیف حضرت مجددؒ سے مجھے معلوم ہوا کہ شریعت کے متعلق ایسے معارف نہین ہین جو قرآن اور حدیث مین مذکور نہ ہوئے۔ ہان یہ ضرور تھا کہ حقیقت شریعت کا سمجھنا سامعین کی استعداد پر منحصر تھا اور صحبت نبوی کو اس کے سمجھانے مین بڑا دخل تھا۔ اور اسی لئے طبقہ اولی کے مسلمان طبقات، بعد کے مسلمانون سے افضل سمجھے جاتے ہین۔ اس نعمت عظمی کے حصول کے لئے علما رصلحا اور مشائخ کی صحبتین بھی، جو صحبت نبی صلعم کا پرتو رکھتی ہین اکتساب علوم دین کے ساتھ ازبس ضروری یا مفید ہین۔ مرید ہونا حصول اثر صحبت کے لئے کافی نہین ہے، بلکہ اثر صحبت سے فیض یاب ہونا اصلی امر ہے۔ اب مجھے اس مین شبہ ہے کہ شاید حقیقت روح کی تعلیم صحبت خاص نبی صلعم مین نہین ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ بہرحال مجھے جہل ہے تو دوسرون کا کشف میرے لئے سند نہین ہے۔ لیکن اس مین شبہ نہین ہے کہ صفات وکیفیات و معارف روح کے متعلق صحابہ رسول صلعم فیض صحبت رسولؐ سے بے انتہا معارف حاصل کرکے مالامال ہوگئے تھے اور ان کے ذریعہ سے یہ معارف سلسلہ بسلسلہ مشائخ مابعد تک پہونچتے رہے صوفیا انھین معارف کے ذریعہ سے روح اور روحانیات سے بحث کرتے ہین اور شریعت

کے علاوہ حقیقت شریعت بھی بیان کرتے ہین اور اس حقیقت کے دریافت کرنے کے راستہ کا نام انھون نے طریقت رکھا ہے۔ حضرت مجددؒ شریعت، حقیقت اور طریقت ان تینون کی اہمیت کو تکمیل اسلام کے لئے تسلیم کرتے ہین، لیکن حقیقت اور طریقت مین ایسا غلو کہ دامن شریعت چھوٹ جائے پسند نہین کرتے۔ مجددؒ صاحب طریقت مین دیگر مشایخ سے کچھ کچھ فروعی اختلاف کرلیتے ہین اور اپنے خاص خاص انکشافات کو بھی داخل کرتے ہین۔ ان باتون سے شروع شروع بعض مشایخ مخالف ہوئے۔ لیکن اصل حقیقت جاننے کے بعد مخالفت پر قایم نہ رہے۔

تقدیر الٰہی اور لوح محفوظ (مظہر تقدیر الٰہی) کا جیسا مین پہلے قائل تھا، ویسا ہی اب بھی قائل ہون شروع سے میرا خیال تھا اور اب بھی ہے کہ قران مجید مین اس کے متعلق احکام جو بظاہر متضاد یا متناقض ہین، تقدیر کے سمجھانے اور حقیقت بتانے کے لئے نہین ہین، کہ اس طرح انسان کو دونون عالم کی مسرت عطا کرین اور اطمینان قلب کی نعمت سے سرفراز کرین۔ نفس مطمئنہ بڑی چیز ہے۔ تمام علماء شریعت نے اور صوفیا کرام نے حقیقت قضا و قدر کے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ طرز بیان الگ الگ ہے، لیکن مین سب کا ماحصل یہی سمجھا کہ ان سب کے اقوال مقام رضا و تسلیم تک پہنچانے کے ذریعہ ہین۔ مجدد صاحب نے لکھا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہین ہے تو کوئی اس قادر مطلق سے پوچھ نہین سکتا کہ تو نے یہ کیون کیا؟ ایسا سوال شان بندگی سے ازبس بعید ہے۔ دیگر اکابر کی تحریرون کا بھی یہی ماحصل ہے، لیکن حضرت مجددؒ کی تحریر نے مجھ پر ایک خاص اثر ڈالا +

م بلکہ انسان کو مقام رضا و تسلیم تک پہنچانے کے لئے ہین۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی

شریعت اور طریقت دو جدا جدا چیزین نہین ہین، گو ان کے اصطلاحات جدا جدا ہین۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی دونون ماہر ہین اور مشترک زبان بولتے ہین تاکہ شریعت جاننے والون کے لئے حقیقت اور طریقت کا سمجھنا آسان ہوجائے۔ مین قاضی ثناء اللہ کے "ارشادات الطالبین" سے کچھ اقتباس کرتا ہون۔

ایک اجنبی نے آنحضرت صلعم سے لفظ "احسان" کی تعریف پوچھی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ خدا کی عبادت اس طرح کرنا گویا عابد خدا کو دیکھتا ہے اور یہ نہیں تو یہ کہ خدا اسے دیکھتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عقائد اور اعمال کے سوا ایک کمال احسان بھی ہے اور اسی کو ولایت کہتے ہیں صوفیوں پر جب محبت الٰہی غالب ہوتی ہے، جسے وہ اپنی اصطلاح میں فنائے قلب کہتے ہیں، تو ان کا دل اللہ کے سوا دوسری چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ خدا کو دیکھنا عادتہً محال ہے لیکن صوفی پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ وہ گویا اپنے خیال میں خدا کو دیکھتا ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ "جو شخص اللہ کی محبت کرتا ہے اللہ اس کی محبت کرتا ہے۔" اللہ جسے محبوب کہتا ہے اس کا درجہ ولایت خاصہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ فنا کے بعد اولیاء ذات محبت میں ترقی کرتے ہیں اور پھر اس عروج سے اترتے ہیں، لیکن فنا کے قبل جو حالت ان کی تھی وہاں تک نہیں اتر آتے، ورنہ محنت رائگاں ہو جائے۔

"اولیاء سے خوارق عادات ظہور میں آتے ہیں۔ خرق عادت کی ایک قسم کشف بھی ہے۔ ایک کشف کو کشف کونی کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا ایک کشف کونی کتب سیر میں بیان کیا گیا ہے بمقام مدینہ آپ نے بحالت خطبہ ایک جنگ کے افسر حضرت ساریہ سے کہا کہ وہ پہاڑ کی طرف سے ہوشیار رہو۔"

حالانکہ اس وقت مدینہ سے بہت دور حضرت ساریہ کفار کے مقابلہ میں مشغول پیکار تھے کشفی نظر سے عالم مثال میں دیکھنا بھی کشف کی ایک قسم ہے۔ اور اسے الہام کہتے ہیں الہام اور وسوسے میں یہ فرق ہے کہ صوفی کا قلب سلیم الہام سے مطمئن ہو جاتا ہے۔ اولیاء کا کشف یا الہام علم ظنی ہے۔ دو شخصوں کا کوئی کشف باہم متفق ہو جائے تو ظن غالب میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اولیاء کے کشف میں خطا بھی ہوتی ہے۔ وہی کشف مقبول ہونے کے لائق ہے جو شرع کے مخالف نہ ہو۔ صاحب صحو کا کشف صاحب سکر کے کشف سے بہتر ہے۔ خرق عادات ولایت کے لئے لازم نہیں ہے۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم ایسے ہیں جن سے خرق عادت مروی نہیں ہے، لیکن ادنی اصحاب رسول بھی ان اولیاء سے افضل ہیں جن سے بہت خوارق مروی ہیں۔ ثواب کا تعلق صرف عبادت اور قرب الٰہی سے ہے۔ اسی لئے محدثین نے

اصحاب رسولؐ کے کرامات کا ذکر ان کے مناقب میں نہیں کیا ہے۔

ولی کی علامت یہ ہے کہ وہ ظاہر میں شرع شریف کا پورا پابند ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"اِنْ اولیا اِلا المتقون" ترجمہ

(متقی ہی اللہ کے اولیا ہیں)

حدیث میں آیا ہے کہ "اولیا اللہ کی علامت یہ ہے کہ ان کی زیارت سے خدا یاد آئے۔"

مقام قرب تقویٰ سے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ تقویٰ یہ ہے کہ کوئی امر عقائد و اخلاق کے متعلق خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف واقع نہ ہو۔ بغیر ولایت کے کمال تقویٰ کا حصول ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے طلب طریقت اور حصولِ کمالات باطنی کے لئے کوشش کرنا واجب ہے اور علم باطنی میں اضافہ چاہنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(وقل رب زدنی علماً)

ترجمہ (اے محمدؐ تو کہہ اپنے پروردگار سے کہ میرا تو علم بڑھا دے)

اس سے معلوم ہوا کہ مراتب قرب سے قناعت کرنا جس طرح ناقصین پر حرام ہے کاملین پر بھی حرام ہے۔

جب کمالات باطن کا طلب کرنا واجبات سے ہوا تو ایسے پیر کا تلاش کرنا ضروری ہوا جو کامل ہو اور کامل بنا دینے والا بھی ہو۔ اگر کوئی شخص ایک شیخ کی خدمت میں مدت تک حسن اعتقاد سے رہے اور اس کی صحبت میں تاثیر نہ پائے تو واجب ہے کہ اسے چھوڑ کر دوسرے کی تلاش کرے۔

اولیا کو علم غیب نہیں ہوتا۔ ہاں بعض غائب چیزوں کے متعلق خرق عادات کے طور پر کشف یا الہام سے۔ انہیں کچھ علم دیا جاتا ہے۔ یہ کہنا کفر ہے کہ "اولیا کو غیب کا علم ہے۔"

معدوم کو پیدا کرنے یا موجود کو نابود کرنے پر اولیا قادر نہیں ہیں۔ پیدا کرنے نابود کرنے رزق پہونچانے، اولاد دینے، بلا دور کرنے، مرض سے شفا بخشنے وغیرہ وغیرہ کے لئے ان سے

مدد مانگنا کفر ہے۔

دعا ایک عبادت ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا

((الدعا ھو العبادۃ)) ترجمہ (دعا عبادت ہے)

جائز نہیں ہے یہ کہنا " یا شیخ عبد القادر جیلانی اشیاً للہ " بلکہ یہ کفر و شرک ہے۔ ہان یہ کہنا جائز ہے کہ " اے اللہ بحرمت شیخ عبد القادر جیلانی میری حاجت روا کر "

کسی ولی یا آنحضرت محمدؐ کا ذکر بھی خلاف شرع کرنا جائز نہیں ہے ، مثلاً بجائے " لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ " کے " یا محمد یا محمد " کہنا روا نہیں ہے ۔

شرعی پابندی سے کوئی ولی یا نبی مستثنیٰ نہیں ہے، مگر اُس مجذوب سے جو بالکل عقل نہ رکھتا ہو، شرعی پابندیان ساقط ہین ۔

عصمت یعنی تقصیر سے پاک ہونا انبیا کا خاصہ ہے ۔ عصمت سے مراد ہے صغیرہ کبیرہ گناہ کا عمداً یا سہواً سرزد نہ ہونا۔ انبیا مین فتور عقل، غفلت، بہکی بہکی باتین کرنا، یا نشہ مین ہونا ممکن نہین ہے۔ انبیا کے سوا کسی اور سے عصمت کو منسوب کرنا خلاف اجماع ہے۔ صحابہ اولیاء امت سے افضل ہین ۔

اولیاء کی قبرون کا بلند کرنا، ان پر گنبد تعمیر کرنا، عرس وغیرہ رسوم کا کرنا اور چراغان کرنا، یہ سب بدعتین ہین اور ان مین سے بعض حرام ہین اور بعض مکروہ ہین ۔ حدیث مین آیا ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ میری قبر کو عید مت بنانا۔

سنت ہے قبرون کے پاس جاکر یہ کہنا " السلام علیکم اے قبرون کے رہنے والے مومنو اور مسلمو ! انشاء اللہ تعالے ہم بھی تمہارے پاس آنے والے ہین ، اللہ سے ہم اپنے اور تمہارے لئے عافیت چاہتے ہین " پیغمبر خدا صلعم اور اولیائے کرام کے مقابر کی زیارت کرنیکا مستحب طریقہ یہ ہے کہ طہارت کاملہ کے ساتھ درود شریف پڑھے اور اپنے کسی صالح عمل کا جو خلوص کے ساتھ کیا گیا ہو انہین ثواب بخشے۔ صاحب نسبت کو صاحب قبر سے فیض حاصل کرنیکے لئے مراقبہ کرنا جائز ہے۔ اگر کوئی صاحب کمال کسی دوسرے کو اپنے آپ سے زیادہ تر کامل دیکھے تو چاہیئے کہ اس سے فیض حاصل کرے، جیسا کہ حضرت موسیٰ نے حضرت خضر سے حاصل کیا تھا۔

اولیاء کو جائز ہے کہ جو انعامات ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے قربِ الٰہی کے متعلق ہوں
انہیں لوگوں پر ظاہر کریں۔ حدیث میں آیا ہے۔ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا ذکر کرنا بھی شکر ہے۔
غوث الثقلین کے قصائد، مجدد الف ثانی کے مکتوبات و شیخ اکبر کی تصانیف انہی دعاوی سے پُر ہیں
قربِ الٰہی موجب جذب یعنی خدا کا اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچنا ہے۔ یہ جذب کبھی
بے واسطہ ہوتا ہے تو اسے اجتباء کہتے ہیں۔ اور اگر بواسطہ ہوتا ہے تو عبادت واسطہ
ہوتی ہے یا کسی کامل کی صحبت واسطہ ہوتی ہے۔ جو جذب عبادت کے ذریعہ سے ہوتا ہے اسے ثمرۂ عبادت
کہتے ہیں۔ اور جو جذب بذریعہ صحبت ہوتا ہے تاثیر شیخ کہتے ہیں۔ غرضکہ ناقصوں کو کسب یعنی
عبادات و ریاضات اور جذب کیلئے صحبت شیخ کامل کی ضرورت ہے۔ جذب کے قبل سلوک
شروع ہوتا ہے اسلئے اکثر اولیاء سلوک کو جذب پر مقدم جانتے ہیں۔ سالک مجذوب کی ابتدائی سیر
سیر آفاقی کہلاتی ہے۔ اس سیر کے لطائف میں انوار کو نور سبز کہتے ہیں۔ یہ سیر دور و دراز کی ہوتی ہے
انتہائے سیر کے قبل اگر عمر وفا نہ کر گیا تو ناکام رہا اسلئے اللہ تعالیٰ نے خواجہ نقشبند کو سلوک پر
جذب کو مقدم رکھنے کا حکم دیا۔ اس سلسلہ کے مشائخ اول توجہ کے ذریعہ سے لطائف عالم امر کی اقامت
پر کرتے ہیں یہاں تک کہ قلب، روح، سر، خفی اور اخفی اپنے اصول میں قائم ہو جاتے ہیں۔ ایسے
سالک کو مجذوب سالک اور اس سیر کو اندراج النہایۃ فی البدایۃ کہتے ہیں
بعض اکابر کا قول ہے کہ جس عبادت میں محنت اور مشقت ہوتی ہے وہ عبادت رذائل نفس کے
دور کرنے میں پوری تاثیر رکھتی ہے۔ اسی وجہ سے ذکر جہر، خلوت وغیرہ امور دیگر کا لحاظ ہے۔
برخلاف اسکے حضرت خواجہ نقشبند فرماتے ہیں کہ جو عبادت سنت کے موافق ہو وہ نفس کی
برائیوں کے دور کرنے، تصفیہ قلب اور ترقی کے اصول کے لئے زیادہ مفید ہے اسی لئے
وہ بدعتِ حسنہ سے بھی بدعت سیئہ کی طرح بچتے ہیں۔
جذب مطلق جسے اجتبا کہتے ہیں عوام کے حق میں متحقق نہیں ہے۔ ہاں ایسے شخص کے
توسط سے یہ درجہ حاصل ہو سکتا ہے جو باطن میں خدا سے اور ظاہر میں بندوں سے مناسبت
رکھتا ہے یہ درجہ رسول صلعم کا یا ان کے نائب کا ہے جن کو علماء ظاہر و باطن انبیاء کے وارث بتاتے ہیں۔
بعض قوی استعداد والے لوگ پیغمبر یا کسی ولی کی روح سے بھی فیض حاصل کر کے درجہ ولایت

تک پہنچ جاتے ہیں انہیں اویسی کہتے ہیں کیونکہ حضرت اویس قرنی نے بغیر شرف صحبت نبوی حاصل کئے ہوئے آنحضرت نبی صلعم سے فیض حاصل کیا تھا۔

جذب مطلق یعنی اجتبا جیسا کہ انبیا علیہم السلام کو مبدا فیاض کے ساتھ مناسبت رکھنے کی وجہ سے حاصل ہوا۔ ویسا ہی اولیاء کو بھی یہ درجہ اخیر میں حاصل ہوسکتا ہے ولی جب رسول صلعم کی متابعت سے مقام محبوبیت تک پہنچکر محبوب خدا ہو جاتا ہے تو اس کے بعد جو ترقیاں ہونگی انہیں سیر مرادی کہتے ہیں۔

کبھی اس جذب مطلق یعنی درجۂ اجتبا کے حاصل ہونے کے بعد پیر سے مرید افضل ہو جاتا ہے لیکن شیخ کا حق تربیت اس کی گردن پر برابر رہتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ برکات عبادت سے قوت۔ وسعت اور اقربیت حاصل ہوتی ہے لیکن اس طرح سے ایک مقام سے دوسرے مقام تک یعنی ولایتِ صغری سے ولایت کبری پھر ولایت علیا اور پھر کمالات نبوت تک درجہ بدرجہ ترقی نہیں ہو سکتی۔

مصطلحات تصوف

(۱) تکمیل لطائف۔ جب سالک اس لطیفہ کا ذکر جو وہ کر رہا ہے فنا ہو جائے یعنی محسوس نہ ہو تو یہی اس لطیفے کی تکمیل کا درجہ ہے۔

(۲) تکمیل مراقبہ۔ کیفیت مراقبہ کا فنا ہونا تکمیل مراقبہ ہے۔

(۳) الہام۔ ولی اللہ کے قلب پر جو بات حق تعالی کی جانب سے بیداری میں وارد ہو یا خواب میں معلوم ہو اُسے الہام کہتے ہیں۔

(۴) وحی۔ حق تعالی کی طرف سے نبی کے قلب پر جو بات وارد ہو یا خواب میں معلوم ہو یا فرشتہ آکر کہے اُسے وحی کہتے ہیں۔ نبی کو درجہ نبوت اور درجہ ولایت دونوں حاصل تھے اس لئے نبی پر جو القا درجہ نبوت میں ہو اُسے وحی اور جو درجہ ولایت میں ہو اُسے الہام کہنا مناسب ہے

(۶) واردات:۔ وہ کوائف اور معانی جو بے کسب سالک کے قلب پر آئیں واردات کہلاتے ہیں۔

(۷) رضا: رنج و بلا کا بار خوشی سے اٹھا لینا اور تکلیف سے پریشان نہ ہونا رضا ہے۔

(۸) تسلیم: ظاہر و باطن کو اللہ تعالی کے سپرد کر کے اللہ کی طرف سے جو ہو اُس پر خوش ہونا

ع (۵) قلب سلیم وہ قلب جسمیں سوائے حق تعالے کسی اور کی طلب اور خواہش ہو قلب سلیم ہے

تسلیم کا مقام ہے۔ سلوک کی ابتدا رضا ہے اور انتہا تسلیم ہے۔

(۹) ذکر و فکر:۔ ابتدائے سلوک میں ذکر۔ اور انتہائے سلوک میں فکر ہوتا ہے۔

(۱۰) ایمان: اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک اور موصوف بجمیع صفات کمال جاننا اور آنحضرت محمد صلعم کو خاتم الانبیا ماننا اور تمام انبیا رسل ملائکہ کتب آسمانی قیامت۔ بہشت۔ دوزخ کو حق جاننا۔ ایمان کہلاتا ہے۔

۱۱) اسلام۔ احکام الٰہی و رسالت پناہی کے ماننے کا نام اسلام ہے

(۱۲) دین: دین سے مراد ہے حکمبرداری۔ اطاعت۔ عبادت۔ طریقہ سزا اور حساب قیامت

۱۳ شریعت:۔ راہ راست شرع۔ اور دین حق تعالیٰ کو شریعت کہتے ہیں۔

۱۴) افق۔ عالم اجسام کو افق کہتے ہیں۔ اس کی جمع آفاق ہے

(۱۵) افق مبین: قلب کے مقام نہایت کو افق مبین کہتے ہیں۔

۱۶) افق اعلیٰ۔ روح کے مقام نہایت کو افق اعلیٰ کہتے ہیں۔

۱۷ ادراک: اشیاء غیر محسوس کو دریافت کرنا ادراک ہے۔

(۱۸ جمعیت۔ اللہ کو ماسوا کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کیطرف مشغول ہونا جمعیت ہے اور تفرقہ اسکی ضد ہے

۱۹ واسطہ۔ انسان کامل مکمل جو خالق اور خلق میں مناسبت رکھے واسطہ کہلاتا ہے۔

۲۰) ولایت کامل۔ بندہ کا اپنی نفس یعنی ذات کی فنا ہونیکی بعد حق سبحانہٗ تعالیٰ کیساتھ قائم ہونا ولایت کامل ہے۔

(۲۱) حقیقتِ محمدی: اس ذات پاک کی حقیقت کو جسپر تعین اول لاحق ہو حقیقت محمدی کہتے ہیں۔

(۲۲) حال۔ حال وہ حالت ہے جو قلب۔ و روح پر اللہ کی عنایت سے طاری ہو۔

(۲۳) ناسوت۔ عالم خلق، عالم شہادت طریقہ اور مقام تخلیہ کو ناسوت کہتے ہیں۔

(۲۴) ملکوت۔ عالم غیب۔ عالم معنی۔ اور عالم ارواح کو ملکوت کہتے ہیں۔

(۲۵) جبروت: دبدبہ، عظمت، شوکت۔ اور مرتبہ وحدت اول کو جبروت کہتے ہیں۔

(۲۶) لاہوت۔ اسرار و تجلیات ذات پاک حق سبحانہٗ تعالیٰ کو لاہوت کہتے ہیں۔

(۲۷) بحت۔ بحت کے معنی ہیں خالص۔ محض اور صرف

(۲۸) مراقبہ۔ مبداء فیاض سے فیض کا انتظار کرنا مراقبہ کہا جاتا ہے۔

(۲۹) تصوف۔ نفسانی خواہشوں سے پاک ہونا اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا تصوف ہے۔

(۳۰) صوفی۔ صوفی وہ ہے جو اپنا خیال اپنے قلب کی طرف رکھے اور اللہ کے سوا دوسرے کو اس میں آنے نہ دے۔

(۳۱) سلوک۔ اللہ تعالیٰ کا قرب طلب کرنا سلوک ہے۔

(۳۲) فقر۔ فقیر وہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو۔

(۳۳) جذبہ۔ اللہ تعالیٰ کی تجلی کی طرف قلب کا کھینچنا جذبہ ہے۔

(۳۴) علم لدنی۔ علم لدنی وہ علم ہے جو بغیر واسطہ مبدء فیاض سے حاصل ہو۔

(۳۵) توجہ و القا۔ قلب غیر سے دوسرے کے قلب غیر ذکر اور محبت الٰہی کا پہنچانا توجہ اور القا کہلاتا ہے۔

(۳۶) معجزہ۔ خرق عادات کے قسم سے جو بات نبی سے صادر ہو وہ معجزہ ہے۔

(۳۷) کرامت۔ خرق عادت کی قسم سے جو بات ولی سے صادر ہو وہ کرامت ہے۔ (۳۸) معونت۔ خلاف عادت بات جو مجنون یا عام مومن سے ثابت ہو اسے معونت کہتے ہیں۔ (۳۹) استدراج خلاف عادت بات جو کافر سے صادر ہو اسے استدراج کہتے ہیں۔ (۴۰) سحر و سیمیا وہ خلاف عادت بات جو اسباب ظاہری سے ظاہر ہو۔ سحر و سیمیا ہے۔ (۴۱) صاحب تمکین۔ صاحب تمکین وہ ہے جو سلوک کی منزلیں ناسوت جبروت اور لاہوت طے کر کے واصل الی اللہ ہو گیا ہو۔ (۴۲) صاحب تلوین۔ صاحب تلوین اسے کہتے ہیں جو سلوک کی منزلیں طے کر رہا ہو۔ (۴۳) ابدال۔ ابدال اس گروہ اولیا کو کہتے ہیں جن کے وجود سے اللہ تعالیٰ عالم کو قائم رکھتا ہے انکی تعداد ہر وقت ستر رہتی ہے۔ (۴۴) اوتاد یہ چار اولیا ہیں جو دنیا کے چاروں طرف مامور ہیں۔ (۴۵) نجبا۔ یہ سات اولیا ہیں جو تمام عالم میں مامور رہتے ہیں [illegible] بحیب کی [illegible] نجبا ہے (۴۶) نقبا۔ یہ بھی اولیاء اللہ ہیں تمام عالم میں انکی تعداد تین سو رہتی ہے [illegible] لقب نقبا (۴۷) اخیار۔ انکی تعداد سات [illegible] اولیا ہیں جو تمام عالم کی سیر کرتے ہیں۔ (۴۸) افراد یہ [illegible] عالم [illegible] ہیں۔ اور بواسطہ [illegible] آنحضرت صلعم فردیت سے ممتاز ہیں انکا مرتبہ کمال یہی ہے کہ [illegible] قطب الاقطاب [illegible] حکومت [illegible] ہیں۔ (۴۹) قطب۔ اولیا میں شان قطب سب پر بالا ہے عالم باطن میں [illegible] کا [illegible] کہا گیا ہے۔ (۵۰) غوث۔ قطب الاقطاب کے بعض اولیا رو غوث رہتے ہیں جنکے متعلق فریادرسی کا کام سپرد کیا گیا ہے [illegible] کہا جاتا ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی [illegible] قطب بھی تھے اور غوث بھی تھے غوث الثقلین یعنی غوث انس و جن آپ کو کہتے ہیں [illegible]

تمت

تصنیفات مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
میلاد نامہ	عہ	مرگ نامہ	۶ر	مرشد کو سجدۂ تعظیم	۸ر
ـرم نامہ	عہ	گیارھویں نامہ	۱۲ر	درویشی مولود شریف	۸ر
ـ یدنامہ	عہ۴ر	اسلام کا انجام	۶ر	حکم امام	۴ر
ـ نچہ برخسار یزید	عہ	لڑائی کا گھر	۶ر	سیپارۂ دل	عہ
فلسفۂ شہادت	۱ر	قبروں کے غیبی نوشتے	۴ر	شیطان کا طوطا	۲ر
سفرنامۂ مصروشام وحجاز	عہ۸ر	بچوں کی کہانیاں	۱۰ر	حلال خور	۸ر
روزنامچۂ ہند	۱۲ر	چٹکیاں اور گدگدیاں	۱۲ر	تاریخ بہمنی سلاطین	۸ر
آپ بیتی	عہ۴ر	وارم قبلہ ٹوٹنا	۲ر	آنسوؤں کی بوندیں	عہ۸ر
پرندوں کی تجارت	۸ر	امام الزمان کی آمد	۱۰ر	انگریزوں کی بپتا	۸ر
لاہوتی آپ بیتی	۲ر	گورنمنٹ اور خلافت	۲ر	محاصرۂ دہلی کے خطوط	عہ۴ر
آپ بیتی	۱۰ر	سچوں پر ستم	۲ر	بہادر شاہ کا مقدمہ	عہ
ـشن بیتی	عہ۴ر	رسولؐ کی بیوی	۳ر	دہلی کے گرفتار شدہ خطوط	عہ۴ر
ـدو دعائیں	۸ر	چار درویش	۳ر	غدر دہلی کے اخبار	۴ر
تخیر جہر و قہر	۱۰ر	شیخ سنوسی	۶ر	غالب کا روزنامچۂ غدر	۱۲ر
ـسلوبات سیر دہلی	۱۲ر	ناگفتہ بہ	۶ر	دہلی کی جاں کنی	عہ
ـین احساس	۸ر	تین شہید	۲ر	دہلی کا آخری سانس	عہ۴ر
بیوی کی تعلیم	عہ۴ر	قرآن آسان قاعدہ	۸ر	اتالیق خطوط نویسی کامل	عہ۴ر
بیوی کی تربیت	عہ	تعلیم القرآن	۸ر	فاطمی دعوت اسلام	ـــہ
ولادکی شادی	عہ	اردو سبق	۸ر	دل کی عیدماں	۵ر
کم ٹو موت	عہ	جرمنی خلافت	۶ر	خدائی انجم ٹیکس	۱۰ر
قرآن مجید کے دیوانی قوانین	۴ر	وش سبق	۳ر	قرآن مجید کے فوجداری قوانین	۶ر

جملہ تالیفات و تصنیفات
جناب علامۂ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی
مجھ سے طلب فرمائیے

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	موضوع	صفحہ	سابق قیمت	حال قیمت	کیفیت
۱	ترجمۂ قرآن مجید (حامل المتن)	اُردو	مذہب اسلام	۸۱۰	سے ر	پہ ر	طبع ثانی مجلد
۲	ترجمۂ قرآن مجید (غیر حامل المتن)	″	″ ″	۵۲۴	سے ر	سے ر	طبع ثالث مجلد عمدہ کاغذ عہ ر
۳	تاریخ الاسلام	″	تاریخ الاسلام	۶۲۶	سے ر	سے ر	طبع ثالث مجلد عہ ر
۴	الاسلام	″	فلسفۂ اسلام	۵۰۰	سے ر	عا ۱۲ ر	طبع ثانی مجلد سے ر
۵	زاہدہ	″	مذہب اسلام	۲۷۸	عہ ر	عہ ر	طبع ثانی
۶	المجاہدہ	″	حقوق زناں	۱۸۰	عہ ر	عہ ر	زیر طبع ثانی
۷	محنۃ الارامل	″	عقد بیوگان	۲۰	۲ ر	۲ ر	زیر طبع ثانی
۸	فسانۂ دلپذیر	″	لٹریچر				مطبع منشی نولکشور میں ملے گی
۹	نشتر سخن فارسی	″	شاعری	۵۰۸	عا ر	عا ر	طبع اوّل
۱۰	حکمائے یونان	″	فلسفۂ یونان		۸ ر	۴ ر	طبع ثانی
۱۱	زبان اُردو	″	پالیٹکس	۳۲	۲ ر	۲ ر	
۱۲	انڈیا اینڈ برٹش گورنمنٹ	انگریزی	″	۳۴	۴ ر	۴ ر	
۱۳	دی فیوچر آف انڈیا	″	″	۱۸	۴ ر	۴ ر	
۱۴	شرح ایکٹ ہائے قبضۂ آراضی مالگزاری	اُردو	قانون	۳۸۴	عہ ر	۶ ر	مجلد
۱۵	عباسیز لا آف پریمپشن	انگریزی	قانون شفع	۲۵۰	عـہ ر	صہ ر	طبع ثانی مجلد
۱۶	عباسیز ریونیو کورٹ منیول	″	قانون مال	۳۸۴	سے ر	عہ ر	مجلد
۱۷	عباسیز سول پروسیجر کوڈ	″	قانون دیوانی	۹۵۲	عـہ ر	صہ ر	مجلد

المشتہر قاضی محمد اسد اللہ مالک قاضی کمپنی گورکھپور ممالک متحدہ (ہندوستان)